قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات:

دعوت دین کے حوالے سے عصری معنویت کا مطالعہ

مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ

مقالہ نگار

صداقت حسین

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

رجسٹریشن نمبر: 745-PhD/IS/S18

نگران مقالہ

ڈاکٹر امجد حیات

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

نمل اسلام آباد

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

سیشن: 2018 2023 ء

©صداقت حسین، 2023ء

بسم الله الرحمن الرحيم
Sidi

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ہم عنقریب انہیں کائنات میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفسوں میں بھی
یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔

[فصلت:53]

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کو منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات: دعوت دین کے حوالے سے عصری معنویت کا مطالعہ**

The Qur'an and scientific discoveries: A study of contemporary significance in relation to preaching

نام ڈگری: ڈاکٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: صداقت حسین

رجسٹریشن نمبر: 745-PhD/IS/S18

ڈاکٹر امجد حیات:

(نگران مقالہ) ______________ دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی:

(صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ______________ دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان:

(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

میجر جنرل (ر) محمد جعفر:

(ریکٹر نمل) ______________ دستخط ریکٹر نمل

تاریخ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں: **صداقت حسین** ولد: **علی حیدر**

رول نمبر PD-IS-S117-110 رجسٹریشن نمبر: 745-PhD/IS/S18

طالب علم، پی ایچ ڈی، شعبہ اسلامی فکر وثقافت، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل) اسلام آباد حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ بعنوان: **قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات: دعوت دین کے حوالے سے عصری معنویت کا مطالعہ**

The Qur'an and scientific discoveries: A study of contemporary significance in relation to preaching.

پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور **ڈاکٹر امجد حیات** کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے، راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کروایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: صداقت حسین

دستخط مقالہ نگار: ---------------

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

تلخیص مقالہ (Absrtact)

As for as the development have been started by the scientific sciences is concerned, paths for the religious preaching have been smooth by it. There are apparently doubts and misconceptions in the principles of religion and beliefs, even though many scientific facts have been described in the holy Quran , due to which before researching this topic, these questions arise that the usefulness of scientific interpretation for religious preaching in the present era ,its different forms and its effects on religious preaching, the reason for mutual disagreement between the believers and non-convinced scholars of Quranic interpretation, the aspects of relationship between Quranic facts and modern scientific research, and the problems and difficulties in the acceptance of scientific interpretation ,to solve there above questions ,informations ,related to the theory of human evolution, Quranic facts and knowledge, modern scientific discoveries, opinions and sayings of Muslim thinkers related to the cosmological verses from Quran have been collected and all this research stuff has been included in five chapters and its sub-chapters:-

in the first chapter, the scientific trends of the holy Quran , the principles of scientific interpretation and the opinions and sayings of scholars and researchers related to scientific interpretation have been described in the second chapter ,a contemporary perspective on the Quranic facts related to cosmology, evolutionary stages of human life, medicine and botany has presented .

In the third chapter ,the indispositions of the commentators and the doubts arising from it, the deviation from the admitted principle and their effects has been described .

In the fourth chapter, the objectives of the Quranic scientific discoveries and its effects on the religious preaching have been described.

While in the fifth chapter , the need and importance of scientific sciences , methods, barriers to scientific interpretation and the responsibilities of commentators have been described in the publication of religious preaching.

The researches and the details have been mentioned in these chapters and sub-chapters gave out the following results:

Although the holy Quran is not a book of science, but the scientific facts described by the Quran can become the basic of scientific studies and through

them the paths of preaching can be paved. Explaining the verses related to science or denying the relationsship between the both is a condemnable situation. While describing contemporary science from the holy Quran is correct.

The modern minds have been influenced by the scientific facts of the holy Quran and has accepted the truth of Islam and many people have also accepted Islam , such as Dr Jabruldasi goiznagar.

Lack of expertise in the Quran and scientific sciences, judging the Holy Quran on a sciences, judging the holy Quran on a scientific method and experimental criteria , and being extremely influenced by scientific sciences, conservatism deviation from ancestors methodology and self created concepts are the reasons that refer to scientific interpretation caused a disagreement.

Making use of the sciences described ,in the holy Quran , reforming contemporary scientific ideas and providing the foundations for farther scientific discoveries are the aspects of Quranic facts and modern scientific research .If the commentator does not have a deep knowledge of the principles of interpretation, ancestors methodology ,Islamic sciences , scientific sciences, the languages of scientific and modern sciences. Contemporary scientific facts and he also ignores the guiding principles of scientific interpretation, then these are the difficulties in scientific interpretation.

KEY WORDS: *Scientific Interpretation Efficacy, Legitimacy, Scientific Discoveries, Spirituality*

اظہار تشکر (A Word of Thanks)

اللہ رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس کے بے پناہ فضل و احسان اور نعمتوں کی بدولت میں اس تحقیقی کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا اور اس کی مجھ پر خاص رحمت و عنایت ہے کہ میں اس دقیق اور جدید علمی موضوع پر کام کرنے کے قابل ہوا۔ خالقِ کائنات کی شکر گزاری کے بعد لاکھوں درود و سلام ہوں آقائے کائنات، احمدِ مجتبیٰ صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذات اقدس پر جن کی محنتوں اور کوششوں کے طفیل یہ دینِ اسلام ہم تک پہنچا۔

مقدس ہستیوں کے بعد میں سب سے پہلے اپنے نگران مقالہ جناب محترم ڈاکٹر امجد حیات صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس موضوع کے انتخاب، خاکہ بنانے سے لیکر تکمیل کے مراحل تک، مواد کی فراہمی ونشاندہی اور تحقیق کے سلسلہ میں بھرپور رہنمائی اور مقالہ کی نگرانی کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ میرے لیے وقت نکالا اور دعا بھی کی - یہ ان کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہی ہے کہ میں نے بروقت اپنے مقالہ کو مکمل کیا- میں ان کی اس محبت و شفقت کا ہمیشہ ممنون رہوں گا، اللہ تعالی انہیں سعادت دارین عطا فرمائے۔ آمین

میں اپنے دیگر تمام اساتذہ پروفیسر ڈاکٹر نور حیات خان صاحب (جنہوں نے ہمیں تحقیق کا اسلوب و منہج سکھایا)، پروفیسر ڈاکٹر عبد الغفار بخاری صاحب، ڈاکٹر شاہد ترمذی صاحب، ڈاکٹر سمیہ رفیق صاحبہ، اور ڈاکٹر ریاض سعید صاحب جنہوں نے مجھے پڑھایا اور تحقیق کے مختلف مراحل میں میرے مدد و معاون رہنے کے ساتھ ساتھ میری حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے، پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی صاحب، ڈاکٹر عافیہ مہدی صاحبہ (جنہوں نے اس موضوع کے انتخاب پر میری بھرپور حوصلہ افزائی کی) اس کے علاوہ بے شمار لوگ ہیں جنہوں نے میری ہر لحاظ سے دوران تحقیق مدد کی، میں ان سب کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ سبحانہ و تعالی ان کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

اسی طرح میں اپنی رفیقہ حیات کا بھی بے پناہ مشکور ہوں جنہوں نے میری بے پناہ مصروفیات کو نہ صرف خندہ پیشانی سے برداشت کیا بلکہ تکمیل کے مراحل تک ہر لمحہ میرا ساتھ دیا، حوصلہ افزائی کی اور دعا بھی دی، اللہ سبحانہ و تعالی ان سب کو دنیا اور آخرت کی نعمتوں اور کامیابیوں سے بھرپور نوازے-

آخر میں رب العزت کے حضور دعا گو ہوں کہ میرے ان تمام محسنین کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے اور میری اس کاوش کو اسلام کے لیے نافع بنائے اور میری لغزشوں کو اپنی شایانِ شان معاف فرماتے ہوئے آخرت میں اپنی رحمت سے نوازے- آمین

مقالہ نگار: صداقت حسین

تاریخ_____________

انتساب (DEDICTION)

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والد (شہید) اور والدہ کے نام کرتا ہوں، جن کی دعاؤں اور تربیت سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے (آمین)

فہرست موضوعات

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
1.	مقالہ اور دفاع کی منظوری کا فارم	II
2.	حلف نامہ	III
3.	تلخیص	IV
4.	اظہار تشکر	V
5.	فہرست ابواب	VII
6.	مقدمہ	1
7.	**باب اول: تفسیر کا سائنسی رجحان، اصول اور علماء کی آراء**	13
8.	فصل اول: تفسیر کے سائنسی رجحان کا مفہوم اور اہمیت و ارتقاء	14
9.	فصل دوم: قرآن کی سائنسی تفسیر اور علماء کی آراء	39
10.	فصل سوم: سائنسی تفسیر کی قبولیت کے اصول	65
11.	**باب دوم : قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات کا جائزہ**	75
12.	فصل اول: علم کائنات کے متعلق قرآنی صداقتیں	76
13.	فصل دوم: انسانی اِرتقاء کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر	119

156	فصل سوم :سائنسی اکتشافات علم طب و نباتات کے متعلق	.14
189	**باب سوم : قرآن حکیم کے سائنسی اکتشافات سے متعلق مفسرین کے تکلفات اور اثرات**	.15
190	فصل اول: سائنسی تفسیر سے قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات	.16
206	فصل دوم: سائنسی تفسیر میں تکلفات کی جہتیں	.17
231	فصل سوم: تفسیری مسلمہ قواعد سے انحراف واثرات	.18
249	**باب چہارم: قرآنی سائنسی انکشافات اوراس کے دعوتی اثرات**	.19
250	فصل اول: قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت	.20
267	فصل دوم: قرآنی سائنسی حقائق کے اہل ایمان سائنس دانوں پر اثرات	.21
280	فصل سوم: قرآنی سائنسی تعبیرات اور غیر مسلم سائنسدانوں پر اثرات	.22
284	**باب پنجم: سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور مفسرین کی ذمہ داریاں**	.23
285	فصل اول: دعوت دین کی اشاعت بذریعہ سائنسی اکتشافات، اقدامات ولائحہ عمل	.24
299	فصل دوم: سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل	.25
305	فصل سوم: سائنسی اکتشافات اور مفسرین کی ذمہ داریاں	.26
313	**خاتمہ ونتائج بحث**	.27

317	**سفارشات وتجاویز**	28.
318	**الفہارس**	29.
319	فہرست آیات	30.
326	فہرست احادیث	31.
328	فہرست اصطلاحات	32.
329	فہرست اعلام	33.
330	مصادر ومراجع	34.

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الحمدلله نحمده ونستعينه،ونستغفره،ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات أعمالنا ، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادى له، وأشهد ان لا اله الاالله وحده لاشريک له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله۔أما بعد:

موضوع تحقیق کا تعارف:(Introduction to the Research topic)

قرآن انسانیت کی رہنما کتاب ہے۔ قرآن زندگی سے وابستہ ہر شعبہ علم میں انسانیت کو رہبری فراہم کرتا ہے۔ سائنس کائنات اور حیات انسانی کے جن پہلوؤں کو اپنی تحقیق کے ذریعے اجاگر کرتی ہے ان پہلوؤں کو بہتر طور پر سمجھنے میں قرآن کی آیات ہماری مدد کرتی ہیں۔

زمین پر قرآن مجید ہی دنیا کی وہ پہلی کتاب ہے جس نے زمین وآسمان اور ان کے درمیان جتنی چیزیں ہیں سب کے بارے میں حیران کن انکشافات کر کے انسان کو قدرت کے مطالعے ومشاہدے کی دعوت دی۔ پورا قرآن انسان کو قدرت کے عجائبات کو تلاش کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ قرآن مجید میں تقریبا سات سو چھپن آیات ایسی ہیں جن کی گہرائیوں میں نئی سائنسی تحقیقات چھپی ہیں جن پر اگر غور وفکر کیا جائے تو دنیائے سائنس کے لیے کئی نئی حیران کن تحقیقات کا اضافہ ہو گا۔

قرآن کی صداقت اور الوہیت کی تصدیق ہر دور میں ہوتی رہی ہے، سائنس میں ایک دوسرے کے نظریات کو جھٹلانے کی روایت عام ہے ۔لیکن قرآن کی تعلیمات کو نہ کل جھٹلایا جاسکا نہ ہی آج جھٹلایا جاسکتا ہے ۔ آج سے ساڑھے چودہ سو سال قبل سے اب تک لاکھوں سائنس دان اور اہل علم قرآن کی تعلیمات پڑھ کر اسلام کی آغوش میں آچکے ہیں اور اسلام کی حقانیت کی تصدیق کر چکے ہیں۔

سائنس کے محققین نے کائنات کے جن اسرار ورموز سے پردہ اٹھایا ہے اگر ذرا غور کیا جائے تو ان کا منبع وسرچشمہ قرآن مجید ہے۔ مثلازمین پر نباتات، جمادات، حیاتیات کا ظاہر ہونا، سورج اور چاند کی روشنی وراستے ان سب کا اپنے اپنے مدار پر گردش، بارش کا برسنا، زلزلے، علم الانسان وعلم الابدان میں راہنمائی، یہ تمام انکشافات جن سے انسان بہرہ ور ہوتا رہا ہے یہ سب قرآن مجید کی بصیرت افروز تعلیمات کا نتیجہ ہے۔

قرآن میں علمی (سائنسی) "مضامین اور عنوانات" کا ٹھوس ثبوت موجود ہے۔اس میں اگر "سائنسی مضامین" کو تلاش کیا جائے ،تو "بیالوجی (حیاتیات)" کے متعلق علوم کا 328،مقامات پر،"کیمسٹری (کیمیاء)" کے متعلق 37 مقامات پر، "ریاضی" کے تعلق سے 19،"گنتی "(اعداد شماری) کا باقاعدہ نظام، "فزکس (طبیعات)" کے متعلق قرآن میں 31 آیات محکم کی موجودگی سائنسی مضامین کی عصری اہمیت و معنویت کو اجاگر کرتی ہیں۔ قرآن کے پیش کردہ نظریات کو عصر حاضر تک "سائنس "غلط ثابت نہیں کر سکی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ "قرآن اور اسلام" نے اس (سائنس) کے دامن کو وسعت اور وقار عطا کیا۔

قرآن مجید دور حاضر کے مسائل کو حل کرنے کی بھرپور قوت اور صلاحیت رکھتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں بھی اسلام کی دعوت کی افادیت واہمیت اپنی جگہ مسّلم ہے اور دین اسلام اپنی نمائندگی خوب کرتا ہے نیز اس دور میں سائنسی تفسیر کا نمایاں مقام ہے۔ عصر حاضر میں قرآن کی سائنسی تفسیر نے، دین کی دعوت میں ایسی ہم آہنگی پیدا کی کہ اب ہر خاص وعام اس بات پر متفق ہے کہ اسلام ہی عصر حاضر کا دین ہے۔اور اس کے بیان کردہ اصول اور اکتشافات بر حق ہیں۔

سائنسی علوم کے فروغ کے بعد تین انواع کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ پہلی قسم کے لوگ "سائنس اور مذہب" میں فرق کرتے ہیں ان کی اکثریت انانیت میں مبتلا نظر آتی ہے۔

قسم الثانی ان لوگوں پر مشتمل ہے جو صرف اور صرف سائنس کو اہمیت دیتے ہیں ان لوگوں نے "دین ومذہب" کو کبھی اہمیت نہیں دی بلکہ یہ "مذہب اور خدا کے وجود" کے منکر بھی ہیں ،مذکورہ اشخاص علم کے درپردہ منشائے فطرت (قدرت) سے بغاوت میں مصروف ہیں۔

قسم ثالث "پورے معقول رویوں سے دین (مذہب) کی توثیق (تائید) کرتے ہیں اور "مذہب" کو بھی سائنس کی طرح معقول رویوں اور استدالال کی کسوٹی پر جانچتے ہیں۔ سائنس" کی جتنی بھی علمی حیثیت ہے وہ بجا ہے لیکن اس پر خدابیزار طبقے نے جو رویہ اختیار کیا ہوا ہے وہ (سائنس) کے اختیار کردہ رویوں کے مغائر ہے،وہ اس وجہ سے کہ ایک "متعین علم "کسی "غیر متعین "علم کی تعریف ہر گز نہیں کر سکتا۔

ایسی صورتحال میں اسلام کے نظریاتی دفاع کی اہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اس صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے راقم الحروف نے قرآن پاک میں سائنسی علوم سے متعلقہ تعلیمات کو اپنا موضوع تحقیق بنایاہے اور کوشش کی ہے کہ معاصر سائنس سے جو منفی اثرات جدید اذہان پر ظاہر ہوئے ہیں ،ان کی سرگرمیوں کو سامنے لایا جائے اور ایسی کوششوں کو روکنے ،ان کا تفصیلی جائزہ لیتے ہوئے قابلِ عمل تجاویز مرتب کی جائیں۔

موضوع تحقیق سے متعلق سابقہ کام کا جائزہ:(Literature Review)

1. **نظریہ انسانی ارتقاء، قرآنی حقائق و معارف اور جدید سائنسی اکتشافات کا جائزہ** (پی ایچ ڈی) مقالہ نگار: گلناز نعیم ، نگران تحقیق: ڈاکٹر مفتی عمران الحق کلیانوی، شعبہ اصول الدین، جامعہ کراچی، 2013ء۔

اس مقالہ میں نظریہ ارتقاء کی تاریخ، مختلف مذاہب میں ارتقاء کے حوالے سے تعلیمات کا جائزہ، اسلام اور انسانی تخلیق کے حوالے سے قرآنی اور سائنسی نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ پھر جاندار اجسام کے ارتقائی سلسلے کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ مقالہ ہذا میں سائنسی اسلوب دعوت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

2. **قرآنی نباتات کو خواص وافادیت طب جدید کے نقطہ نظر سے**،(پی ایچ ڈی) مقالہ نگار: فیاض احمد ، نگران تحقیق: ڈاکٹر صلاح الدین ثانی، فیکلٹی آف آرٹس، شعبہ تاریخ، جامعہ کراچی، 209ء۔

اس مقالہ میں قرآنی علوم و عہد حاضر میں اس کی اہمیت اور قرآنی نباتات کو منازل کے اعتبار سے تقسیم کر کے بیان کیا گیا ہے۔ قرآنی اعجازات کی سائنسی علوم کی روشنی میں وضاحت، مسلم سائنسدانوں کی قرآنی علوم پر تحقیق ، غیر مسلم ، ملحد اور اہل کتاب سائنسدانوں کی علوم قرآن میں دلچسپی اور اہمیت پر مفصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ جبکہ مقالہ ہذا میں میں طب جدید پر سائنسی تفسیر اور دعوتی انداز میں سائنسی نظریات کا تجزیہ کیا گیا ہے

3. **آیات کونیہ پر شیخ طنطاوی اور محمد متولی الشعراوی کے مابین تقابل**: (پی ایچ ڈی) مقالہ نگار: قیوم اختر، ، نگران تحقیق: ڈاکٹر منیر احمد، شعبہ العلوم اسلامیہ اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، 2012ء۔

یہ مقالہ عربی زبان میں ہے اس میں آیات کونیہ کی تعریف اور اہمیت، اس کے بعد تفسیر علمی اور اعجاز علمی کی حدود کو بیان کرنے کے بعد، آیات کونیہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں کا تقابل بیان کیا گیا ہے، پھر امام طنطاوی اور محمد متولی الشعراوی کا اور اُن کی تفاسیر کا تعارف کروایا گیا ہے۔ جبکہ مقالہ ہذا میں میں مسلمانوں میں سائنسی تفسیر کا احیاء اور فروغ میں کردار، قرآنی سائنسی انکشافات کا تجزیہ کیا گیا ہے.

قرآن کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ ، مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری، ناشر تاج الفحول اکیڈمی، بدایوں، 2008ء

اس میں علامہ عاصم قادری نے سائنسی تفسیر کے جواز کی شرائط اور غیر مقبول سائنسی تفسیر کی مثالیں، سائنسی تفسیر کے اسباب، قرآن اور سائنس میں تعارض کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ مقالہ ہذا میں سائنسی تفسیر کی تکلفاتی جہات کو جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

4. **قرآنی آیات اور سائنسی حقائق**، ڈاکٹر ہلوک نور باقی، مترجم سید فیروز شاہ گیلانی، انڈس پبلی کیشنز کارپوریشن 257 آر اے لائنز ہائی کورٹ روڈ کراچی، 2000ء۔

اس کتاب میں قرآن کی پچاس آیات کی سائنٹفک تفسیر کی ہے جو ارض وسما، تخلق انسان، ہواؤں کے پوشیدہ اسرار، رحم مادر، پانی اور دل کی حقیقت وغیرہ موضوع سے متعلق تحقیقی ابحاث شامل ہیں۔

اسلام کا ہمہ گیر نظام صحت اور فطری طریقہ علاج "از سلطان بشیر محمود، جس میں انہوں نے طب نبوی علی صاحبہ الصلوہ والسلام تقریباً 236 نسخے جمع فرمادیئے ہیں، جن پر عمل پیرا ہو کر آپ بڑی حد تک بیماریوں سے محفوظ ہو سکتے ہیں، اور اگر بیمار ہو بھی جائیں تو مناسب پرہیز، سادہ غذا اور ان قدرتی اشیاء کے استعمال سے صحت پاسکتے ہیں۔

قرآن کے سائنسی انکشافات، انور بن اختر، کراچی، ادارہ اشاعت اسلام 2003ء

اس کتاب میں سائنس کا معنی ومفہوم، اہمیت، قرآن اور سائنسی تحقیقات و نظریات کی تاریخ، قرآن اور سائنس میں ربط و تعلق، قرآن اور سائنسی علوم، قرآنی سائنسی انکشافات اور علماء سائنس کی حیرانگی، قرآن کی صداقت کا حیرت انگیز ثبوت جیسی ابحاث پر بات کی گئی ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے سائنسی انکشافات کا تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ان انکشافات سے مرعوب ہو کر الحاد کا شکار ہوئے ہیں ان کا تذکرہ نہیں کیا مقالہ ہذا میں جو مسلمان سائنسی ترقی سے مرعوب ہو کر الحاد کا شکار یا اُن کے اذہان میں شکوک پیدا ہو رہے ہیں ان کی تردید کو مدلل وموثق طور پر ثابت کیا جائے گا۔

English Books and Article

1. **The Reconstruction of Religious Thought in Islam** , Dr Muhammad Iqbal,Lahore,DoDo press,1930
2. **The Bible, The Quran and Science**, Maurice Bucaille, Translated from the French by ALastair D. Pannel and the Author, N.D..

اس کتاب کے دو حصہ ہیں حصہ اول جو چھ ابواب پر مشتمل ہے اس میں عہد نامہ قدیم اور سائنس ، بائیبل کے متون میں سائنسی اغلاط کے سلسلہ میں عیسائی مصنفین کا نظریہ ، اناجیل اور جدید سائنس میں تضادات ، ممکنات اور نتائج پھر دوسرے حصہ میں قرآن اور جدید سائنس اور اس کی صداقت کہ کس طرح تحریری شکل میں آیا ،ارض وسما کی تخلیق کو بائیبل کے بیانات سے اختلافات وتضادات کو بیان کیا گیا ہے۔

3. **Attitude of a Muslim Scholar at Human Embryology**, Dr. Syed Ibrahim B.Presented at the Islamic Attitude and Practice in Science Seminar, Organized by the International Institute for Islamic Thought, Washington, D.C. February 28-March 1, 1987.
4. **Scientific Exegesis of the Qur'an** , Zafar Ishaq Ansari،Journal of Qur'anic Studies،Vo l. 3, No. 1 (2001)

اس آرٹیکل میں اٹھارویں صدی اور اس کے بعد قرآن اور سائنس کے عدم قائلین کے نظریات اور سائنسی تفسیر کی تاریخ کو بیان بیان کیا گیا ہے اوراس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ قرآن ہدایت کی کتاب ہے ۔اس کا مقصد انسانیت کو ہدایت کی راہ دیکھنا ہے، قرآن میں سائنسی اکتشافات سے اس پر ایمان اور یقین پختہ ہو تا ہے۔

5. **Islamic Approach to Human Embryology in Modern Scientific Perspectives ,** Munawar Hussein Chohan Muhammad Tahir,Abath,v1,No3,2016.

اسمیں قرآن کے بیان کردہ انسانی تخلیقی مدارج یعنی علم جنین کو بیان کیا گیا ہے اوراس کے متعلق قرآنی سائنسی آیات کی توضیح کو بیان کرکے اس کی حقانیت کو بیان کیا گیا ہے۔

عربی آرٹیکل:

1. **التفسير العلمي:بين القبول والرد"عرض وراسه"،عبد السلام حمدان اللوح ،الجامعه اللاسلاميه غزه ،فلسطين ،مجلة جامعه الخليل للبحوث** ،2005ء۔

اس آرٹیکل میں سائنسی تفسیر کے قبولیت وعدم قبولیت پر بحث کی گئی ہے، مبحث اول میں تفسیر علمی سے عدم قبولیت کے قائلین کے ادلہ اور ان کے نظریات کو مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ مبحث الثانی میں سائنسی تفسیر میں غلو کرنے والوں پر جرح کیا گیا ہے۔ پھر آخر میں درمیانی رائے کو بیان کیا گیا ہے۔ جبکہ راقم

نے ٹھوس و جامع انداز میں مذکورہ قائلین کے ادّلہ کو بیان کرنے کے بعد متوسطین کی معنویت کو دعوتی انداز میں اجاگر کیا ہے۔

2. **تفسير الآيات القرآنية في ضوء الحقائق العلمية** ،شاکرعالم شوق،جہات الاسلام،شمارہ 05،جلد2، 2012ء۔

اس آرٹیکل کے ابتدائی حصہ میں علم ،علم التفسیر اور سائنس کی لغوی اوراصطلاحی تعریفات لکھی گئی ہیں۔ پھر نو آیات کی نشاندہی کی گئی ہے جن سے سائنسی علوم کو اخذ کیا جاتاہے اور پھر سائنسی تفسیر کے قائلین اور عدم قائلین کے نام اور سائنسی تفسیر کے چند مختصر اُصولوں کو ذکر کیا گیا ہے۔

اردو آرٹیکل:

1. ڈاکٹر لطیف خان، "برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات (منتخب تفسیری ادب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)" (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2020ء)

فاضل مصنف کا یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے اس میں جدید علم کلام اور عقائد سے متعلقہ آیات کی تفسیر پر سائنسی علوم کے اثرات پر روشنی ڈالی گئی ہے، اس طرح اس میں شاہ ولی اللہؒ کے علوم خمسہ کو سائنس انداز میں پیش کرنے کی سعی جمیلہ کی گئی ہے۔ جبکہ مقالہ ہذا میں قرآنی سائنسی اکتشافات کو دعوتی انداز میں پیش کیا گیاہے۔ جو اپنی نوعیت کا ایک منفرد کام ہے۔

2. ڈاکٹر محمد خان ملک، کائنات کے Origion وقت اور جگہ کا قرآنی تصور، جلد29، شمارہ29، 2013ء

اس مقالہ میں قرانی آیات میں رب تعالٰی کی تخلیق کائنات کے وقت اور جگہ کی مجموعی کفیات کو مختصر بیان کیاہے ان کے متعلق ایات کو جمع کیا گیاہے۔ اس میں انکشافات قرآنی کوواضح نہیں کیا گیا صرف آیات اور ترجمہ کو بیان کیا گیاہے۔ مقالہ ہذامیں اکتشافات قرآنی کو مربوط انداز میں بیان کیا گیاہے۔

3. ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں، فکرونظر اسلام آباد، ج50 شمارہ2

اس آرٹیکل میں علم، سائنسی علوم اور قرآنی علوم کی اہمیت شریعت اسلامیہ میں اجاگر کی گئی ہے۔ تمام علوم خصوصاً معاصر علوم کی اہمیت کو قرآن مجید اور انبیائے کرام کی زندگی سے استنباط کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور تمام علوم کا سرچشمہ وحی الٰہی کو قرار دیا ہے جیسے علم الاسماء اور طب آدمؑ کے ذریعے، صنعتی علوم نوحؑ وداودؑ کے ذریعے، علم الحیوانات سلیمان کے ذریعے وغیرہ اتارے گئے ہیں۔

4. ڈاکٹر، محمد شہباز منج، مذہب اور سائنس–باہمی تعلق کی صحیح نوعیت، القلم، جلد16، شمارہ نمبر2،(دسمبر2011ء)

اس آرٹیکل میں قرآن مجید کے سائنسی نظریات کی صحیح نوعیت پر بحث کی گئی ہے جیسے مشاہدہ، تجزیہ، تجربہ وغیرہ سے متعلق قرآن مجید کا طرز استدلال اور سائنس کا طرز استدلال مماثل ہے یا نہیں، اس کے علاوہ بعض محققین کے قرآن مجید کی سائنسی تفسیر سے متعلق کیے گئے کام کی نوعیت بھی ذکر کی گئی ہے، ایسے محققین جو ہر سائنسی علم اور نظریہ کو قرآن مجید سے وابستہ کرتے ہیں ان پر تنقید بھی کی گئی ہے۔

5. ڈاکٹر خالد علوی، **قرآن کا تصور انسان**، فکر و نظر اسلام آباد جلد:22، شمارہ:3، ص20۔

6. اس آرٹیکل میں فاضل مؤلف نے انسان، کائنات اور رب کے درمیان تعلق پر تفصیلی بحث کی ہے جس میں فلسفہ اور مذہب کے بنیادی تین سوالات انسان کیا ہے، کائنات کیا ہے اور ان کو بنانے والا کون ہے؟ ان سوالات کو حل کرنے کے لیے سائنسی نظریات، علم نفسیات پر بھی تفصیلی بحث ذکر کی ہے اور مقالہ کے آخر میں انسان کے مقصد تخلیق و مقصد حیات پر بھی بحث کی گئی ہے۔

7. صالحہ فاطمہ، ڈاکٹر عاصم نعیم، **قرآن حکیم، انبیاء کرام کا طرز استدلال اور سائنسی طریق کار**، القلم، ج20، شمارہ1 جون 2015ء

اس آرٹیکل میں سائنس کی تعریف کا تجزیاتی مطالعہ ذکر کیا گیا ہے، پھر قرآن مجید کا سائنسی انداز اور طرز استدلال اور انبیاء کی دعوتی منہج کا بیان کیا گیا ہے۔ سائنس قرآن کا سائنسی طرز استدلال اور انبیاء کے دعوتی منہج میں مطابقت و مماثلت کی کوشش کی گئی ہے۔ مثلاً مشاہدہ، سوال، مفروضہ، تجربہ، تجزیہ، استخراج، استنباط وغیرہ

جواز تحقیق(Rationale of the study)

مقالہ نگار قرآن کے علوم میں گہری دلچسپی رکھتا ہے،اور اس موضوع پر کام کرنا چاہتا ہے اس لئے اس موضوع کو منتخب کیا۔علاوہ ازیں مقالہ نگار کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ قرآن کی سائنسی تفسیر کی روشنی میں عصر حاضر میں دعوتی منہج کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے اور اس کا صحیح رخ متعین کیا جائے۔اس کے اسباب ذیل ہیں۔

1. اس خاص موضوع پر اس جہت پر آج تک کام نہیں ہوا، نیا کام ہونے کے ساتھ وقت کی اشد ضرورت بھی ہے۔
2. عصر حاضر میں سائنسی علوم سے جہاں ترقی کے دریچے کھلے، وہیں عقائد، اصول دین اور دعوت دین میں کچھ خرابیاں اور شکوک وشبہات بھی پیدا ہو رہے ہیں۔
3. سائنسی ترقی کی وجہ سے دعوت دین کے قبول کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ ہر انسان کا عقلی وسائنسی توجیہ چاہنا ہے۔
4. لہذا ایسے موضوع پر کام کیا جائے جس میں شکوک وشبہات کو اسی ذریعے سے دور کیا جائے تو اس کیلئے قرآن مجید کے سائنسی علوم کا مطالعہ اور اس پر تحقیق ضروری تھی لہذا اس موضوع کو منتخب کیا۔
5. مقالہ نگار کے سامنے چند مقالات اور تالیفات تھیں اوران میں قرآن کے سائنسی علوم پر کام کیا گیا ہے لیکن دعوت اور دعوتی اسلوب سے متعلقہ کام نہیں ہوا اس لئے مقالہ نگار نے قرآنی دعوتی اسالیب کو سائنسی تفسیر کی روشنی میں پرکھنے اور اس پر تحقیق کرنے کا تجسس پیدا ہوا اس لیے اس موضوع کو اختیار کیا۔

زیر بحث عنوان کے تحت سائنسی تفسیر کے اصول ،اسالیب اور ان کے قبول وعدم قبول کے نظریات اور عصر حاضر میں اس کی معنویت پر طائرانہ نظر رکھتے ہوئے اصول دین میں جو شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں ان کی تردید کو مدلل وموثق طور پر ثابت کیا جائے گا اور سائنسی تفسیر کا صحیح رخ متعین کیا جائے گا۔پس ان حالات میں اس بات کی گنجائش موجودہ کہ " قرآن حکیم اور سائنسی انکشافات: دعوت دین کے حوالے سے عصری معنویت کا مطالعہ "پر تحقیقی کام کیا جائے پس دعوت دین میں قرآن مجید کی سائنسی تفسیر کی عصری اہمیت اپنی جگہ مسلّمہ ہے۔اس تحقیقی کام کے نتیجے میں اسلام کی حقانیت سائنسی بنیادوں پر ثابت کرنا سہل ہو گی جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس سے پہلے اس طرح کی کاوش نہیں کی گی بایں طور یہ مقالہ اپنے لئے گنجائش رکھتا ہے۔

ضرورت واہمیت:(Significance of the study)

موضوع تحقیق کی ضرورت اور اہمیت عصر حاضر کے تناظر میں بہت زیادہ ہے اس لئے کہ کسی بھی شئے کی اہمیت و فضیلت اس کی افادیت پر ہے۔سائنس اپنی افادیت کی وجہ سے آج کے زمانے کی ضرورت بن چکی ہے۔سائنس نے انسانی زندگی کے ہر شعبے پر اپنے گہرے اثرات مرتب کئے ہیں۔قرآن صرف شرعی احکام،دینی امور،مراسم عبودیت،عقائد و احکام کا مرجع ہی نہیں ہے بلکہ قرآن سائنسی علوم کے متعلق ہر پل ہماری رہبری و رہنمائی کرتا نظر آتا ہے اور قرآنی آیات کی تشریح و تفہیم کے تحت کئی سائنسی مواد پر مباحث ہمیں مطالعے قرآن کے دوران ملتے ہیں۔

قرآن مجید کے اسالیب دعوت میں سے ایک خاص اُسلوب، سائنسی اسلوب دعوت ہے جس نے انسانی دل و دماغ کو اس کائنات کے مشاہد پر غور کرنے کی دعوت دی ہے اور اس سے جدید سائنسی دور میں دعوت دین کے لیے سائنسی تفسیر کی افادیت بیان کرنا سہل ہو جاتا ہے۔

سائنسی معلومات سے قرآن فہمی میں بہت زیادہ مدد ملتی ہے۔مثلاً جدید سائنسی نظریات کی رو سے زندگی کا آغاز پانی سے ہوا۔اس تناظر میں سورۃالانبیاء کی آیت نمبر 30"ہم نے ہر جاندار چیز کو پانی ہی سے پیدا کیا ہے"۔ہمارے سائنسی مزاج کو نمو دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ نطفہ بھی تو مائع ہی کی ایک شکل ہے اگر ہم اسے مجاز پانی کہیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ جہاں اس کا ہر لفظ معانی کا انبار ہے اور نئے معنی اخذ کرنے کی گنجائش رکھتا ہے وہیں اس کے پرانے مفاہیم کو بھی غلط ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن انسانوں سے مطالبہ کررہا ہے کہ وہ انفس اور آفاق کی گتھیوں کو سلجھانے کے لیے اللہ کی دکھائی گئی نشانیوں کو عبث نہ سمجھیں بلکہ غوو خوض اور تدبر سے کام لیں۔ قرآن مجید میں سب سے زیادہ لفظ تفکر کا ہی استعمال ہوا ہے ۔تفکر فی القرآن، تفکر فی الآفاق، تفکر فی الخلق، تفکر فی الانفس،اسی طرح قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جن میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔

اس مقالہ کے ذریعہ دعوت دین اور قبول دین میں جو رکاوٹیں، شبہات سائنسی علوم سے پیدا ہوئے ہیں وہ دور کیے گئے۔اس مقالہ سے واضح ہو گا کہ دعوت دین میں کیا کیا رکاوٹیں اور مسائل سائنسی علوم سے پیدا ہوئے ہیں۔

جو مسلمان سائنسی ترقی سے مرعوب ہو کر الحاد کا شکار یااُن کے اذہان میں شکوک پیدا ہو رہے ہیں وہ اس مقالہ کے مطالعہ سے دور ہونگے۔اس مقالے سے قرآن کی سائنسی تفسیر اوراس کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مقاصد تحقیق: (Objective of the Study)

اس موضوع پر تحقیق کے اہداف درج ذیل ہیں:

1. قرآن حکیم کے سائنسی اکتشافات کا مطالعہ کرنا
2. قرآن کریم سے سائنسی اکتشافات کے استنباط کے اصول وضوابط تلاش کرنا
3. قرآن کریم میں سائنسی اکتشافات کی نوعیت وسعت اور مختلف جہات کو تلاش کرنا
4. دعوت دین کے حوالے سے قرآنی اکتشافات کی عصری معنویت کا جائزہ لینا

سوالات تحقیق (Research Questions)

1. قرآن حکیم کی ایسی کون سی آیات ہیں جو سائنسی اکتشافات کی طرف راہنمائی کرتی ہیں؟
2. دعوت دین کے حوالے سے مفسرین کے ہاں قرآن کریم سے سائنسی اکتشافات کے استنباط کے اصول وضوابط کون سے ہیں؟
3. قرآن مجید میں سائنسی اکتشافات کی نوعیت، وسعت اور جہات کیا ہیں؟
4. دعوت دین کے حوالے سے سائنسی اکتشافات کی عصری معنویت کس طرح کی ہے؟

اسلوب تحقیق (Research Approach)

تحقیق کا بنیادی اسلوب تجزیاتی ہوگا، علاوہ ازیں یونیورسٹی کے طے شدہ فارمیٹ،(مثلا آیات کے لیے (Traditional Arabic)فونٹ،احادیث کے لئے(Sakkal Majalla)فونٹ اور ذیلی ہیڈنگ کے لئے 24 کا فونٹ،عبارات کے لیے 16 کا سائز کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

طریقہ تحقیق: (Research Design)

- تحقیق میں اصل مآخذ و مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور انہی کا حوالہ دیا گیا ہے جس جگہ ضروری ہوا وہاں تشریح و توضیح کے لئے ثانوی مصادر و مراجع سے بھی استفادہ کیا گیا ہے احادیث و آثار مبارکہ کی تخریج مصادر اصلیہ (Basic Sources) سے کی گئی ہے. مثلاً ڈاکٹر ہند شبلی، التفسیر العلمی للقرآن الکریم، ابو حامد محمد الغزالی،، جواھر القرآن، شیخ طنطاوی، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ،، فخر الدین محمد بن عمر رازی، مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر).
- تمام ضروری معلومات حوالہ جات کے طور پر حواشی میں دی گئی ہیں.
- مقالہ میں آنے والے تمام غیر معروف اماکن و اسماء کا تعارف مختصر اً حواشی میں بیان کیا گیا ہے.
- مقالہ کی عبارت آسان فہم اور با محاورہ اردو میں ہے
- مقالہ کے آخر میں فہارس پیش کی گئی ہیں
- تحقیقی کتب، مجلات، جرائد، لغات، موسوعات اور معروف ویب سائیٹس سے استفادہ کیا گیا ہے
- آخر میں مصادر و مراجع کو ذکر کیا گیا ہے
- حوالہ کے اندراج کے لئے پہلی دفعہ پوری تفصیل یعنی کتاب، پھر مصنف کا نام، مصنف کی تاریخ وفات، محقق کا نام، ناشر اور پھر سن طبع، جلد، صفحہ نمبر لکھ دیا گیا ہے۔

ابواب وفصول کی تقسیم وترتیب:(Chapterization of Thesis)

مقالہ ہذا کا موضوع "**قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات: دعوت دین کے حوالے سے عصری معنویت کا مطالعہ**" اور یہ پانچ ابواب اور اس کی ذیلی فصول پر مشتمل ہے۔باب اول، تفسیر کا سائنسی رجحان، اصول اور علماء کی آراء اور اس کی ذیلی فصول کو بیان گیا ہے اس کی فصل اول میں تفسیر کے سائنسی رجحان کا مفہوم اور اہمیت وارتقاء دوسری فصل میں علماء کی آراء اسی طرح فصل سوم میں اس کی قبولیت کے اصولوں پر مشتمل ہے۔

دوسرا باب میں قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات کا جائزہ لیا گیا ہے اس میں فصل اول علم کائنات کے متعلق قرآنی صداقتیں، فصل دوم میں انسانی اِرتقاء کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر اور فصل سوم میں علم طب ونباتات کے متعلق سائنسی اکتشافات پر مدلل انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔

باب سوم میں قرآن حکیم کے سائنسی اکتشافات سے متعلق مفسرین کے تکلفات اور اثرات کو بیان گیا گیا ہے، اس کی فصل اول سائنسی تفسیر سے قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات جبکہ فصل دوم میں سائنسی تفسیر میں تکلفات کی جہتیں اور فصل سوم میں تفسیری مسلمہ قواعد سے انحراف واثرات کو بیان گیا ہے۔

باب چہارم قرآنی سائنسی انکشافات اور اس کے دعوتی اثرات پر مشتمل ہے اور اس کی ذیلی فصول میں قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت، قرآنی سائنسی حقائق کے اہل ایمان سائنس دانوں پر اثرات، قرآنی سائنسی تعبیرات اور غیر مسلم سائنسدانوں پر اثرات کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

اس طرح باب پنجم، سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور مفسرین کی ذمہ داریاں اور اُن کی ذیلی فصول پر مشتمل ہے اس میں پہلی فصل دعوت دین کی اشاعت بذریعہ سائنسی اکتشافات، اقدامات ولائحہ عمل، جبکہ دوسری فصل دوم سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل، اور فصل سوم سائنسی اکتشافات اور مفسرین کی ذمہ داریاں پر مشتمل ہے اور مقالہ کے آخر میں فہارس اور نتائج پیش کیے جائیں گے۔

باب اول

تفسیر کا سائنسی رجحان، اصول اور علماء کی آراء

فصل اول: تفسیر کے سائنسی رجحان کا مفہوم، اہمیت وارتقاء

فصل دوم: قرآن کی سائنسی تفسیر اور علماء کی آراء

فصل سوم: سائنسی تفسیر کی قبولیت کے اصول

فصل اول

تفسیر کے سائنسی رجحان کا مفہوم، اہمیت وارتقاء

مذکورہ فصل کی بحث میں، سائنسی تفسیر کی تعریف،اس کی معنویت کو بیان کیا ہے۔صیغہ دعوت قرآن مجید میں 208 دفعہ مختلف صغیوں اور شکلوں میں استعمال ہوا ہے، جن میں سے 44مرتبہ رب تعالیٰ کے دین کی طرف بُلانے کیلئے استعمال ہوا۔ فطری مظاہرات سے متعلق آیات کی تعداد 200 ہے۔اسی طرح 770 آیات مختلف مقامات پر قرآن کے سائنسی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ریڈرڈاکٹر محمد شریف خان اور ڈاکٹر حافظ محمد حقانی میاں نے سائنسی مزاج کی عکاسی کرنے والی آیات کی تعداد 756 بتائی ہے۔[1]

دور جدید میں چونکہ سائنس اور سائنسی علوم سے اس قدر مرعوبیت ہے کہ عوام الناس کے ذہنوں پر سائنس اور سائنٹفک مسائل ہی چھائے رہتے ہیں، بلکہ یوں کہیے کہ وہ ہر بات کو سائنس کی عینک سے دیکھتے ہیں۔ قرآن مجید بھی اس میدان میں بھی پیچھے نہیں بلکہ سائنسی علوم کی مصدقہ بنیادیں قرآن مجید ہی فراہم کرتا ہے اور معاصر سائنس سے جو منفی اثرات جدید اذہان پر ظاہر ہوتے ہیں ان کو مطمئن کرنے کا کامل تریاق بھی اس میں موجود ہے۔موجودہ منطقی ذہن میں جو الحاد ،مادہ پرستی اور مذہب بیزاری کے اثرات کو دعوت خداپرستی کی طرف پھیرنے کے مفید وصحت مند عناصر بھی اس میں بدرجہ اتم موجود ہیں[2]۔

یہی وجہ ہے کہ دعوت دین اوراصلاح احوال کی دینِ اسلام میں بہت زیادہ اہمیت ہے، اصلاح انسانیت کے سلسلہ میں اس کا پر تاثیر کردار ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں دین کی طرف بلانے کے جو کلمات اور اصطلاحات بیان ہوئی ہیں۔ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اگر یہ بصیرت کے ساتھ نہ پیش کیا جائے تو مطلوبہ اہداف حاصل نہیں ہوسکتے۔

سائنسی تفسیر کی تعریف

سائنس کے لئے عربی زبان میں لفظ "العلم "استعمال ہوا ہے۔سائنس کا معنی محدود کرکے نظام فطرت کو

---

[1] *Saddaqat Hussain*,Dr Amjid Hayat ,**Scientific Preaching Method of the Qur'an** ,*Hazara Islamicus, Vol. 10, Issue. 2 July-Dec 2021,PP: 01-12*

[2]ندوی، محمد شہاب الدین، **اسلام اور جدید سائنس**،(لاہور، مکتبہ، تعمیر انسانیت، طبع 1993ء)، ص68

ایسے علم کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے جو مشاہدہ، تجربہ، اور غور و فکر سے حاصل ہو[1]۔

On the simplest level ,science is knowledge of the world of nature .there are many regularities in nature that mankind has had to recognize for survival since the emergence of Homo sapiens as a species[2].

سائنس کی اصل بنیاد دو چیزیں ہیں، مشاہدہ اور غور و فکر، مشاہدہ کا تعلق سائنسی تجربات اور حواس خمسہ سے ہے جبکہ فکر و تدبر کا تعلق انسانی دماغ سے ہے۔ اسلام ہی وہ الہامی مذہب ہے جس کی تعلیمات کا ماخذ قرآن مقدس کے تقریباً ایک تہائی حصہ میں قدرت کے بکھرے ہوئے مظاہر کی طرف توجہ دلا کر انسان کو مشاہدہ اور غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے، گویا قرآنی تعلیمات انسان میں سائنسی جستجو اور سائنسی طریقہ کار سے فطرت کے رازوں کو سمجھنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کے نزدیک تعریف

التفسير الذى يُحَكِّم الاصطلاحات العلمية فى عبارات القرآن، ويجتهد فى استخراج مختلف العلوم والآراء الفلسفية منه ۔[3]

وہ قانون تفسیر ہے جس میں اللہ کی کتاب کی عبارات میں سائنسی اصطلاحات کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس کے مختلف علوم اور فلسفیانہ اقوال کو اخذ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے[4]۔

ڈاکٹر محمد حسین الذہبیؒ[5] سائنسی اصطلاحات و علوم اور فلاسفہ کی رائے کو سائنسی تفسیر کہتے ہیں۔

محمد بن لطفی الصباغ کی نزدیک تعریف

وہ اُصول تفسیر ہے جہاں آیات قرآنیہ کی تفہیم میں سائنسی اصطلاحات کا استعمال کیا جاتا ہے اور آیات کے درمیان ربط اور تجرباتی و فلکیاتی علوم اور فلاسفہ کو بیان کیا جاتا ہے[6]۔

---

[1] ہاشمی، محمد طفیل، **مسلمانوں کے سائنسی کارنامے** (لاہور: مکتبہ الحسن، 1985ء) ص 24،25

[2] The new encyclopedia Britannica,(londan : printed in U.S.A,1985 ,Volume 27,P32..

[3] دائرہ المعارف الاسلامیہ، مادہ تفسیر، 5/357۔ سید قطب شہید، ظلال القرآن، 1/56۔ الزندانی، عبد المجید، فی الإعجاز العلمی فی القرآن والسنہ، 3/44

[4] الذہبی، محمد حسین، **التفسیر ولالمفسرون** (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان، 1407ھ، 1987ء)، 4/380

[5] محمد حسین الذہبی، 19 اکتوبر 1915ء کو مصر میں پیدا ہوئے الازھر یونیورسٹی میں پروفیسر رہے اور 1977ء میں وفات پائی۔

[6] الصباغ, محمد بن لطفی بن اللطیف یاسین، **لمحات في علوم القرآن**، (بیروت، مکتبہ الاسلامی، لبنان، 1999ء)، ص 293۔

محمد بن لطفی الصباغ[1] کے نزدیک تجربات اور فلکیات سے حاصل ہونے والے علوم اور فلاسفہ کے نظریات کی توضیح کا نام سائنسی تفسیر ہے۔

ڈاکٹر فہد الرومی کے نزدیک تعریف:

اس سے مراد وہ طریقہ تفسیر ہے جس کے ذریعے علمی و تکوینی آیات اور عملی و تجرباتی علوم کی ایجادات و اختراع کے مابین تعلق ظاہر کرنے کے لئے مفسر کی ایسی سعی ہے جس سے کتاب اللہ کا اعجاز واضح ہو جائے اور یہ بات بالکل واضح ہو جائے کہ وہ انسانی سعی و کاوش نہیں ہے، بلکہ اسے نازل کرنے والا ایک قادر مطلق ذات ہے اور یہ کہ وہ ہر زمان و مکان کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے[2]۔

ڈاکٹر فہد الرومی کے نزدیک سائنسی تفسیر مفسر کی ایسی کوشش جو سائنسی آیات اور تجرباتی و مشاہدتی علوم کے درمیان ربط قائم کرنے کے لئے ہو، اور اس سے قرآن کا اعجاز واضح ہو کہ یہ منزل من اللہ ہے۔

شیخ اہدل کے نزدیک

سائنسی تفسیر سے مراد ہے کہ قرآن کی علمی و تکوینی آیات کی تفسیر و توضیح سائنسی معلومات کی روشنی میں پیش کی جائے، اس طرح اس ضمن میں "درست ہوں یا غلط "ہر دو تفاسیر کو شامل ہو جاتی ہیں[3]۔

شیخ اہدل کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ سائنسی تفسیر علمی آیات کی توضیح سائنسی علم کی روشنی میں کرنا چاہے وہ صحیح ہوں یا غلط۔

شیخ زندانی کے نزدیک سائنسی اعجاز کی تعریف

زندانی[4] نے تین طرح کی تعریفیں کی ہیں: اول: اس سے مراد کلام اللہ کا کسی ایسی سچائی کی خبر دینا ہے۔ جس کا ثبوت عملی و تجرباتی علم (سائنسی) کے ذریعہ ہوا ہو اور جس کا معلوم ہونا "عہد رسالت" یا (زمانہ نزول وحی) میں انسانی علمی وسائل کے ذریعے ممکن نہ رہا ہو"۔

---

[1] محمد بن لطفی الصباح 1929ء کو شام میں پیدا ہوئے 2017ء کو 87 سال کی عمر میں ریاض میں وفات پائی۔ شیخ صالح العقاد، خیر یاسین، وغیرہ سے تحصیل علم کیا۔* ڈاکٹر الصباح کا تعلق شام سے ہے اور آپ ریاض میں مقیم رہے، آپ نے 30 سے زیادہ کتابیں تالیف کی ہیں۔ (لمحات في علوم القرآن، الدکتور محمد بن لطفي الصباغ، المكتب الإسلامي، الطبعة الثانية، 1986م بیروت.)

[2] الرومي، فهد بن سليمان، **اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر** (سعودی عرب، ادارہ البحوث العلمیہ، 1986ء)، 549/2

[3] احمد عطا محمد عمر، **الاتجاه العلمی للتفسیر فی القرن العشرین** (اسلام آباد، ایم اے ڈیزرٹیشن، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، 1996ء)، ص 10

[4] عبد المجید زندانی 1942ء صنعاء یمن میں پیدا ہوئے۔ آپ یمن کی عین شمس یونیورسٹی میں امام اور یمن کی اصلاح پارٹی کی صدر بھی تھے۔ علمی اعجاز پر کتابیں کتابیں لکھیں۔

دوئم: "اس بات کا مطلب یہ ہے کہ عصر حاضر کے جدید (ثابت شدہ) اور مستقل "سائنسی اکتشافات" کے ذریعے کتاب اللہ میں اُن حقائق کا ثبوت پیش کرنا، ایسے دلائل کے ذریعے جو قطعی ہوں اور جن پر ماہرین کا اتفاق ہو" سوئم :" بذریعہ وحی رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونے والے علم (الٰہی) کی سچائی کا اظہار ہے۔ جس سے اس کا امر ہونا ثابت ہو جائے اور کوئی شخص اس کی نسبت حضرت محمد ﷺ یا آپ کے "قرن" کے کسی اُمتی کی طرف نہ کر سکے[1]۔

شیخ زندنی کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے اُن حقائق واکتشافات[2] کے بارے میں بتانا جن کے شواہد عہد جدید میں سائنس سے معلوم ہوئے ہوں اور وہ حقائق عہد رسالت میں سائنسی وسائل کی کمی کی وجہ سے معلوم نہ ہوئے ہوں۔

شیخ عبد الرحمان کے نزدیک سائنسی اعجاز کی تعریف:

سائنسی تفسیر یہ ہے کہ کسی ایجاد، دریافت، سائنسی نظریہ یا تجربہ وغیرہ کے بارے میں رائے دینا کہ یہ نصِ قرآن کا مدلول ہے[3]۔

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ کوئی بھی سائنسی نظریہ قرآن مجید کا مدلول ہے۔

کتاب اللہ کا تکوینی وسائنسی اعجاز اور حقائق

آیات قرآنی کو علمی وسائنسی قرار دینے کا مطلب یہ نہیں کہ دوسری بہت سے آیات جن کا آپس میں تعلق ان علوم سے نہیں ہے، ان کے تکوینی یا سائنسی ہونے سے انکار کیا جارہا ہے بلکہ ان سے مراد مشاہداتی علم ہے، اس بات سے معاشرتی، اخلاقی اور فلسفیانہ علوم نکل جائیں گے اور کتاب اللہ ان علوم کی "مبادیات" پر مشتمل ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اللہ تبارک تعالیٰ کی جانب سے ہے، کسی انسان کا گھڑا ہوا نہیں ہے۔

---

[1] زندانی، **المعجزۃ العلمیۃ فی القرآن**، (اسلام آباد، بحوث مؤتمر الاعجاز العلمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2014ء) ص 23

[2] **انکشاف** یہ کشف کے ماخوذ ہیں جس کے معنی کسی چیز کا ظاہر ہونا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " **لیسَ لها من دُوْنِ اللہِ کاشِفَۃٌ**" نہیں ہے اس کو اللہ کے سوا کوئی ظاہر کرنے والا۔ (نجم: 53/ 58) **فعل** لازم کا معنیٰ دیتا ہے جس کے معنی بغیر محنت یا تگ ودو کے کوئی چیز ظاہر ہونا ہے، **انکشاف** قرآنی حقائق کے لیے ہے ، اس سے مراد جدید ثابت شدہ اور مستقل سائنسی اکتشافات کے ذریعے قرآن کریم میں وارد حقائق کا اثبات کرنا ہے، ایسے دلائل کے ذریعے جو قطعی اور یقینی ہوں اور جن پر ماہرین کا اتفاق ہو۔ جبکہ **اکتشاف فعل** متعدی ہے اس کے معنی اختراع ایجاد و تجربہ ہیں، **اکتشاف** سائنسی چیز ایجاد کے لیے ہے اور (حسن بن محمد الصاغاني، العباب الزاخر واللباب الفاخر، ج2، ص5)

[3] زبیدی، عبد الرحمان بن زید، **مناھج البحث في العقیدہ الاسلامیہ في العصر الحاضر**، (ریاض،، دار اشبیلیا، السعودیہ ،1428ء) ص158-159

ڈاکٹر محمد عبد التواب حامد کے نزدیک

قرآن مجید اس وجہ سے معجزہ ہے کہ اس میں ایسے سائنسی و علمی حقائق ہیں جن کا اکتشاف وقت نزولِ قرآن کے بعد کے عہد میں ہوا ہے۔ قرآن کے غور کرنے والا شخص بہت سی ایسی آیات کو پاتا ہے، جن میں اس (کائنات) میں اللہ تعالیٰ کی سنتوں، نظام اور اپنی تخلیقات کے ساتھ اللہ تعالی کی قدرت اور انعامات وعنایات کا بیان ہے[1]۔

اس تعریف کا ماحصل یہ ہے کہ سائنسی تفسیر سے مراد وہ علمی حقائق جو نزول وحی کے بعد کے زمانے میں قرآن میں غور وفکر کر کے اللہ کی نشانیوں وقدرت کو آیات مبارکہ میں پاتا ہے۔

مصطفی صادق رافعیؒ کے نزدیک

مصطفی رافعی[2] فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب مبین میں تکوینی و سائنسی آیات کا ہونا اس کے معجز ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں اس بات کی طرف راہنمائی ملتی ہے کہ زمانہ بحث و دلیل پر قائم اور علمی رُخ پر رواں دواں ہے، اور انسانیت اپنے عہد عروج میں اسی راستے پر گامزن ہے۔ کتاب مبین میں غیب سے منکشف ہونے والی واضح شہادتیں اور ٹھوس دلائل موجود ہیں اس میں کسی قسم کا شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اب صبح کا اندھیرا چھٹ گیا ہے ہر شخص صبح کو دیکھ سکتا ہے[3]۔

رب کائنات کا ارشاد گرامی ہے کہ: "﴿فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا﴾[4]

"اب جو شخص اپنی آنکھیں کھول کر دیکھے گا وہ اپنا بھلا کرے گا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں بُرا کیا"۔

ہادی عالم ﷺ پر غار حرا میں جو وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے غار حرا سے باہر آکر لوگوں کو بتایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ - عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[5]

---

[1] ڈاکٹر، محمد عبد التواب حامد، **قرآن کریم کا سائنسی اعجاز**، مترجم محمد رضی الاسلام ندوی (نئی دہلی، اسلامک بک فاونڈیشن،، 2011ء)، ص 7

[2] مصطفی صادق رافعی 1880ء مصر میں دریائے نیل کے کنارے بتھیم مصر میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مصر میں قضاء کے عہدہ پر فائز رہے ،1937ء طنطا مصر میں وفات پائی۔ (مصطفی صادق الرافعي، سيرته وحياته، د.مصطفى نعمان السامرائي، دار المعرفة، بغداد/1977، ص112)

[3] الرفعی، مصطفی صادق، **اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ**، (مصر، دار الکتاب العربی، 1937ء) ص 131

[4] الانعام: 6/104

[5] العلق: 96/5،1

"اپنے رب کے نام پڑھ جو سب کا بنانے والا ہے۔ جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔ انسان کو ہو باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

رب کائنات کی طرف سے پہلی وحی ہی علم کے بارے میں ہے۔ جس میں قوم ہادی بر حق ﷺ مبعوث ہوئے وہ اُمی قوم تھی، اور یہود و نصاری کو پڑھا لکھا سمجھا جاتا تھا ان کے پڑھنے کی صورت حال یہ تھی کہ وہ الہامی کُتب میں من مانی تاویلات سے ان میں تحریفات کر دیتے تھے اصل پیغام چھپ گیا تھا اور علم کے حاصل کرنے پر پابندی لگا دی تھی، مذہب سائنس سے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کا یہ بھی ایک دلکش جاذب نظر اُسلوب دعوت ہے کہ اس نے بعض آیات کونیہ[1] کو بھی بیان کیا ہے۔ سائنسی آیات میں دعوت دین کے لئے جو جاذبیت اور کشمکش ہے وہ بلا مبالغہ کسی اور اُسلوب دعوت میں نہیں۔ آیات کونیہ میں سب سے پہلا واقعہ کائنات کی پیدائش ہے، اس میں دو چیزیں ہیں، زمان، جس میں وقت کی ابتدا ہے، جبکہ دوسری مکان ہے جس میں جملہ مادہ کی پیدائش شامل ہے، ان کے بارے میں اصل سائنسی حقائق جو صرف کتاب ہدایت نے قطعیت کے ساتھ پیش کیے۔ کتاب اللہ نے دُنیا و آخرت کے تمام علوم سمو دیئے کائنات کا کوئی علم ایسا نہیں جو اس میں موجود نہ ہو، اس میں تمام علوم کا خلاصہ موجود ہے۔ قرآن کے بیان کردہ سائنسی حقائق نہ صرف ازلی اور ابدی ہیں بلکہ رہتی دُنیا تک کے انسانوں تک کے مکمل ضابطہ حیات ہیں[2]۔

سائنسی اسلوب دعوت کی بنیاد رکھنے والے انبیاء اکرام تھے جن کے ذہنوں میں طبعی امور سے متعلق غور و فکر کے ذریعے ایسے سوالات پیدا ہوئے جن کے مشاہدات ان کے لئے ایمان و یقین میں مضبوطی کا باعث بنے یا پھر انبیاء و مرسلین نے دعوت الی اللہ اور ثبوت حق کے لئے ایسے عقلی اور منطقی اسالیب اختیار کئے کہ باطل کے طرفدار خاموش ہو کر رہ گئے، دور جدید میں اسی اسلوب کو سائنسی اسلوب دعوت یا تجرباتی طریقہ کار کہا جاتا ہے[3]۔

سائنسی اسلوب دعوت کے حامل دو طرح کی آیات یہ دراصل سائنسی طرز مطالعہ کی داعی ہیں۔ آیات ترغیب علم اور دوسری آیات کائنات اور مظاہر فطرت پر تفکر و تدبر کی دعوت دیتی ہیں۔

---

[1] قرآن مقدس کی ایسی آیات جن میں اللہ تعالیٰ نے کائنات کے مختلف اجسام کی جانب اشارہ کیا تا کہ انسان اس نصحت حاصل کرے اس قسم کی آیات کو کونیہ کہا جاتا ہے۔ بحوالہ (محمد ثاقب، ڈاکٹر رب نواز، تبدیلی جلود (دوران عذاب جلد کی تبدیلی) پر مبنی سائنسی تاویلات کا تجزیاتی مطالعہ، (سلطان بشیر محمود اور زغلول النجار کے سائنسی تفاسیر کی روشنی میں) فہیم اسلام،، جون 2021ء۔)

[2] صداقت حسین،، **قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت وضرورت**، پاکستان جرنل آف اسلامک فلاسفی، جولائی – دسمبر 2021ء، ج3، شمارہ 2

[3] صالحہ فاطمہ، ڈاکٹر عاصم نعیم، **قرآن حکیم، انبیاء کرام کا طرز استدلال اور سائنسی طریق کار**، القلم، ISSN:2071-8683، ج20، شمارہ 1 جون 2015ء ص22

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی کہتے ہیں کہ:

"قرآن مجید میں مظاہر فطرت اور سائنس سے متعلق آیات کی تعداد 750 ہے۔ ان آیات کریمہ میں اس وقت کے معلوم سائنسی، مشاہدات، نظریات اور اُصول ملتے ہیں[1]۔

قرآن کی سائنسی آیات کائنات کی نشانیوں کے بارے میں اظہار خیال کے لیے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بہترین اسلوب ہے۔ اس میں بہ یک وقت تفصیل بھی پائی جاتی ہے اور اجمال بھی۔ وہ ہر نسل اور ہر قبیلہ کے انسانوں کو مخاطب کرتا ہے، ان کے سامنے پوری وضاحت کے ساتھ دعوت اور اس کے دلائل پیش کرتا ہے[2]۔

سائنسی تفسیر کی اہمیت

موجودہ صدی میں سائنسی تفسیر کا اضافہ تفسیری ادب میں ایک اہم اضافہ ہے۔ یہ عوام الناس میں بے شمار خوبیوں کی وجہ سے مقبول ہے۔ نئی نسل پر اس کے ابتداء سے عصر حاضر تک لامحدود اثرات مرتب ہو چکے ہیں۔ سائنسی تفسیر میں دعوت دین کے لئے جو جاذبیت اور کشش ہے وہ کسی اور انداز تفسیر میں نہیں ہے۔

قرآن مجید دور حاضر کے مسائل کو حل کرنے کی بھرپور قوت اور صلاحیت رکھتا ہے۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں بھی اسلام کی دعوت کی افادیت واہمیت اپنی جگہ مسّلم ہے اور دین اسلام اپنی نمائندگی خوب کرتا ہے نیز اس دور میں سائنسی تفسیر کا نمایاں مقام ہے۔ عصر حاضر میں قرآن کی سائنسی تفسیر نے، دین کی دعوت میں ایسی ہم آہنگی پیدا کی کہ اب ہر خاص وعام اس بات پر متفق ہے کہ اسلام ہی عصر حاضر کا دین ہے۔ اور اس کے بیان کردہ اصول اور اکتشافات[3] برحق ہیں۔

یہ ایک ناقابل فراموش حقیقت ہے کہ قرآن مجید جب تمام انسانی ضروریات کا خود کفیل ہے اور اس سلسلہ میں مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے تو لامحالہ تمام علوم خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی، سائنسی ہوں یا غیر سائنسی، سب کا مرجع ومنبع یہی قرآن مجید ہے۔

مثلاً کرہ ارض پر نباتات، جمادات اور حیاتیات کا ہونا، سورج کا اجالا، چاند تاروں کا اپنے مدار پر گردش، سمندروں سے بادلوں کا ظہور، بارش کا برسنا، زلزلے اور سمندری راستوں کی دریافت ہونا، آلات حرب میں لوہے کا استعمال، علم ابدان، علم الانسان میں راہنمائی، پاک اور حلال اشیاء کا غذا میں استعمال اور نقصان دہ اشیاء کا خورد نوش میں ممنوع ہونا،

---

[1] سعید اللہ قاضی، **سائنس کی تعلیم قرآن وحدیث کی روشنی میں**، (لاہور، مکتبہ تطہیر افکار، 1988ء) ص5

[2] زرقانی، الشیخ محمد عبد العظیم، **مناہل العرفان فی علوم القرآن**، داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاؤہ، طبع سوم، سنہ طبع غیر مذکور، 2/250

[3] اِکتشاف کشف سے ہے جس کے لغوی معنی ہے اظہار یہ کتمان کا متضاد ہے۔" نئی بات معلوم ہونا، تحقیق جدید

یہ تمام انکشافات جن سے انسان فائدہ اٹھاتا رہا ہے اور مستقبل میں بھی ان سے مستفید ہوتا رہے گا، یہ سب قرآن کی بصیرت افروز دعوت کا نتیجہ ہیں۔

سائنسی انداز فکر و دعوت

قرآن حکیم اللہ کا کلام ہے اللہ کا دین فکر و تدبر، فہم فراست اور شعور انسانی کو بیدار کرنے کی دعوت دیتا ہے، یہ نہ سائنسی کتاب ہے اور نہ ہی صرف مذہبی کتاب ہے بلکہ تمام علوم کا "باب العلم" یہی مقدس کتاب ہے۔

قرآن کی اس حقیقت کا تذکرہ " تاریخ فلاسفۃ الاسلام " کے حوالے سے ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں۔

"وہ کتاب جو فصیح لسان لوگوں پر نازل ہوئی محض ایک مذہبی کتاب نہیں بلکہ تقریباً تین سو علوم کا منبع ہے۔ مثلاً: لغت و تاریخ، ادبیات، طبیعات، فلسفہ اور فلکیات ان میں سے اکثر علوم کا ماخذ قرآن خود ہے[1]"۔

اسلام نے دنیا کو سوچنے کے نت نئے انداز سکھائے۔ قرآن ہمیں کائنات کی تخلیق، مظاہر قدرت کی پیدائش اور تخلیق کائنات پر بار بار غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے جس سے سائنسی علوم معرض وجود میں آئے اور انسان کائنات کے رازوں سے پوشیدہ رازوں سے پردہ اُٹھاتا چلا گیا اور یہ تسلسل جاری ہے۔

ڈاکٹر مورس بکائیے اس حقیقت کے معترف نظر آتے ہیں:

"As we will see later in this section, another critical fact is that the Qur'an, while encouraging us to cultivate science, contains many observations on natural phenomena and includes explanatory details that are found to be in complete agreement with modern scientific data." There is nothing comparable in the Judeo-Christian Revelation". [2]

"جہاں قرآن ہمیں سائنس کو ترقی دینے کی دعوت دیتا ہے وہاں وہ اس میں قدرتی حوادث سے متعلق بہت سے شواہد اس میں ایسی تشریحی تفصیلات موجود ہیں جو سائنسی مواد سے مطابقت رکھتی ہیں یہود

---

[1] ہاشمی، ڈاکٹر محمد طفیل، **مسلمانوں کے کارنامے**، اسامہ پبلیکیشنز جی 2/3، اسلام آباد، 1988ء، ص 35

[2] Dr Maurice Bucaille , **The Bible , the Quran and Science** ,tarnsla4ted from French by Alastair D.pannell (publisher ,Islamic Book service ,1999)p 85.

ونصاریٰ کی کتب میں اس جیسی کوئی بات نہیں۔ مشاہدہ قدرت کے لیے جو پہلی آواز بلند ہوئی وہ قرآن حکیم کی آواز تھی"۔

پھر جس طرح سائنسی علوم کی بنیاد مشاہدے، تجربے، تنظیم وحاصل نتائج پر مشتمل ہے اسی طرح مغرب کے جدید سائنس دانوں کا خیال ہے کہ اقوام عالم میں مسلمان وہ پہلی قوم ہیں جنہوں نے مظاہر کائنات کے مطالعے اور مشاہدے کو اس قدر اہمیت دی کہ تمام تر سائنسی فکر کی بنیاد انہی عوامل پر استوار کی ۔اسی وجہ سے مسلمانوں کو دنیا کی تمام اقوام میں امتیاز حاصل ہوا۔

سائنسی تفسیری اکتشافات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر سعید اللہ قاضی فرماتے ہیں کہ:

"قرآن مجید میں پانچ قسم کے علوم ہیں ان میں سے ایک علم الاحکام ہے جس کی آیات کی تعداد 500 کے لگ بھگ ہے جبکہ مظاہر فطرت اور سائنس سے متعلق آیات کی تعداد 750 آیات ہیں قرآن سائنس کا مخالف ہوتا پھر 750 آیات کا کیا بنے گا"۔[1]

قرآن مجید کے تمام اکتشافات کا تقابل عصر حاضر کے مسلم نظریات سے کیا جائے، تو ان کے درمیان مطابقت نہایت واضح ہے۔اس بات میں کوئی شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ زمانہ قدیم میں مفسرین قرآن کی سائنسی تشریح اس طرح کرنے سے قاصر تھے جس طرح آج ہم کرسکتے ہیں، کیونکہ ہمیں ان چیزوں سے مدد ملتی ہے جو جدید معلومات ہمارے لئے فراہم کرتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال لکھتے ہیں کہ:

"The point to emphasise, however, is the Quran's general empirical attitude, which instilled in its followers a reverence for the actual and ultimately made them the founders of modern science. It was a great achievement to reawaken the empirical spirit in an age that dismissed the visible as meaningless in men's search for God".[2]

"یہاں توجہ طلب امر قرآن کریم کا وہ اختیاری مظاہر عالم کے مطالعہ اور مشاہدہ کی روش ہے، جس سے مسلمانوں کے اندر عالم واقعیت کا احترام پیدا ہوا اور جس کی بدولت آگے چل کر انہوں نے جدید سائنس کی بنیاد ڈالی۔ پھر یہ امر (بھی توجہ طلب ہے) کہ اختبار اور مشاہدے کی اس روح کو اس زمانے میں بیدار

[1] قاضی، سعید اللہ،، **سائنس کی تعلیم قرآن وحدیث کی روشنی میں**،(لاہور، مکتبہ تطہیر افکار، 1988ء)ص 5

[2] Dr Muhammad Iqbal, **The reconstruction of Religious Thought in Islam** , Lahore,DoDo press,1930 ,p.18.

کیا جب ذات الٰہیہ کی جستجو میں مرئی کو بے حقیقت سمجھتے ہوئے سرے سے نظر انداز کر دیا گیا تھا، ایسا کرنا (موجودات میں غور و فکر) کوئی معمولی واقعہ نہ تھا"۔

دعوتی اعتبار سے قرآن مجید ایک جدید سائنسی دور کا داعی اور علم بردار ہے جس نے اپنے مدعیین کو نئے نظریات سے آگاہ کر کے فکری دُنیا میں عظیم سائنسی انقلاب برپا کیا۔ چنانچہ اس حوالہ سے سورہ بقرہ کی یہ آیت کس قدر فراخ دلی کے ساتھ سائنسی حقائق کی طرف توجہ دلاتی ہے۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾[1]

"بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں رات اور دن کے ادلنے بدلنے میں اور ان کشتوں اور جہازوں میں جو کہ رواں دواں ہیں، سمندروں میں طرح طرح کے ایسے سامانوں کے ساتھ جو کہ فائدہ پہنچاتے ہیں لوگوں کو اور بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اتارتا ہے آسمان سے پھر اس کے ذریعے وہ زندگی بخشتا ہے زمین کو اس کے بعد کہ وہ مرچکی ہوتی ہے اور طرح طرح کے ان جانوروں میں جن کو اس نے پھیلا رکھا ہے زمین میں اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اور ہواؤں کی گردش میں اور ان بھاری بھر کم بادلوں میں جن کو مسخر اور معلق کر رکھا ہے اس نے آسمان اور زمین کے درمیان میں بڑی بھاری نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے صحیح طور پر کام لیتے ہیں"۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ فلکیات، بارش، ہوا، بادل، ندی، نہریں، معدنیات اور دیگر تمام طبیعی وصنعتی علوم کی تحصیل ضروری ہے، غور فرمائیں تو پتہ چلے گا کہ یہاں پر جن کشتیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ لوہا، کوئلہ اور بجلی کے محتاج ہیں۔ غرض اس آیت میں تمام اہم علوم کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔[2]

اس موقع پر بہت سے تمدنی فوائد کا بھی اثبات ہو رہا ہے۔ مثلاً اس موقع پر اہل دانش کی سند اُن لوگوں کو عطا کی جارہی ہے جو اجرامِ سماوی کی تخلیق میں غور کرتے ہیں، دن رات کے ہیر پھیر اور اُن کے اسرار و عجائب معلوم کرتے ہیں، دن رات کے ہیر پھیر اور اُن کے اسرار و عجائب معلوم کرتے ہیں،، ہواؤں کے ضوابط کا علم حاصل کرتے ہیں، بارش اور بادلوں کے اسرار معلوم کرتے ہیں۔

---

[1] البقراء:2/164

[2] ندوی، قرآن سائنس اور مسلمان، ص24

غرض ان تمام چیزوں کی حقیقت وماہیت اور اُن کے اسرار وفواہد کے جاننے اوراُن میں غور وفکر کرنے والوں کواس موقع پر "صاحب عقل" یا "اہل دانش" قرار دیا گیاہے۔[1]

مذکورہ مفسرین نے اس آیت کی معنویت کو واضح کرتے ہیں اور تمدنی، صنعتی اور طبعی علوم کی تحصیل کو ضروری قرار دیاہے اور قرآن مجید میں غور وفکر کرنے کی دعوت بیان کیاہے۔

قرآن مقدس میں غور وفکر کے لیے مشتقات اور اُن کی معنویت

الہامی صحائف میں قرآن مجید ہی وہ واحد کتاب ہے جو انسان کو کائنات اور نظام کائنات میں غور وفکر، عبرت وبصیرت اور تفکر وتدبر کے حصول کی دعوت دیتاہے۔ کائنات کے ذرہ ذرہ میں ارباب بصیرت کے لئے خالق کائنات کے وجود، اس کی واحدانیت، قدرت وربوبیت کے ناقابل انکار دلائل وبراہین موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ایسی آیات بکثرت ہیں جن میں اُسلوب بدل بدل کر کائنات میں غور وفکر، بصیرت وتدبر مشاہدے کی ترغیب، کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن مجید "انظر" "ینظرون" "تنظرون" "الناظرین" کے الفاظ استعمال کرتاہے۔[2]

فطری مظاہرات سے متعلق آیات کی تعداد 200 ہے۔ اسی طرح 770 آیات مختلف مقامات پر قرآن کے سائنسی مزاج کی عکاسی ہوتی ہے۔ شیخ طنطاویؒ نے قرآن میں سائنسی آیات کی تعداد 750 لکھی ہے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے ریڈر ڈاکٹر محمد شریف خان نے سائنسی مزاج کی عکاسی کرنے والی آیات کی تعداد 756 بتائی ہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد حقانی میاں ان کی تعداد 756 ہی بتائی ہے۔[3] اسی طرح شیخ احمد دیداتؒ نے ان کی تعداد سات سو بیس بتائی ہے۔[4]

فطری مظاہرات اور کائنات کے علم کا مطالعہ سے متعلق آیات حافظ حقانی، ڈاکٹر غلام جیلانی برق اور شریف خان کی تلاش کردہ آیات کی تعداد میں تقریبا موزونیت اور یکسانیت اس کے متعلق تحقیق کرنے والوں کے لیے باعث ہمت ہے۔

---

[1] جوہری، شیخ طنطاوی، **القرآن والعلوم العصریہ**، (مصر، مطبع نادر، 1377ھ) ص 25-26

[2] ڈاکٹر حافظ حقانی میاں، **قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن**، (کراچی، دار الاشاعت، 1999ء) ص 23

[3] قاسمی، مولانا، محبوب فروغ احمد، **اختلاف رائے اور وحدت امت**، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 2، جلد 100، فروری 2016ء۔
4/8/2022.1:04pm:https://www.erfan.ir/urdu/20527.html

[4] شیخ احمد دیدات، **اسلامی نظام زندگی قرآن اور عصری سائنس کی روشنی میں**، مترجم، مصباح اکرم، لاہور، عبد اللہ اکیڈمی، س ن، ص 69

جس کے معنی ائمہ لغات کے ہاں غور وفکر کے ہیں، اور یہ الفاظ قرآن مجید میں 130 مرتبہ آئے ہیں، اور 16 سے 20 مرتبہ آفاق اور انفس کے سیاق وسباق میں آیا ہے جس کے معنی "النظر تقلیب البصر والبصیرۃ لادراک الشئ ورؤیتہ ۔[1]

ینظرون۔ نظر مشاہدہ کرنا۔13 دفعہ ---------------یراؤن۔را۔ دیکھنا۔298 دفعہ[2]۔

یتفکرون، تفکر۔خیال کرنا۔18 دفعہ ----------------یعقلون۔ تعقل۔ سمجھنا51 دفعہ[3]۔

یفقہون۔ تفقہ، سمجھنا۔28 دفعہ ---------------یتدبرون۔ تدبر۔ سوچنا۔44 دفعہ[4]۔

قرآن مجید نے کائنات میں غور وفکر کرنے کے لیے مختلف اسالیب دعوت اپنائے ہیں، تاکہ انسان اس عالم میں غور وفکر کرکے ہدایت کی طرف گامزن ہوکر اخروی اور دائمی زندگی میں سرخرو ہوسکے۔

تذکر وتدبر وتفکر

تذکر کے معنی "یاد دہانی" کے ہیں اگر انسان کسی حقیقت کو بھلا ہو تو کسی دوسری چیز کے مشاہدہ سے بھولی ہوئی چیز پر تنبیہ حاصل کرلے تو یہ تذکر ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو متنبہ کرنے کے لیے قدم قدم پر شواہد پیدا کیے جن سے تذکر ہو قرآن مجید میں تفکر، تدبر اور تذکر کے الفاظ اس انداز میں استعمال ہوئے ہیں۔

:لِقوم یُتفکرون۔[5] لِقوم یعقلون ۔[6] لِقوم یذکرون۔[7]

فقہ

قرآن میں عقل کا ہم معنی لفظ "فقہ" استعمال ہوا ہے۔ عام طور پر فقہ دین کے ایک مخصوص شعبہ کا نام ہے قرآن وحدیث میں یہ لفظ عام معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

---

[1] اصفہانی، ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل الراغب،، **مفردات الفاظ القرآن**، (لاہور، شیخ شمس الحق، 1987ء،) ص497

[2] صالحہ فاطمہ، ڈاکٹر عاصم نعیم، **قرآن حکیم، انبیاء کرام کا طرز استدلال اور سائنسی طریق کار**، اص23

[3] ڈاکٹر غلام جیلانی برق، **قرآن اور سائنس**، ص334

[4] صالحہ فاطمہ، ڈاکٹر عاصم نعیم، **قرآن حکیم، انبیاء کرام کا طرز استدلال اور سائنسی طریق کار**، القلم، ISSN:2071-8683، ج20، شمارہ1 جون2015ء ص23

[5] سورہ النمل:11

[6] سورہ النمل:12

[7] سورہ النمل:13

اسی ترتیب کے بارے میں امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں :

"یہ عمدہ سے ادنیٰ کی جانب نزول ہے۔یعنی اعلیٰ صفت یہ ہے کہ انسان کائنات میں غور کرے۔یہ نہ ہو تو کم از کم عقل سے کام لے اور معقول بات کو سنے اور سمجھنے کی کوشش کرے اور کائنات کی اشیاء اسے جس منزل کی جانب متوجہ کر رہی ہیں۔ان کی یاددہانی سے فائدہ اُٹھائے [1]"۔

سورۃ النحل میں اسی مضمون میں تین الفاظ آئے۔

یسمعون [2]۔ یعقلون [3] ۔ یُفکرون [4]۔آئے ہیں۔تعقلوں 23 مرتبہ اور یعقلون کے الفاظ 20 سے زائد مرتبہ استعمال استعمال ہوئے ہیں [5]۔

عبرت

لفظ "عبرۃ" کے معنی کسی موقع و محل سے سبق حاصل کرنا ہے اس میں انسان مشاہدہ سے حاصل ہونے والے علم کے ذریعے اس کے معنی تک کھوج لگاتا ہے۔

مثلا ماضی کی قوموں کی بداعمالیوں کی وجہ سے بربادی کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم کے لیے ان نشانیوں میں سبق پوشیدہ ہیں جن سے وہ عبرت حاصل کریں ارشاد ربانی ہے :

﴿لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ [6]

"ان (انبیاء امم سابقینُ) کے قصہ میں سمجھداروں کں کے لیے عبرت ہے "۔

قرآن مجید جب دلائل آفاق و انفس کا ذکر کرتا ہے تو سمع و بصر اور عقل ہی کے استعمال کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ تدبر کے علاوہ تذکر، تفقہ اور عبرت پذیری کے مطالعے کی بھی دعوت دیتا ہے کہ انسان صرف مادی فوائد حاصل نہ کرے بلکہ معرفت الٰہی کی طرف متوجہ ہو۔

---

[1] اصلاحی، امین احسن، **تدبر قرآن**، (لاہور، فاران فا"نڈیشن, 2000), 642/3

[2] سورہ النمل: 25

[3] سورہ النمل: 26

[4] سورہ النمل: 27

[5] عبدالباقی، فواد، **المعجم المفھرس لالفاظ القرآن الکریم**، (بیروت، دار صادر) ص 468

[6] سورہ یوسف: 111

عصر حاضر میں سائنسی تفسیر کی معنویت

دعوت دین میں سائنسی تفسیر کی افادیت عصر حاضر کے پیش آمدہ مسائل کا حل کلام اللہ کی روشنی میں جس اسلوب سے پیش کرتی ہے وہ اس کی خصوصیت ہے۔ نئی نسل مغربی اور لادینی افکار و نظریات سے متاثر اور دور حاضر کے پیش آمدہ مسائل میں گھری ہوئی تھی اس کو سائنسی تفسیر نے حُسن اسلوب سے حل کیا ہے۔ اس رجحان کی تفسیر سے ہر اہل علم فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ ایک طرف اگر عام تعلیم یافتہ طبقہ کے لیے بیش بہا تحفہ ہے تو وہیں علماء کرام کے لیے بھی یہ نعمت عظمیٰ کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً جدید سائنسی ذہن اس سے بہت متاثر ہوا۔اسی بناء پر کئی مفسرین نے نئی نسل کو دعوت دین کے لئے اس رجحان کو اپنایا جس سے کافی اثرات مرتب ہوئے۔ قرآن فہمی کے حصول کے لیے یہ ایک قیمتی اثاثہ ہے۔اس کی وجہ سے قرآن مجید کا جو ذوق پیدا ہوا وہ سائنسی تفسیر کی مرہون منت ہے۔[1]

دنیا کے علم اوّل کی طرف "علوم الاسماء" میں انسان کو دعوت اور اس کی افادیت

بنی اٰدم کو جس علم کی سب سے پہلے دعوت دی گئی، وہ علم شریعت کا نہیں بلکہ "علم فطرت" کی دعوت تھی ،اس کو قرآن نے "علم اسماء" کے نام سے پکارا ہے۔اس کی سائنسی تفسیر علم مظاہر کائنات سے کی جاسکتی ہے، امام شاہ ؒ نے اسی کو"علم التذکیر بآلاء اللہ[2]" کہا ہے[3] ۔یعنی تمام موجودات عالم اور اُن کی خصوصیات و امتیازات کا علم، موجود دور میں سائنس جن چیزوں سے بحث کرتی ہے وہ موجودات عالم ہیں، جو باتیں بیان کرتی ہے وہ یہی "اشیاء کے آثار و خواص" ہیں۔ ارضیات، فلکیات، حیاتیات، طبیعیات، کیمیا وغیرہ تمام سائنسی علوم کا دائرہ مادی چیزوں اور اُن کی خصوصیات ہی کر گرد گھومتا ہے[4]۔

---

[1] *Saddaqat Hussain*, Dr Amjid Hayat **A Concordal Review of Scientific Way of Preaching of Quran and its Contemporary Significance,**Al-Wifaq,Decmber 2021,Vol:4issue:1

[2] اس سے مراد قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے عبرت و نصیحت کے لیے سابقہ انبیاء علیہم السلام،ان کی امم اور جو دیگر سابقہ واقعات بیان فرمائے ہیں ان سے متعلق آیات میں بیان کیا گیا علم ہے اصل میں قرآن کتاب تذکیر ہے،اس نے اپنے لیے ذکر ،تذکرہ، اور ذکری کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ تذکیر کا مطلب ہے یاد دہانی کرانا۔اس کا ذکر سورہ ابراہیم کی آیت پانچ میں بیان ہوا ہے۔"وذکر بایام اللہ "ایسے حقائق جو انسان کے علم میں تو ہیں اور وہ ان سے بالکل نامانوس نہیں ہے، لیکن کسی وجہ سے ان سے غفلت کا شکار ہو گیا ہے۔(شاہ ولی اللہ،الفوز الکبیر،ص29)

[3] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**،(کراچی،ادارہ اشاعت اسلام،اکتوبر2003ء)ص375

[4] ندوی، **اسلام اور جدید سائنس**،(لاہور، مکتبہ، تعمیر انسانیت، طبع،1993ء)، ص19

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾[1]

"اور سکھائے آدم علیہ السلام کو تمام آسماء(موجوداتِ عالم کے کے نام اور اُن کی خصوصیات) بتادئے"۔

لفظ "آسماء" اسم کی جمع ہے جس کا مفہوم اردو میں "نام" کے لفظ سے کیا جاتا ہے[2]۔ لیکن عربی میں اس سے مراد "علامت" کے ہیں۔اسم الشيء علامته [3]۔اسی طرح کسی ایسی خصوصیت کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس سے کسی چیز کی شناخت کی جاسکے،(الاسم مایُعانورف به ذات الشئ[4]۔ پس اس لحاظ سے "اسماء" کے معنی "علامتوں یا شناختوں کے ہوئے، اور چیزوں کی علامتوں سے مراد چیزوں کے آثار وخواص ہیں۔ اکثر مفسرین کے ہاں اس سے مراد دُنیا بھر کی تمام چیزیں اور اُن کے آثار وخواص ہیں، گویا کہ آدم اور بنی آدم کو سارے تکوینی علوم دیئے گئے تھے۔ عصر حاضر میں ان خواص کو "طبعی خصائص یا" Physical properties" کہا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس سے مراد وہ چیزیں جن سے لوگ متعارف ہیں مثلاً چوپائے، آسمان، زمین، سمندر وغیرہ[5]۔

یہ عبارت حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں ہے جس کی علامہ طنطاوی اس کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں.

"والهمه المعرفه ولاختراع،وسائر الصناعات وهو متى عرف الالفاظ كلهاعرف المعانى كلها[6]"

"جن میں سب سے اہم علم، ایجاد اور دیگر صنعتیں ہیں، وہی ہے جو تمام الفاظ کو جانتا ہے اور تمام معانی جانتا ہے۔"۔

الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم اور تفسیر البیضاوی کی سائنسی تفسیر کے مطابق اس علم کی وسعت اور اُس کے اقتضاء میں تمام وعلوم وفنون بھی داخل ہیں جن کو عصر حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی کہا جاسکتا ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی سے مراد مادہ اور اس کی قوتوں کو جاننا اور اس سے مستفید ہونا۔

علم اسماء یا دوسرے لفظوں میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں مہارت حاصل کئے بغیر موجودہ دور میں سائنسی تفسیر کی افادیت کے تقاضا تب تک پورے نہیں ہوسکتے ہیں، جب تک علم اسماء کی تحقیق کرکے اصل میں خدا کے کاموں کی دعوت کو یا خدا کی پیدا کردہ تخلیقات میں غور وفکر اور تدبر کی کوشش کرکے، کائنات میں پوشیدہ رازوں

---

[1] بقراء:2/31

[2] ندوی، **اسلام اور جدید سائنس**،، ص17

[3] مجد الدین فیروز آبادی، **القاموس المحیط**، (بیروت، دارالفکر)4/ 344

[4] اصفہانی، **مفردات الفاظ القرآن**، 1/315

[5] ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، (قاہرہ، دار طیبہ، مصر1999ء،)1/73

[6] الشیخ طنطاوی جوہری، **الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم**، (مصر1350ھ)1/ 52

کی نقاب کشائی کرکے، جدید منطقی ذہن، مشرک اور بے دین لوگوں کی راہنمائی نہ کی جائے، جن کو مظاہر کائنات کے سمجھنے میں دھوکا ہوا جن سے اُنھوں نے غلط نتائج اخذ کرتے ہیں۔

جس طرح قدیم چیزوں کے بارے میں معلومات "علم اسماء" میں داخل تھی اسی طرح جدید سے جدید تر چیزوں سے واقفیت بھی علم اسماء میں داخل ہے بلکہ قیامت تک کی چیزیں اس میں داخل ہیں۔ علم اسماء کی تحقیق کا سب اہم فائدہ معرفت الٰہی کا حصول ہے، یعنی نظام ربوبیت کی تحقیق کے نتیجے میں اللہ تعالٰی کے لازوال صفات، واحدنیت، قدرت، علم ازلی، حکمت و مصلحت، مخلوق پروری، رحمت، اور اس کی عجیب و غریب منصوبہ بندی وغیرہ کا پورا مشاہدہ بھی ہو جاتا ہے جو وحدت الشہود کی منزل ہے، اور اس منزل تک پہنچ جانے کے بعد انسان فکری اعتبار سے بھٹکنے کا موقع نہیں رہتا ہے۔

قرآن کی اس دعوت سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ علم دین اور علم فطرت میں اصلاً کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے کیونکہ دونوں کا ایک مبدا ہے۔ وہ قرآن مجید ہے۔ ان سائنسی آیات کریمہ کا منشاء یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد یعنی مسلمان دُنیا کی تمام چیزوں کا علم حاصل کریں اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق دینی دینوی ہر حیثیت سے عالم انسانی کی رہنمائی کریں۔

عجیب بات ہے کہ ہم قرآن مجید کی ان آیات مقدسہ کو پڑھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اس بات پر فخر کرتے ہیں کہ ہمارے جد امجد نے فرشتوں کے سامنے تمام اسماء کو گنا کر اپنی برتری ظاہر کر دی اور اپنی فضلیت کا سکّہ بٹھا دیا۔ مگر یہ کوشش کبھی نہیں کرتے اپنے باپ کا یہ علم حاصل کر کے صحیح معنی میں اس کے وارث بنیں اور اس میدان میں اقوام عالم پر اپنی فضیلت و برتری ثابت کرنے کی کوشش کریں، جب کہ دوسری قومیں یہ علم صحیح طور پر حاصل کر کے نہ صرف آفاق عالم پر اپنی برتری کا جھنڈا لہرائے ہوئے ہیں بلکہ زندگی کے ہر میدان میں ہم کو نیچا دکھا رہی ہیں۔

مگر آج کے مسلمانوں کے سامنے جب چیزوں کے نام یا مظاہر کائنات کا تذکرہ آتا ہے تو وہ یا تو وحشت زدہ ہو جاتے ہیں یا اُن کو غیر اسلامی یا غیروں کا علم قرار دے کر آنکھیں بند کر لیتے ہیں، حالانکہ یہ سب اشیاء، ان کے خواص اور اُن کی کارکردگیاں انہیں ازبر ہونا چاہیے تھا۔ قرآن کی اس آیت کریمہ سے وہی صحیح افادیت حاصل کر سکتے ہیں جو غور کریں کہ وہ اپنے باپ کے اس علم سے کہاں تک بہرہ ور ہیں اور خلافت ارض کے تقاضوں کو کہاں تک پورا کر رہے ہیں[1]"۔

---

[1] ندوی، مولانا محمد شہاب الدین، **اسلام اور جدید سائنس**، ص 21

یہ تین جگہیں ایسی ہیں جہاں پانی آپس میں نہیں ملتے ہیں۔ ایک جگہ جبل طارق ہے دوسری افریقہ ہے جبکہ تیسری جگہ گلف آف الاسکا ہے۔ یہ تینوں جگہیں ایسی ہیں جہاں پر دو الگ سمندر ملتے ہیں لیکن ان کا پانی آپس میں نہیں ملتا ہے۔ حدیں بر قرار رکھتے ہیں۔

سائنسی تفاسیر کا ارتقاء

آغاز نزول وحی کے ادوار میں بعض صحابہ کا تکوینی وسائنسی رجحان رہا ہے سائنسی آیات کی تشریح اُس وقت کے معاصر معلوم سائنسی و تکوینی علوم کے ضمن میں صحابہ کو سمجھا گیا۔ مفسرین میں امام رازیؒ نے سائنسی اسلوب کو اپنی تفسیر میں جگہ دی۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ سائنسی وعلمی علوم تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور ان میں یکسانیت تلاش کرنا ایک مشکل امر ہے، اسلام کے ابتدائی دور میں قرآنی آیات جو دین اسلام کے حقائق فطرت کی طرف انسانی ذہن کو توجہ دلاتی ہیں، ، یا صرف علمی وسائنسی علوم پر مشتمل ہیں، ان کی تشریح وتوضیح سائنسی اُسلوب میں کی جاتی ہے۔ صحابہ اکرام نے چاند کو دیکھ کر پوچھا کہ اللہ کے نبی ﷺ یہ کیوں بڑھتا ہے؟

اگر اُس وقت اُن کو اس کو جواب بتا دیا جاتا تو وہ سائنسی علوم نہ ہونے کی وجہ اس کو سمجھ نہ سکتے کہ چاند کا زمین کے گرد گھومنے کی کی وجہ اس کی ایک طرف زمین کی طرف رہنا ہے، ایک مہینہ کی محوری حرکت اور زمین کا اس کے گرد گھومنے کا عرصہ دونوں میں نظر آتا ہے۔ چاند کی اس دوہری حرکت کی وجہ سے یہ گھٹتا بڑھتا ہے۔ اس لئے اس عہد میں اُمت کا ذہین چاند کے گھٹنے بڑھنے کی بجائے اس کے مقصد کی طرف لگا دیا کہ یہ تقویم کے لئے ہے۔ یعنی کہ اس وقت کا حساب کتاب کیا جاتا ہے۔ لیکن انسان چاند پر پہنچ گیا اب اس کے لئے جاننا ضروری ہو گیا یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے؟ یوں انسان کو اس کو جواب اسے صدیوں بعد ملا۔ تمام علوم سائنسی، فنی اور سماجی کی اساس وحی الہیٰ ہے۔

بنیادی طور پر علم دو قسم پر ہے ایک قطعی جو وحی الہی پر مشتمل ہے اس کی مثال دعوت و تبلیغ، حلال و حرام کا علم جس کا حصول فرض عین ہے۔ اور دوسرا ظنی جو تجربہ اور مشاہدہ پر مشتمل ہے، اس کی مثال علم طب اور علم میکانیات وغیرہ ہے اس کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔ دونوں علوم انسانی زندگی اور معاشرے کے لیے مفید ہیں[1]۔

[1] فاروقی، ڈاکٹر محمد یوسف، فنی، **سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں**، فکر و نظر اسلام آباد، ج50 شمارہ 2 (یہ تعریف امین خولی کی ہے۔ جس کو انہوں نے کتاب: التفسير معالم حياته ومنهجه اليوم میں ذکر کی ہے)۔

پہلی صدی ہجری تا چوتھی صدی ہجری تک سائنسی تفسیری رجحان

قرآن مجید کی سائنسی وعلمی آیات کے مطالعہ سے کئی مقامات پر ایسی تفسیری روایات ملتی ہیں کہ جن میں اس وقت کے معلوم سائنسی، اُصول و نظریات، اور مشاہدات ملتے ہیں۔ مثلاً" تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس [1]" میں عبد اللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سائنسی انداز اختیار فرماتے ہیں۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ [2]

"کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"۔

اس آیت کے ضمن میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ

"لم تنزل منها قطرة من مطر ولم ينبت على الأرض شيء من النبات ملتزقاً بعضها على بعض"

آسمان اور زمین پہلے بند تھے یعنی بارش نہیں ہوتی تھی نہ زمین میں کچھ پیداواری صلاحیت تھی کہ وہ اناج پیدا کرتی۔ پھر خالق کائنات نے دونوں کو کھول دیا، آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین پیداوار پیدا کرنے لگیں۔ رتق ابتدائی طور پر ہوتا ہے اور فتق حادث ہے جو کہ رتق کے بعد ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بارش سے صرف نباتات ہی نہیں پیدا ہوتے بلکہ تمام جانداراشیاء کی پیدائش پانی سے ہوئی ہے۔ بلاواسطہ ہو یا بواسطہ ہر حالت میں پانی سے پیدا کی گئی ہیں [3]۔

عہد جدید کے سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے کہ ہر جاندار چھوٹے چھوٹے خلیوں سے مل کر بنتا ہے اور ہر خلیہ کے اندر مادہ حیات (پروٹوپلازم) پایا جاتا ہے جس میں 80 فیصد پانی ہوتا ہے۔ لہذا ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے کا مطلب یہ بھی ہے کہ ہر جاندار کا مادہ حیات پانی پر مشتمل ہے [4]۔

---

[1] یہ تفسیر اصل میں عربی میں ہے جس کے مؤلف ابو الطاہر محمد بن یعقوب الشیرازی ہیں اس میں انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایات کو تفسیر القرآن کی مناسبت سے جمع کیا ہے، پھر اس تفسیر کا اردو ترجمہ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی (817ھ) نے کیا۔

[2] الانبیاء: 30/21

[3] الفیروز آبادي، **تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس**، الناشر دار الکتب العلمیة، سنة النشر، نادر، مکان النشر لبنان، 1/270

٭ سیوطی، امام جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**، (الھیئة المصریہ العامة الکتاب، 1976ء)، 15 / 248، 247

[4] حیوانات ونباتات کے اجسام نہایت درجہ ننھے ننھے خانوں پر مشتمل ہوتے ہیں، جن کو خوردبین سے دیکھا جاسکتا ہے۔ ان خورد بینی خانوں کو "خلیے" (cells) کہتے ہیں۔ ان ہی خلیوں میں پروٹوپلازم ((نخرمایہ) جیلی نما لچکدار اور زندہ ومتحرک مادّہ بھرا رہتا ہے)، اور ہر دو خانوں کے درمیان ایک پتلی دیوار حائل رہتی ہے، اس لحاظ سے ہر خانہ زندگی کی ایک اکائی یا بنیادی اینٹ ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے۔

((كان القمر يضيء كما تضيء الشمس، والقمر آية الليل، والشمس آية النهار { فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ } السواد الذي في القمر))[1]

"چاند بھی سورج کی طرح روشن ہے اور چاند رات کی نشانی ہے اور سورج دن کی، پس ہم نے رات کی نشانی چاند میں رکھی"۔

یہ آیت آج کے جدید سائنسی دور سے مطابقت و موافقت رکھتی ہے۔

ڈاکٹر ہند شلبی کے بقول یہ معاصر فکر نہیں بلکہ تب سے موجود ہے جب سے یونانی فلسفیانہ علوم فکر اسلامی میں داخل ہوئے اور ابن رشد و دیگر مسلم فلاسفہ کے ہاں فلسفہ اور شریعت میں موافقت کی تحریک نے جنم لیا تھا[2]۔

اس دُنیا میں اللہ کریم نے انسان ناطق کو پیدا کیا اور اس سے نفع اُٹھانے کے لیے انسان کی راہنمائی احادیث نبویہ اور آیات کریمہ سے فرمادی۔ ایسے میں مذہب بیزار طبقہ یا مذہبی انتہا پسند گروہ، ہر ایک کو سائنس سے فائدہ اٹھانا پڑتا ہے۔ اس طرح کی دوسری سائنسی روایات سے مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی آیات کی سائنسی علم کی بنیاد پر شرح و تفسیر کا رجحان نیا نہیں بلکہ متقدمین کے ہاں بھی اس کے آثار موجود ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اسلاف المفسرین کے ہاں قرآن فہمی میں معلوم سائنسی نظریات سے معاونت حاصل کی جاتی رہی ہے۔

پانچویں صدی سے دسویں صدی ہجری

پہلے شخص امام غزالیؒ ہیں، جنہوں نے سائنسی تفسیر کے بارے میں بہت واضح لکھا۔[3]

صاحب اردو دائرہ معارف اسلامی کے مضمون نگار نے امام غزالیؒ سے قبل کی تحقیق دیگر کُتب میں تو کی ہوگی لیکن تفاسیر کی طرف التفات نہیں کیا، اگر مدارت کرتے تو صحابہ میں یہ بات نظر آجاتی، ہاں یہ ہے کہ پہلی صدی ہجری کے آغاز سے لیکر پانچویں صدی ہجری تک، تفسیری روایات کی قرات کے باوجود لوگ ان تفاسیر کو سائنسی تفاسیر نہیں سمجھتے تھے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ تب تک سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی۔

اس کی دوسری وجہ قرآن فہمی کے لیے تفسیر لکھی اور پڑھی جاتی تھی۔ اس کے بعد تفسیر کو سائنسی علم کے ضمن میں پڑھا جانے لگا۔ ساتویں صدی میں بھی تکوینی علوم کو صرف قرآن فہمی کے طور پر پڑھا جاتا تھا۔

---

[1] ابن کثیر، محمد بن اسمعیل، **تفسیر القرآن العظیم**، (قاہرہ، دار طیبہ، مصر 1999ء)، 5/50

[2] ڈاکٹر، ہند شلبی، **التفسیر العلمی للقرآن الکریم**، (تیونس، المساہم تیونس، 1985)، ص 44

[3] **اردو دائرہ معارف اسلامی**، جامعہ پنجاب، لاہور، موضوع تفسیر، 6/503

امام فخر الدینؒ نے ساتویں صدی ہجری میں تفصیل کے ساتھ سائنسی تفسیری رجحان کے ساتھ مفاتیح الغیب کو لکھا۔ امام موصوف نے علوم طبعی اور جدید علوم کو اپنی تفسیر میں بہت زیادہ جگہ دی، بالخصوص علم فلکیات پر تفصیل سے لکھا، اس کے بعد سائنسی تفسیر لکھنے کا رجحان متعارف ہو گیا، ہر مفسر نے امام رازی کی تقلید کرتے ہوئے اپنی تفسیروں میں تھوڑا بہت ضرور لکھا۔ بعض نے حوالے دیئے اور بعض نے بغیر حوالے کے نقل کر دیا، جو لوگ سائنسی تفسیر کے مخالفین میں سے تھے انہوں نے بھی سائنسی حوالے سے امام رازی کے تفسیری نکات نقل ضرور کیے ہیں۔ یوں نہ چاہتے ہوئے بھی سائنسی تفسیر رجحان کی چھاپ مخالفین پر پڑی۔

انہوں نے علمی و سائنسی آیات کی توضیح میں فہم القرآن کی خاطر بہت طویل کلام کیا ہے۔ جس کی وجہ سے اہل علم کو یہ کہنا پڑھا کہ مفاتیح الغیب میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے، پس یہاں سے تفسیر کے سائنسی رجحان کی مخالفت کی بنیاد شروع ہوئی۔ اردو دائرہ معارفِ اسلامی کے علاوہ امین الخولیؒ، محمد الصباحؒ، فہد بن عبد الرحمنؒ، محمد حسین الذہبیؒ نے بھی امام غزالیؒ کو سائنسی تفسیر کے پہلے مؤیدین میں شمار کرتے ہیں۔ امام غزالی نے سب سے پہلے احیاء العلوم میں اور پھر الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم میں اس پر لکھا۔[1]

ابو الفضل المرسیؒ نے غزالیؒ سے پہلے تقریباً پونا صدی پہلے سائنسی تفسیر کے بارے میں لکھا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ شاید اہل تحقیق تک ان کی تصانیف نہ پہنچ سکی ہو، یا کسی صاحب تحقیق نے امام غزالیؒ کو محقق اول لکھ دیا ہو۔ پھر بعد میں سب نے اس کی تائید کر دی ہو اور ابو الفضل مرسی کا نام نہ گنا ہو۔[2]

امام سیوطیؒ نے الاتقان فی علوم القرآن میں ابو الفضل المرسیؒ کے حوالے سے بہت سے اقتباسات پیش کیے ہیں، جن سے قرآن فہمی کے سائنسی ذہنی رجحان کا پتہ چلتا ہے۔ پانچویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے علماء جنہوں نے سائنسی تفسیر پر کام کیا۔ ابو الفضل المرسیؒ (425ھ)، ابو حامد امام غزالیؒ (505ھ)، امام فخر الدین الرازیؒ (606ھ)، امام بدر الدین زرکشیؒ (794ھ)، امام جلال الدین السیوطیؒ (911ھ)۔ امام غزالیؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب احیاء العلوم میں فرماتے ہیں کہ امام غزالیؒ کے بقول قرآن حکیم 77200 علوم پر مشتمل ہے اور یہ تعداد اس لئے ہے کہ قرآن مجید کے کلمات کی تعداد یہی ہے اور ہر کلمہ چار پہلوؤں یعنی ظاہر، باطن، آغاز اور انتہا کا حامل ہوتا ہے اس لحاظ سے قرآن مجید کے ان علوم کی تعداد بڑھ کر چار گنا ہو جاتی ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ قرآن مجید وہ

---

[1] الذہبی،، **التفسیر والمفسرون**، (کراچی، ادراہ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان)، 3/140

[2] ڈاکٹر لطیف خان، **برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات (منتخب تفسیری ادب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ**(، ص232

بحر محیط ہے جس سے اولین وآخرین کے علم کی شاخیں پھوٹتی ہیں۔قرآن مجید میں جملہ علوم شامل ہیں جن میں طب ، نجوم، ہیت، تشریح الاعضاء، سحر، اور دیگر علوم ہیں[1]۔

آٹھویں صدی ہجری میں امام زرکشیؒ نے کُتب سابقہ سے استفادہ حاصل کرکے "البرہان فی علوم القرآن "لکھی، جس میں انہوں نے یہ تحریر کہ کتاب اللہ میں اوّلین اور آخرین کا علم موجود ہے اور ہر چیز کا استخراج اللہ کی کتاب سے ممکن ہے۔اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ابو الفضل مرسی اور امام غزالیؒ نے سائنسی تفسیر کے حق میں لکھا۔برہان میں ایک فصل "فی القرآن علم الاولین وآخرین" کے موضوع پر قائم کی[2]۔

آٹھویں صدی ہجری ہی میں ابن قیم الجوزیہؒ نے "مفتاح دار السعادۃ" میں اس سائنسی تفسیر کی متعدد مثالیں دی ہیں۔آٹھویں صدی ہجری ہیں میں علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر قرآن العظیم کو سائنسی نکات سے مزین کرکے تفسیر کو بالماثور و بالرائے بنایا۔

﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾[3]

"اور وہ (اصحاب کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے"۔

امام ابن کثیرؒ نے اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ تین سو شمسی سال تک غار میں سوئے رہے اگر قمری لگائیں تو تین سو نو سال بنتے ہیں۔ سلطان بشیر محمود[4] اس تفسیر کے ضمن میں کہتے ہیں میں نے تین سو شمسی سالوں کا سکینڈ کا حساب لگایا تو وہ حیرت انگیز طور پر برابر نکلے[5]۔نویں صدی ہجری میں نظام الدین القمی نے نیشاپوریؒ(850ھ) نے اپنی "تفسیر غرائب القرآن ورغائب الفرقان" میں اس سائنسی تفسیر کی حمایت کی[6]۔

---

[1] غزالی، ابو حامد محمد، **احیاء العلوم الدین**، (کراچی، دار اشاعت، س ن)1, 1/289۔

[2] زرکشی، بدر الدین محمد بن عبد اللہ، **البرہان فی علوم القرآن**، تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، (داراحیاء الکتب العربیہ، بیروت لبنان، 1957ء)، 1/181

[3] الکہف:18/25

[4] سلطان بشیر محمود، (ستارہ امتیاز)1940ء(تاحیات) کو امر تسر انڈیا میں پیدا ہوئے۔نیو کلیئر انجیرنگ میں آپ نے کئی ایجادات کی ہیں۔پاکستان اٹامک انرجی کمیشن کے سابقہ ڈائریکٹر جنرل ہیں۔اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے آپ نے قرآن و سائنس، حیات بعد الموت اسلامی تصوف پر مفید کام کیا ہے۔سائنسی تفسیر پر آپ کی تین تصانیف ہیں۔جن میں کتاب زندگی، کتاب رحمت ا، قرآن مجید ایک چیلنج ایک سائنسی معجزہ، قیامت اور حیات بعد الموت قرآن مجید کے نئے نئے سائنسی معجزات ، اسلام کا ہمہ گیر نظام صحت اور فطری طریقہ علاج،، اور The Spriit of The Holy Quran شامل ہیں۔(بحوالہ سلطان بشر محمود، کتاب رحمت، اسلام آباد ، دارالحکمت، انٹر نیشنل، سن اشاعت، 2017ء ص229۔)

[5] سلطان بشیر محمود، **قرآن پاک ایک ابدی معجزہ**، (اسلام آباد، القرآن حکیم ریسرچ فاونڈیشن، 60-سی ناظم الدین روڈ F-8/ ط، 4، جولائی 2011ء)ص 164

[6] نیشاپوری، نظام الدین القمی ، **غرائب القرآن ورغائب القرآن**، دارالکتاب العلمیہ بیروت، 1416ھ م)، ص 330۔اس کتاب میں جگہ جگہ یہ اقتباسات دیکھے جا سکتے ہیں۔

ان کے ہی معاصر علامہ جلال الدین السیوطیؒ [1] نے "الاکلیل فی استنباط التنزیل" میں بھی واضح الفاظ میں سائنسی تفسیر کا اظہار کیا ہے، اپنی کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں امام زرکشیؒ کی تائید کرتے ہوئے قرآن مجید کے علوم میں سائنسی علم کا ایک مستقل باب باندھا ہے، اپنے الفاظ کی تائید اور ثبوت میں الاتقان میں کئی قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا حوالہ بھی نقل فرماتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں کسی چیز کا ذکر کرنا نظر انداز فرماتے تو اس میں ذرہ، رائی کے دانے اور مچھر کا ذکر ہرگز نہ فرماتے [2]۔

گیارہویں صدی ہجری تا حال:

گیارہویں صدی ہجری سے تیرہویں ہجری تک سائنسی تفسیر پر کوئی خاص قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ تیرہویں صدی ہجری میں محمد بن احمد الاسکندرانی [3] کا نام قابل ذکر ہے، ان کی کتاب "کشف الاسرار النورانیہ القرانیة فیما یتعلق بالاجرام السماویّہ والارضیة والحیوانات نباتات ولجواہر المعدنیة "۔ یہ کتاب بھی محمد بن احمد الاسکندرانی کی ہے، جس میں فلکیات، ارضیات، حیوانات، نباتات، اور معدنیات کے بارے میں قرآنی آیات کی تفسیر موجود ہے۔ ایک کتاب" تبیان الاسرار الربانیة فی النباتات والمعادن والخواص الحیوانیة "لکھی ۔اس کتاب میں نباتات کے خواص اور حیوانات کی عادت اور اطوار کی معلومات درج کی۔ [4]

اسی دور میں ابرہیم فصیح البغدادی نے "ہیت جدیدہ من بعض آیات والاخبار "کے نام سے رسالہ تحریر کیا۔ اس رسالہ میں انہوں نے اس وقت تک کی جدید سائنس اور قرآن مجید کی آیات میں تطبیق تحریر کی تھی۔ یہ رسالہ متقدمین اور متاخرین کے درمیان ایک پُل کا کام کرتا ہے۔ اسی دور میں عبدالرحمن کو بکی [5] نے "طبائع الاستبداد ومصارع الاستبعاد" لکھی [1]۔

---

[1] عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد سیوطی 225ء / 869ھ کو پیدا ہوئے۔ پانچ سال کے تھے والد کی وفات ہوگئی۔ قاہرہ مصر میں پرورش پائی۔ دریائے نیل کے قریب المقیاس میں اپنی اکثر تصانیف لکھی۔ 911ھ / 1505ء کو وفات پائی۔ (الالی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعہ، حافظ جلال الدین سیوطی، دار الکتاب العلمیہ بیروت، س ن، 2/66)

[2] سیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن**، 4/38۔

[3] الاسکندرانی دمشق کے ماہر طب میں سے تھے آپ بحری فوج میں کام کرتے تھے، آپنے 1256ھ کو سکندریہ سے دمشق کی طرف سفر کیا، آپ کی تین تصانیف بہت مشہور ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ آپ نے 1306ھ کو دمشق میں وفات پائی۔ (الاعلام الزرکلی، ج6، ص21)

[4] **تاریخ التفسیر والمفسرون**، 2، 365/۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، تفسیر، 6/504

[5] عبدالرحمن بن احمد بن مسعود الکواکبی 1855ء کو حلب میں پیدا ہوئے اور 13 جولائی 1902 کو 56 سال کی عمر قاہرہ میں وفات پائی۔ آپ کا شام کے ایک قدیم علمی گھرانے سے تعلق تھا۔ اس خاندان کا ایک علمی مدرسہ تھا جسکا نام "المدرسة الکواکبیہ" تھا، اسی سے آپ کی کنیت مشہور تھی۔ ماہناۃ "الشہباء" رسائل جاری کیا جو خاصی شہرت کا حامل رہا۔ کی دو مشہور کتابیں "ام القریٰ اور طبائع الاستبداد" نے شہرت حاصل کی۔

ان کتب نے سائنسی تفسیر اُسلوب کو ایک نیا موڑ دیا اور سائنسی تفسیر کو تقویت ملی، یہ وہ دور تھا جب مستشرقین نے قرآن مجید پر اعتراضات اور شک وشبہات کو کتابی شکل میں مرتب کر کے اُمت کو قرآن مجید کی حقانیت سے دور کرنے کی کوشش شروع کی ہوئی تھیں۔ مستشرقین کا جواب دینے کے لئے مسلم مفکرین میں سے مصر کے علامہ طنطاوی، شیخ محمد عبدہ، اور انکے شاگرد محمد مصطفیٰ المراغی اور سید رشید رضا، برصغیر سے سرسید احمد خان کے نام قابل ذکر ہیں۔ تفسیر جواہر القرآن کے علاوہ ان تفاسیر میں سائنسی بحثیں بہت کم اور عقلیات پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ جو بات عقل میں نہیں آتی اس سے انہوں نے انکار کر دیا۔ ان کی تفاسیر کو سائنسی تفسیر تو نہیں کہا جاسکتا البتہ کلامی تفسیر میں ان کا نام آ گیا۔

علامہ طنطاوی جوہریؒ کا سائنسی تفسیری رجحان:

شیخ طنطاویؒ نے 26 جلدوں میں " الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم " لکھی[2]، موصوف جس چیز کو سائنسی علم سمجھتے تھے۔ اُس میں ہر وہ بات لکھ دی،، جیسا کہ انہوں نے علم الاعداد، علم جمل، علم جفر کو سائنسی علم لکھا ہے۔ علامہ طنطاویؒ نے الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم لکھی تو پوری عالم اسلامی میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ علامہ طنطاویؒ کا طریقہ تفسیر یہ تھا کہ پہلے آیات کی مختصر لفظی تفسیر لکھتے ہیں اور پھر اس پر لمبی چوڑی بحث کرتے ہیں۔ اس بحث کو انہوں نے "جواہر" کا نام دیا۔ اس تفسیر کو لکھنے کے لئے اُن کے پاس سائنسی علم نہ تھا، اس علم کو حاصل کرنے کے لئے وہ میڈیکل کالجوں اور مختلف یونیورسٹیوں میں سائنسی علم حاصل کرنے کے لئے گئے ہیں۔ پھر اس علم کو اپنی تفسیر کا حصہ بنایا۔ تاہم علامہ طنطاوی کو اس تفسیر کو لکھنے کے لئے بہت زیادہ محنت کرنی پڑی[3]۔ اگرچہ علامہ طنطاویؒ کو عرب دنیا کی تنقید کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ انہوں نے قرآن کی دعوت کو سائنسی انداز میں بیان کر کے ایک عظیم سعی کی ہے۔

---

[1] **تاریخ التفسیر والمفسرون**، 2، /365۔ اردو دائرہ معارف اسلامی، تفسیر، 6/504

[2] الشیخ طنطاوی 1865ء کو مصر میں فرعونی آثار کے قریب ضلع شرقیہ کے مضافات میں پیدا ہوئے زراعت سے منسلک رہے، قرآن مجید حفظ کیا اور پھر جامعہ الازہر میں شافعیؒ کی فقہ کا علم حاصل کیا، پھر دارالعلوم مصر میں داخلہ لیا اور سائنس کا علم حاصل کیا، مدرس بھی رہے، اور 1924ء میں تدریس چھوڑ کر تصنیف میں مشغول ہو گئے۔ 12 جنوری 1940ء کو قاہرہ وفات پائی۔ (دراسہ ونصوص، الشیخ طنطاوی جوہری، جامعہ ازہر، قاہرہ مصر، ص13)

[3] طنطاوی، **مقدمہ الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم**، 1/4

خلاصۃ البحث:

متقدمین کے ہاں قرآن فہمی میں معلوم سائنسی نظریات سے معاونت حاصل کی جاتی رہی ہے۔ ابن رشد ودیگر مسلم فلاسفہ کے ہاں فلسفہ اور شریعت میں موافقت کی تحریک نے جنم لیا تھا۔ ساتویں صدی ہجری میں بھی سائنسی علوم کو صرف قرآن فہمی کے طور پر لیا جاتا تھا۔

صاحبِ مفاتیح الغیب نے تکوینی آیات کی تفسیر میں قرآن فہمی کے حصول کے بعد بھی بہت لمبی اور طویل گفتگو کی ہیں اہل علم کو اس تفسیر کے بارے میں یہ کہنے کا موقع ملا کہ اس میں تفسیر کے علاوہ سب کچھ ہے، یہیں سے تفسیر کے سائنسی رجحان کی مخالفت کی بنیاد بھی پڑی۔

پانچویں صدی ہجری سے دسویں صدی ہجری تک کے علماء جنہوں نے سائنسی تفسیر پر کام کیا۔ ان میں سے زیادہ مشہور، ابو الفضل المرسیؒ، ابو حامد امام غزالی، امام فخر الدین الرازی، امام بدر الدین زرکشی اور امام جلال الدین سیوطیؒ ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری سے تیرہویں ہجری تک سائنسی تفسیر پر کوئی خاص قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ تیرہویں صدی ہجری میں محمد بن احمد الاسکندرانی کا نام قابل ذکر ہے۔

جب مستشرقین نے قرآن مجید اور اسلام پر اعتراضات اور شک وشبہات کو کتابی شکل میں مرتب کرکے اُمت مسلمہ کو کتاب اللہ کی حقانیت سے دور کرنے کی کوشش کی تو توان اعتراضات اور شک وشبہات کا جواب دینے کے لئے مسلم مفکرین میں سے، مشہور سائنسی مفسر علامہ طنطاوی، شیخ محمد عبدہ، اور انکے شاگرد محمد مصطفیٰ المراغی اور سید رشید رضا، برصغیر سے سر سید احمد خان نے عقلی، اور سائنسی تفاسیر لکھ کر اس تفسیری رجحان کو تقویت دی۔

قرآن حکیم کے بلیغ سائنسی اور تفسیری اشارات کے ذریعے کائنات کے جو انکشافات معلوم ہوئے ہیں وہ قرآن مقدس کی پیش کردہ دعوت کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔ قرآن حکیم میں کئی ایسے حقائق کا انکشاف ہوا ہے کہ جدید سائنس ابھی تک ان کو نہ سمجھ سکی لیکن قرآن حکیم نے یہ حقائق اور راز انسان پر فاش کر دیئے ہیں۔ سائنس کو ان کی دریافت میں ابھی کچھ وقت لگے گا۔

فصل دوم

قرآن کی سائنسی تفسیر اور علماء کی آراء

عظیم پیغمبر جناب عیسیٰؑ کی پیدائش سے پہلے سائپرس (یونان) نے علم وفلسفہ میں خوب ترقی کی، اس قطعہ زمین میں افلاطون اور ارسطو جیسی نابغہ روزگار شخصیات پیدا ہوئی۔ یہاں پر فکر و تدبر پر کوئی پابندی نہ ہونے کے باوجود یہ لوگ اپنے نظریات کو تجرباتی طریقے سے ثابت کرنے کے عادی نہ تھے۔ انہوں نے آزاد غور وفکر سے بکثرت علمی مواد مہیا کیا۔

مذہب اور سائنس میں مطابقت اور مغایرت کا تاریخی جائزہ

اہل سائنس اور مذہب کے درمیان تصادم اس وقت ہوا جب عیسائیت نے پوری مغربی دنیا پر اپنا تسلط قائم کر دیا یورپ میں عیسائیت کا مکمل کنٹرول تھا۔ یہاں تک کہ توہم پرستی، عدم برداشت، تعصب، تفکر و تدبر پر روک نے سائنس علوم کے حصول کو ناممکن بنا دیا تھا۔ ایسے ہر علم کو جبراً روک دیا جو عیسائیت کے خلاف ہوں[1]۔

بات یہاں تک ختم نہیں ہوئی ان باتوں کو مسلمہ الہامی تعلیمات کے طور پر اپنے زیر اثر ممالک میں پھیلایا گیا[2]۔ اس کے خلاف بات کرنا، اپنے نظریات اس خلاف پیش کرنا، یا اس مواد شائع کرنا جو انجیل کی تعلیمات کے مغائر ہوتا، اس کو ناجائز قرار دے کر جلا دیا جاتا۔

جرمن سائنس دان جانس کپلر (Johannes kepleer)[3] کو "خلاصہ نظام کوپرنیکس" شائع کرنے کی پاداش میں کافر قرار دیا گیا، اٹلی کے فلسفی گیوڈانو برونو (Geordano Bruno) [4] "جو تعدد عوالم" کا قائل تھا، کو زندہ جلا دیا گیا۔

---

[1] پرویز امیر علی ہود، **مسلمان اور سائنس**، (لاہور، مشعل بکس آر، بی، 5، سکینڈ فلور، عوامی کمپلیکس عثمان بلاک، نیو گارڈن، 2002ء)، ص 44

[2] ڈاکٹر، محمد شہباز منج، **مذہب اور سائنس-باہمی تعلق کی صحیح نوعیت، القلم**، آئی ایس ایس نمبر 2707-0077 جلد 16، شمارہ نمبر 2، (دسمبر 2011ء) ص 163۔

[3] جان کپلر الٰہیات دان، ماہر فلکیات، ریاضی دان تھا۔ 27 دسمبر 1571ء کو جرمنی میں پیدا ہوا، 15 نومبر 1630ء کو وفات پائی۔ سیاروں کی حرکت معلوم کرنے میں مشہور ہوا۔

[4] اٹلی کے فلسفی ہے، فروری 1548ء 17 فروری 1600ء کو فوت ہوئے۔ ریاضی دان، فلسفی، شاعر، کائناتی نظریات سے جانا جاتا ہے۔ اس نے تجویز پیش کی کہ ستارے سورج سے دور ہیں، سورج نے ان کو اپنے سیاروں سے گھرا ہوا ہے اس نے یہ بھی نظریہ دیا کہ کائنات لامحدود ہے اس کا کوئی مرکز نہیں ہو سکتا۔

گلیلیو[1] نے نظام کوپرنیکس[2] کی تائید میں "نظام عالم" شائع کی تو اسے جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا گیا، اہل کلیسا کے بے پناہ مظالم کے ساتھ ساتھ اہل سائنس نے اپنا مشن جاری رکھا، جب حالات نے کروٹ بدلی تو سائنس کے غلبے کا دور آیا تو کلیسا کے خلاف سخت ترین ردعمل اور نفرت کا اظہار ہوا۔ شروع شروع یہ نفرت صرف اہل کلیسا تک محدود تھی، پھر ہر مذہب کو سائنس کے مدمقابل تصور کر لیا[3]۔ آخر شدید مظالم و مصیبتیں اُٹھانے کے بعد 1642ء میں مسیحیت نے سائنس دانوں کے عظیم عزم وصبر کے سامنے ہمت ہار دی، سائنس پورے جوش وجذبے کے ساتھ اتری اور مذہب کو علم وسائنس کی ترقی کی راہ میں آڑ تصور کرتے ہوئے ردّ کر دیا[4]۔

یہ سائنس اور مذہب کے درمیان مخالفت صرف مسیحیت کی حد تک نہ رہی بلکہ اسلامی ممالک میں بھی اس کا غلط تاثر گیا۔ جب ہم اس کی وجوہات ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں دو طرح کے اسباب نظر آتے ہیں۔

پہلا سبب: اہل مغرب کی مخالفت کی تاریخ

اہل کلیسا نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات سعیدہ کی شکل بگاڑ دی۔ انہوں نے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر الہامی پیغام میں ردبدل کر دیا، اس ردبدل کی وجہ سے اناجیل میں یونانی فلسفہ بائبل کا حصہ بن گیا۔ تدریجاً عیسائی اسے اپنا عقیدہ سمجھنے لگے، یونانی فلسفہ کثیر اغلاط تھا، اس کی وجہ اس میں بھی بے شمار چیزیں ایسی آ گئی جنہوں نے کتاب مقدس کا حلیہ بگاڑ دیا[5]۔

اس حوالے سے سید قطب راقم طراز ہیں کہ:

[1] گیلیو گلیلی 1564ء تا 1642ء اطالوی سائنسدان اور ماہر فلکیات اُس نے کاپرنیکس کے نئے نظریہ کی حمایت کی، اس پاداشت میں اُس پر کلیسیا نے مقدمہ چلایا اور وہ باقی زندگی قید رہا، کارنامہ: گیلیو نے فلکیات میں انعطافی دوربین کا استعمال متعارف کروایا، اس نے متعدد اہم دریافیں کیں۔ چاند پر پہاڑ، سیارہ ذہرہ کے مختلف مراحل اور مشتری کے سب سے بڑے چار چاند، (کیرول اسٹوٹ، کلنٹ توِسٹ، کائنات ایک سو ایک حقائق پر مبنی سائنسی معلومات، ص 130)

[2] نکولاس کاپرنیکس (Nicolaus Copemicus) 1473ء تا 1543ء پولینڈ میں کلیسیائی وکیل کے طور پر کام کرتا رہا، اپنی زندگی کے آخری برسوں میں اس نے کائنات کے بارے میں ایک زبردست نیا تصور پیش کیا جس نے بطلیموس والے تصور کی جگہ لے لی، کارنامہ: کاپرنیکس نے کرہ ارض کو کائنات کے مرکز سے نکال کر اس کی جگہ سورج کو دے دی، عیسائی کلیسا نے اس "کاپرنیکی انقلاب" کی شدید مخالفت کی۔ (کیرول اسٹوٹ، کلنٹ توِسٹ، کائنات ایک سو ایک حقائق پر مبنی سائنسی معلومات، ص 130

[3] مودودی، سید ابوالاعلی، **تنقیحات**۔ (لاہور، نوید حفیظ پرنٹر، 2013ء) ص 11

[4] منج، **مذہب اور سائنس – باہمی تعلق کی صحیح نوعیت، القلم**، ص 163۔

[5] القادری، ڈاکٹر، طاہر، **اسلام اور جدید سائنس**، (لاہور، منہاج القرآن، برنٹرز، 2001ء) ص 67

"یورپ میں مذہب اور سائنس کی چپقلش کا اصل سبب اہل کلیسا کی حماقت تھی، جس کی وجہ سے انہوں نے سوچے سمجھے بغیر یونان سے ورثے میں ملنے والے بعض سائنسی حقائق کو اپنے مذہب کا جزو بنا کر انہیں تقدس کا رنگ دے دیا"۔[1]

بائبل میں تحریف کی بدولت دینی نقصان کے ساتھ ساتھ بہت بڑا سائنسی نقصان یہ ہوا کہ یونانی فلسفہ بائبیل کا حصہ بن گیا جسے دین عیسوی کے ماننے والے رفتہ رفتہ اپنا مستقل عقیدہ سمجھنے لگ گئے۔ یونانی فلسفہ لاتعداد خطاؤں کا مجموعہ تھا اس لیے بائبل میں بھی سائنسی اغلاط شامل ہوئی۔ چونکہ اہل کلیسا بائبل میں تحریف ماننے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے ان کی ہٹ دھرمی علم دشمنی کی صورت میں سامنے آئی تعلیم و تعلم کی سرگرمیوں کی شدید مخالفت کی۔

طرابلس میں اس دور کی عظیم ترین لائبریری تھی جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ جب صلیبی لشکر طرابلس پہنچا تو اس نے کتب خانہ کو آگ لگادی اور کل کتابیں جلادی، یوں مسلمانوں کی چھ سو سال کی محنت تباہ کر دیا گیا۔ وحشی عیسائی بادشاہوں نے اس زمانہ میں جبکہ اہل علم کا شدید قحط تھا، مسلمانوں کی ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلادیں۔ باقی کسر تارتاریوں نے پوری کردی۔ انہوں نے تیرھویں صدی میں بغداد، دمشق، خراسان کی سینکڑوں لائبریاں تباہ کردی جن کی کتابوں کی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی۔ 1476ء میں زوال رومہ کے بعد اپاپائیت برسراقتدار آئی اور لوتھر کے خروج 1546ء تک وہ سیاہ وسفید کے مالک رہی۔ پوپ مذہبی ادب کے علاوہ تمام انواع علوم کا دشمن تھا۔[2]

مغلوب عیسائیت اور سائنس کی فلاح کے بعد اگرچہ یہ جنگ اپنے انجام کو پہنچ گئی لیکن اس کے بعد خواہ اسلام سمیت خواہ کوئی بھی مذہب ہو جدید منطقی و سائنسی ذہن اب بھی اسلام سمیت دیگر تمام ادیان کو عیسائیت ہی کی پردے پر منعکس کر رہا ہے جب کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے۔ یہ بات بھی سچ ہے کہ مذہب اور سائنس میں مغایرت کی جنگ کبھی بھی اسلام کا موضوع سخن نہ تھی ہاں عیسائیت کے مسخ شدہ مذہب اور سائنس کی جنگ ضرور تھی[3]۔

مذہب اور سائنس میں جس دیوار کو عیسائی دنیا نے کھڑا کیا تھا، نظریات چارلس ڈارون نے اس کو مزید قوت بخشی۔ اس کے تقریباً دیڑھ صدی پہلے سائنس مذہب سے کبھی الگ نہ تھی۔ بلکہ وہ صرف ایک پہلو تھی۔ چارلس کے

---

[1] محمد قطب، **شبہات حول الاسلام**، (ترجمہ: اسلام اور جدید ذہن کے شبہات)، مترجم محمد سلیم کیانی، (لاہور، البدر پبلی کیشنز 23، راحت مارکیٹ، 2013ء)، ص 11

[2] مولانا شمس الحق افغانی، **سائنس اور اسلام**، (لاہور، مکتبہ الحسن، 1985ء) ص 17

[3] طاہر القادری، **اسلام اور جدید سائنس**، 68

عہد میں نہ صرف سائنس نے مذہب سے الگ کر دیا بلکہ اس میں ہمنوائی کی آخری امید بھی ختم ہو گئی۔ یہ دو جُدا جُدا سمتوں پر چلنے لگے۔ اس اضطراب کی وجہ سے انسانیت مجبور ہو گئی کہ وہ کسی ایک کا انتخاب کرے[1]۔

دوسرا سبب: اہل اسلام کی مخاصمت

وہ علماء جن کا اوڑھنا بچھونا صرف مدرسہ تھا۔ انہوں نے یہ غلط تصور قائم کر لیا کہ مدارس کے اندر جس فلسفہ کی تدریس کی جاتی ہے وہ قرآن وسنت کا لیا گیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

مدارس کے روایتی انداز کی وجہ سے حقائق کی معلومات حاصل کرنا اشد ضروری نہ سمجھا کہ یہ حقیقت میں یونانی فلسفہ ہے اور اس فلسفہ کے بعض نظریات سائنس کے مخالف ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ جب کوئی نئی ایجاد دنیا کے سامنے آتی تھی تو انہوں نے سمجھا کہ یہ دین اسلام کے خلاف ہے۔ جو غلط تھا اس طرح کی فکر اصلیت سے بے خبری کی بناء پر تھی[2]۔

اختلاف کے اسباب

اختلاف کی لغوی تعریف:

الاختلاف"افتعال من الخلاف وهو تقابل بين رايين فيما ينبغى انفراد الراى فيه۔

اختلاف خلاف سے باب افتعال ہے۔ اور وہ دو آراء کا اس طرح تقابل کرنا ہے کہ کسی ایک رائے کو مناسب قرار دیا جائے۔ الاختلاف والمخالفة "ایک آدمی کے قول میں دوسرے کی متضاد رائے و منہج اپنا لینا۔ اصطلاحاً کسی قول ،مؤقف یا رائے کی مخالفت کرنا اختلاف، تضاد کہلاتا ہے۔۔ مقصد اختلاف: اختلاف کا مقصد درستگی وصواب کی تلاش اور حصول ہے۔[3]

اختلاف کی دو اقسام ہیں :

1۔ اختلاف مذموم اور اختلاف محمود

مذموم صورت: ہر وہ تنازع واختلاف مذموم ہے جس کا منشاء وسبب قبیح ہو۔

---

[1] سوہدری، طارق اقبال، **سائنس قرآن کے حضور میں**، (لاہور، نشریات اردو بازار، 2007ء) ص 35

[2] القادری، **اسلام اور جدید سائنس**، 70

[3] زین الدین محمد عبد الروف مناوی ,**التوقیف علی مہمات التعاریف** م 1031ھ، عالم الکتب بیروت 1990، ج1، ص 41

اختلاف مذموم کی دو بڑی وجوعات ہیں۔

1۔ جہالت کی بناء پر اختلاف 2۔ نفس پرستی اور تعصب کی وجہ سے اختلاف

جہالت کی وجہ سے اختلاف:

اسباب اختلافات میں سے ایک اہم وجہ "جہالت" کا ہونا ہے، جس کی وجہ سے اختلافات رونما ہوتے ہیں۔ مذہبیات سے عدم شناسائی، کسی امر قرآنی میں مہارت کا فقدان نہ صرف اختلاف اور تنازع کو ہوا دیتا ہے بلکہ امت کے انتشار کا سبب بھی بنتا ہے۔ عقل سے صرف قرآنی انکشافات اور دینی مسائل تک رسائی نہیں ہوتی بلکہ دین کے اُصولوں کی دریافت کے بعد درست راہ ملتی ہے۔ ہر شخص کی رائے زنی، ہر کس و ناکس کی بجا مداخلت اختلاف کی وجوہات بنتی ہیں۔

خاتم النبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ انْتِزَاعًا يَنْتَزِعُهُ مِنْ الْعِبَادِ وَلَكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتَّى إِذَا لَمْ يُبْقِ عَالِمًا اتَّخَذَ النَّاسُ رُءُوسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوا فَأَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوا وَأَضَلُّوا))[1]

"اللہ تعالیٰ بندوں سے یک دم علم کو سلب نہیں کرے گا، بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اُٹھائے گا یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ اپنا پیشوا جاہلوں کو بنالیں گے، پس ان سے سوال کیا جائے گا وہ بھی بلا علم فتوی دیں گے، نتیجتاً خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے"

اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ ایک مہندس (انجینئر) ڈاکٹر کے نسخہ میں داخل اندازی کرے تو مریض کو اپنی خیر کی فکر کرنی چاہیے۔

دوسری سبب نفس پرستی و تعصب:

تعصب تضاد و اختلاف میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے، انسان قومی ہمدردی، لسانی و زبانی ہم آہنگی، مسلکی اتحاد و اتفاق، کی سبب سے مخالفت کرتا ہے۔ یا نفس پرستی یعنی محض نفسانی خواہش کی تکمیل کے لئے اور اپنے جذبات کی تسکین کے لیے اختلاف کرتا ہے۔

جیسا کہ کفار مکہ کا دین اسلام اور مسلمانوں سے تضاد و تنازع کا بنیادی محرک یہی تعصب تھا۔

((مَا ضَلَّ قَوْم بَعْد هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَل , ثُمَّ تَلَا تِلْكَ الْآيَة { مَا ضَرَبُوهُ لَك إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْم خَصِمُونَ[2]))

---

[1] صحیح بخاری، كتاب العلم ،باب كيف يقبض العلم، ح100، 1/50

[2] الزخرف: 43/58

"کوئی بھی قوم ان کی ہدایت کی بعد گمراہ نہیں ہوئی سوائے اس کے وہ اختلاف میں پڑ گئے۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی (انہوں نے یہ مثال صرف جھگڑنے کے لئے دی ہے بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں)"

مراد یہاں تضاد اور قرآن میں بعض کا بعض سے تعارض پیدا کر کے شک پیدا کرنا ہے کہ اپنے مذہب و مشرب اور اپنے مشائخ کی آراء کی ترویج ہو، ان کا مقصود حق کی نصرت کرنا نہیں ہے، اور یہ صورت حرام ہے۔

پس یہ دو اسباب بہت اہم ہیں جو تضاد و اختلاف کا وجہ بنے ہیں۔

اختلاف محمود کی تعریف

فروعی واجتہادی نوع کا تضاد، اختلاف محمود ہے۔ جس طرح انبیاء علیہ السلام کی شریعتیں مختلف ہیں، فروعی اور اجتہادی امر میں ہر مجتہد کی آراء مختلف ہوتی ہیں۔ کسی کو باطل نہیں کہا جاسکتا ہے۔ اس میں امت کے لیے سہولت ہوتی ہے۔ اختلاف خواہ مذموم ہو یا محمود حدود سے تجاوز کرنا جائز نہیں۔

تنازع سائنس و مسیحیت اور مذہب بیزاری

سائنس اور عیسائیت کے مغائرت اور مسیحیت کے تحریف شدہ نظریات کی وجہ سے سائنس دانوں کا ایک بڑا طبقہ مذہب و خدا سے بیزار ہو کر نہ صرف مادیت کی راہ پر چل پڑا بلکہ مذہب اور مذہبی مسائل لاتعلق ہو کر نفرت کے جذبات پروان چڑھانے لگے، مذہب کو اوہام اور خرافاتی چیز سمجھا جانے لگا، جب سائنس اور مذہب پر گفتگو ہوتی تو یہودیت اور مسیحیت کے ذکر کو کافی سمجھا جاتا اسلام کے بارے میں کم ہی سوچا جاتا، گویا اہل یورپ کے ہاں اسلام بطریقہ اولیٰ اوہام و خرافات پر مبنی، سائنس کے مغائر مذہب تھا۔

اس کے باوجود اسلام عیسائیت کے تمام نقائص سے پاک تھا، پھر بھی کچھ مسلمان مغرب کی تقلید میں مذہب کے خلاف علمی تعصب کا شکار ہو کر مذہب اور خدا کے عقیدہ کو سائنس سے الگ رکھنے پر مصر نظر آنے لگے اور اپنے دین الٰہی کی عظمت رفتہ کو فراموش کر بیٹھے۔ مغربی مفکرین کے تصورات کے برعکس اسلام کا سائنس اور دیگر تجرباتی علوم سے کوئی مغائرت نہیں بلکہ قرآن حکیم نے اہل عقل کو اپنی تخلیق میں غور و فکر کرنے کی تاکید کی ہے، جس سے سائنسی علوم کے حصول کی ترغیب ملتی ہے۔ قرآن کے نقطہ نظر سے کائنات میں تفکر و تدبر اور اس کے اسرار و رموز سے واقفیت وایمان و یقین میں پختگی کا باعث ہے۔

600ء بعد از مسیح کا زمانہ سائنس کا زمانہ مانا جاتا ہے۔اس دور میں انسان تجربے کا نہیں بلکہ منطق کا عادی تھا۔ اسلام کے بعد 123ء میں بغداد میں مدرسہ علم ہیت قائم ہو چکا تھا جو سات سو سال جاری رہا۔ اٹھویں سے تیرہویں صدی عیسوی کا زمانہ علم و حکمت کا زمانہ ہے۔

مولانا مودودی رقمطراز ہیں:

"یہ کہنا کہ سائنس تو ایک عالمگیر چیز ہے اس کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں، فی الواقع بڑی نا فہمی کی بات ہے، حقیقت یہ کہ سائنس کو کوئی شعبہ ایسا نہیں جو انسانوں کے دل میں ایمان کی گہری جڑوں سے رائج کرنے والا نہ ہو۔ فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، اناٹومی، اسٹرانومی غرض جس علم کو بھی دیکھیں اس میں ایسے حقائق سامنے آتے ہیں جو انسان کو پکا اور سچا مومن بنا دینے کے لیے کافی ہیں۔"[1]

قرآن اور سائنس کے قریبی تعلق، جدید سائنس کے نقطہ نگاہ سے قرآن کی عظمت اور سائنسی معلومات سے عدم مغائرت کا ذکر موریس بکائیے یوں کرتے ہیں:

> "It should come as no surprise, then, that Islam has always considered religion and science to be twin sisters, and that even today, at a time when science has made such great strides, they continue to be associated. Furthermore, specific scientific data is used to better understand the Quran text[2]".

"اس بات میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ اسلام نے ہمیشہ مذہب اور سائنس کو دو بہنوں کی طرح سمجھا ہے اور آج بھی اس وقت جب سائنس نے ترقی کر لی وہ اسی طرح ہی (جڑواں) ہیں۔ مزید یہ کہ قرآن کے متن کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے مخصوص سائنسی مواد کا استعمال کیا جاتا ہے"۔

عہد جدید میں مفکرین اہل مغرب بھی اس حقیقت کا کھلم کھلم اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ سائنس اور مذہب میں کوئی تضاد نہیں۔ یہ دونوں اس کائنات میں خدا کی قدرتوں کا اظہار ہے۔ سائنس مذہب کے اوصاف سے حصہ لیتی ہے۔ سائنس درجہ بدرجہ نئے نئے اکتشافات کرے گی تو اللہ کی واحدنیت پر ہمارا ایمان مزید پختہ اور اٹل ہوتا جائے گا۔

---

[1] مودودی ,مولانا، ابوالاعلی، **ترجمان القرآن** (لاہور، پاکستان پرنٹنگ پریس، 1965ء)، ص285-286

[2] Maurice Bucaille, **The Bible, The Quran and Science**,.P.3.

قرآن اور سائنس کا باہمی تعلق

سائنسی حقائق کی بے جا مرعوبیت اور کم علمی کی وجہ سے بعض مفسرین ہر طرح کے اکتشافات کی قرآن سے ہمنوائی ثابت کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ تاہم قرآن مجید میں ایک کثیر تعداد اُن آیات کو نیہ کی ہے۔ جن میں دن ورات کی گردش، ارض وسماء کی تخلیق، پانیوں اور ہواؤں کی روانی کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ قرآن بنیادی طور پر سائنس کی نہ ہی کتاب ہے اور نہ ہی سائنسی اصولوں کو بیان کرنا اس کا مطلوب اور مدعا ہے ۔ یہ بنی نوع انسان کے لیے صحیفہ ہدایت ہے۔

تاہم بعض مسلم مفکرین کا خیال بھی انتہائی کمزور سا ہے کہ قرآن اور سائنس میں قطعامغائرت ہے۔

مذہب اسلام فطرت کے عین مطابق ہے اور سائنس فطرت کی دریافت کا نام ہے پس ہر سائنسی صداقت دین فطرت کا عین تقاضا ہے۔ یہ اس کی مغائر نہیں یہی وجہ ہے کہ پچھلے سوا چودہ صد سال قرآن کے عطا کردہ قطعی نظریہ کے تحت کسی بھی سائنسی اکتشاف اور نہ کسی دریافت وایجاد پر کسی کو مجرم ٹھہرایا اور نہ سزادی۔ بلکہ سائنس کو بنیاد فراہم کرنے والے مسلم سائنس دان ہی تھے۔ انہوں نے ایجادات بھی کی اور ایک کثیر تعداد میں سائنسی اکتشافات کا بھی سراغ لگایا۔ نہ تو ان کے اسلامی عقائد میں فرق آیا اور نہ ہی انہوں نے مخالفت کی، بلکہ اہل یورپ نے سائنس مسلمان سائنس دانوں ہی سے سیکھی۔ ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلم سائنس دانوں اور اُن کے مغربی تلامذہ کے بنیادی اُصولوں میں فرق تھا۔ یہی وجہ بنی اسلامی سائنس اُن خرابیوں سے محفوظ رہی جو موجودہ یورپی سائنس کو لاحق ہوئی[1]۔

سائنس اگر طبیعی کائنات کے غیر جانبدارانہ مشاہدہ اور اس کے متعلق بنیادی حقائق کا مطالعہ ہے[2]۔

اگر اس کے معنی جاننے اور سیکھنے کے ہیں[3]۔ اگر اس کا مطلب علم ہے، اگر یہ مشاہدے سے دریافت ہونے والے نتائج یا علمی حقائق کو مرتب اور منّظم کرنے کے ہیں[4]۔ اگر یہ مشاہدے سے دریافت ہونے والے نتائج یا علمی

---

[1] افغانی، شمس الحق، علامہ، **سائنس اور اسلام**، (لاہور، مکتبہ الحسن 29/9 لال چوک عبد الکریم روڈ، 1985ء) ص 24

[2] **Encyclopaedia Britannica** (printed in U.SA,fifteenth edition ,1986)Vol.10p 552

Gould ,Julius kolb,**A Dictionary of the social sciences** (tavistock publications London,1964)p620

[3] Arnold,Thomas Walker,**The legacy of islam** (oxford university press,1983)p.11.

[4] ڈاکٹر عبد القادر، **تاریخ سائنس**، (لاہور، ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی، 1983ء) ص 1۔

حقائق کو مرتب اور منظم کرنے کا نام ہے[1]، اگر یہ تجرباتی علوم وحکمت یا فطری و طبیعی مظہر کا باقاعدہ علم یا ایسی سچائی ہے، جو مشاہدہ، تجربہ یا استقرائی منطق سے معلوم کی گئی ہو، یا طبیعی حقائق کا وہ علم ہے، جو مشاہدے اور تجربے سے حاصل ہو[2]۔ اگر اس کے معنی غیر جانبداری سے حقیقت کے کسی پہلو کا باقاعدہ مطالعہ کرنا ہیں. [3] تو قرآن اور سائنس میں مغائرت کا دعوی کیسے درست ہو سکتا ہے؟ قرآن خود جگہ جگہ مشاہدہ، علم، حقائق کا شعور وادراک اور تدبر و تفکر حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔ اس طرح قرآن سائنس کی کتاب نہ ہوتے ہوئے بھی سائنسی مواد پر مختصر مگر جامع تبصرہ کرتا ہے[4]۔

سائنسی تفسیر کے بارے میں متضاد آراء

عباسی عہد میں یونانی علوم کی آمد پر سائنسی اور عقلی علوم کی ابتداء ہوئی۔ حتی کہ اسلامی احکام اور اُن کی تفسیر وتوضیح کو بھی عقلیات پر پرکھا جانے لگا۔ اس رجحان نے قرآن مجید کو بھی نہ بخشا اور قرآن مقدس کے بارے میں مناظرانہ انداز اپنایا جانے لگا، اور دن بدن یہ مباحثہ طویل ہوتا گیا۔ موضوع بحث تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے یا مخلوق؟۔ دلائل کا انبار لگنے لگے، قرآن مقدس کو کلام اللہ کہنے والوں پر زمین تنگ کر دی گئی اور انہیں سخت سے سخت سزائیں دی گئی اور اُن کو عقوبت خانوں کے اندر رکھا گیا۔ آخر اس کڑی آزمائش کا یہ دور گزر گیا، لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد کلامی تفسیر لکھنے کا رجحان پیدا ہو گیا۔

علم کلام کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔ اس ضمن میں تفسیر کو بھی عقل پر پرکھا جانے لگا، حتی کہ سائنسی نظریات واصولوں کو زبردستی قرآن آیات پر چسپاں کیا جانے لگا اور اس طرح آیات قرآنیہ کو سائنسی تناظر میں پرکھا جانے لگا۔ اس کے برعکس مخالف آراء بھی پروان چڑھنے لگیں۔ یہ اس دور کی بات جب مسلمان اپنے سنہری دور سے

---

[1] ایضا، ص 1۔

[2] فضل کریم، ڈاکٹر، **قرآن اور جدید سائنس** (لاہور، فیروز سنز، 1999ء) ص 35۔

[3] محمود انور، پروفیسر، **جدید طبیعات کا تعارف**، (لاہور، مجلس ترقی ادب 2 کلب روڈ، 1965ء) ص 1۔

[4] محمد شہباز منج، **مذہب اور سائنس-باہمی تعلق کی صحیح نوعیت**، **القلم**، آئی ایس ایس نمبر 2707-0077 جلد 16، شمارہ نمبر 2، (دسمبر 2011ء) ص 166

کوسوں دور جاچکے تھے۔اب سائنسی ترقی کے زینے غیر مسلم چڑھ رہے تھے اور مسلمانوں پر ظلم ستم کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے۔ مسلمان سائنس کے نام سے بھی کنارہ کش ہونے لگے[1]۔

ایسے حالات میں سائنسی تفسیر کے قائلین اور عدم قائلین کے علاوہ ایک تیسرا طبقہ بھی آگیا جس نے ان دونوں کے درمیان پل کاکام کیا اور سائنسی تفسیر کے اُصول و قواعد مرتب کیے اور دونوں کے درمیان تنازع کو ختم کرنے کے لئے درمیانی راہ نکالی۔یوں سائنسی تفسیر کو بیان کرنے میں تین گروہ ہوئے۔

سائنسی تفسیر کے قائلین

سائنسی تفسیر کے قائلین مندرجہ ذیل ہیں۔الف۔قدیم علماء ب۔جدید علماء

سائنسی تفسیر مغائرت کے قائلین۔الف۔قدیم علماء ب۔جدید علماء

سائنسی تفسیر کی ہمنوائی کے اوّلین قائلین

سائنس اور قرآن مجید ایک نازک موضوع ہے۔کچھ علماء کرام اس کی تائید میں دلائل دیتے ہیں، جن میں سرفہرست امام غزالی کا نام ہے۔بعض محققین کی رائے کے مطابق پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں اس موضوع (تفسیر قرآن اور جدید علوم پر) مستقلاً علماءنے غوروخوض شروع کیا[2]۔

تکوینی آیات قرآنی کی تفسیر میں سائنسی علوم کو تفسیر کا حصہ بنانے کی غرض سے قدیم علماءنے بہت زیادہ محنت کی اور تفاسیر میں سائنسی علوم کو سمویا۔ تفسیر کے اس رجحان کے قدیم قائلین علماء کرام یہ ہیں۔
1۔ابوالفضل المرسیؒ(425ھ)2۔ابوحامد امام غزالیؒ(505ھ)2۔امام فخر الدین الرازیؒ(606ھ)
4۔امام بدر الدین زرکشیؒ(794ھ)5۔امام جلال الدین السیوطیؒ(911ھ)[3]

---

[1] لطیف خان، ڈاکٹر "برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات (منتخب تفسیری ادب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)" (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2020ء) ص95

[2] الذھبي ، محمد حسين، **والتفسير والمفسرون**، (مكتبة وهبة القاهرة، مصر)، 2/49

[3] الدکتور، الضیف نطور، **التفسیر العلمی بین المویدین والمعارضین**، (معارف الاسلامیہ، جلد13، شمارہ1، 2014ء) ص134

قران مجید کی سائنسی تفسیر کے قائلین جدید علماء

قرآن مجید کی دعوت دین کے لئے تکوینی آیات کو جدید سائنسی تحقیقاتی انداز میں پیش کرنے والے جدید مؤید علماء کرام مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ شیخ طنطاوی جوہری[1] 2۔ محمد بن احمد الاسکندرانی[2] 3۔ عبد الرحمن الکواکبی[3]

4۔ محمد مصطفی المراغی 5۔ محمد رشید رضا 6۔ محمد فرید وجدی 7۔ جمال الدین القاسمی 8۔ مصطفی صادق الرافعی 9۔ محمد دشکری الدبوسی 10۔ عبد الحمید بن بادیس 11۔ محمد احمد الغمراوی 12۔ ڈاکٹر عبدالعزیز اسمٰعیل 13۔ حنفی احمد 14۔ عبد الرزاق نوفل 15۔ محمد متولی الشعراوی 16۔ محمود ابالفیض لمنوفی 17۔ محمود احمد مہدی 18۔ محمد بن سعید الدبل 19۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ دراز 20۔ حسن البناء 21۔ ڈاکٹر زغلول نجار 22[4]۔ عدنان اکتور (ہارون یحی) 23۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی 24۔ عبد الحمید زندانی[5] 25۔ مولانا شہاب الدین ندوی [6] 26۔ سلطان بشیر محمود 27۔ طاہر بن عاشورؒ 28۔ شیخ منّان القطان 29۔ محترمہ رفعت اعجاز کا[7]۔

---

[1] یہ مصر کے مشہور سائنسی تفسیر کے قائلین میں سے ہیں، ان کی تفسیر الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ،1922ء یہ روایتی انداز کی تفسیر نہیں ہے بلکہ جدید سائنس کو محیط ایک ضخیم تفسیر ہے۔ ان کے خیال میں جدید سائنس کا مطالعہ ہی قوت اور سیاسی آزادی کی شاہ کلید ہے۔

[2] مصر کے مشہور طبیب تھے، ان کی تصنیف "کشف اسرار النورانیہ القرانیہ، لکھی۔

[3] الکواکبی ،عبد الرحمن، **طبائع الاستبداد و مصارع استعباد**، (بیروت لبنان، ادار لنفائس، 2006ء)، ص60۔ اس کتاب میں سائنسی تفسیر پر ادلہ بیان کرتے ہیں۔

[4] ڈاکٹر ذغلول راغب محمد نجار 17 نومبر 1933ء (تاحیات) کو مصر میں پیدا ہوئے۔۔ آپ نے برطانیہ کی ویلز یونیورسٹی سے جیالوجی میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ آپ عرب کی کئی جامعات میں شعبہ ارضیات کے بانی رکن رہے کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ آپ عالمی سطح پر قرآن وسنت میں سائنسی اعجاز کے مجلس کے رکن بھی ہیں۔ آپ تفسیر آلایات الکونیہ فی القرآن الکریم، الارض فی القرآن الکریم اور السماء فی القرآن الکریم سمیت سائنسی اعجاز پر مبنی کئی کتب کے مصنف ہیں۔ بحوالہ am Dated:14/05/42021https://ketabpedie.com,time9:28 ، محمد ثاقب، ڈاکٹر رب نواز، تبدیلی جلود (دوران عذاب جلد کی تبدیلی) پر مبنی سائنسی تاویلات کا تجزیاتی مطالعہ، (سلطان بشیر محمود اور زغلول النجار کے سائنسی تفاسیر کی روشنی میں) فہیم اسلام، آئی ایس ایس نمبر 2664-0031، جون 2021ء۔)

[5] ڈاکٹر لطیف خان، "برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات (منتخب تفسیری ادب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)" (مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2020ء) ص 232 ۔(2) الدکتور الضیف نطور، **التفسیر العلمی بین المویدین والمعارضین**،، معارف الاسلامیہ، جلد 13، شمارہ 1، 2014ء ص 134

[6] مولانا محمد شہاب الدین ندوی (1932–2002) کی ولادت بروز جمعرات یکم رجب المرجب 1350ھ مطابق 12 / نومبر 1931ء کو جنوبی ہند کے شہر بنگلور دارالسرور کے ایک دینی گھرانے میں ہوئی۔

[7] قدوائی، پروفیسر وعبد الرحیم. **تحقیقات اسلامی علی گڑھ**،، ISBN:2321-8339، جلد 40:، شمارہ:2، جدید مستشرقین کے مطالعات تفسیر، جون 2021ء، ص 148

148

[7] قدوائی. **تحقیقات اسلامی علی گڑھ**، ص 148

ان سائنسی تفسیر کے قائلین کی رائے میں قرآن مجید نے صدیوں قبل جدید سائنس کی ان تحقیقات کو پیش کر دیا تھا جن کا انکشاف اب ہو رہا ہے۔

سائنسی تفسیر کے مخالف قدیم علماء

علمی آیات کے مخالفین علماء کرام درج ذیل ہیں:

1۔ابو حیان اندلسی(745ء)2۔ابو اسحق امام شاطبی(790ء)[1]۔

پروفیسر عبد الرحیم قدوائی. **تحقیقات اسلامی** کے مجلہ میں سائنسی تفسیر کے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"مالکی عالم شاطبیؒ نے بھی اپنے دور میں سائنسی تفسیر کی مخالفت کی تھی"۔[2]

4۔قرآن مجید کی تفسیر کے مخالف جدید علماء

سائنسی تفسیر کے رجحان کے مخالفین اہل علم مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔ محمود شلتوت[3]   2۔امین خولی[4]

3۔عبد المجید المحتسب[5]   4۔طہ حسین[6]

5۔محمد خلف اللہ[1]   6۔سید قطب شہید[2]

---

[1] اندلس کے مشہور عالم دین ہیں فقہ مالکیہ کے پیروکار تھے،1388ء میں فوت ہوئے ہیں۔

[2] قدوائی. **تحقیقات اسلامی علی گڑھ**، ص149

[3] ایضا، ص148

[4] مصر کے ہیں 1957ء کی وفات پائی۔ مصری جامعات میں عربی زبان وادب کے استاد رہے ہیں، ان کی کوئی باضابطہ تصنیف نہیں ہے۔ قدوائی. **تحقیقات اسلامی علی گڑھ**، ص148

[5] محتسب، ڈاکٹر، عبد المجید عبد السلام سالم، **تجاہات التفسیر فی العصر الراھن**، (مکتبہ النھضۃ الاسلامیہ عمان، الاردن، 1980ء) ص248

☆ڈاکٹر عبد المجید عبد السلام سالم المحتسب اردن یونیورسٹی میں استاد ہیں، آپ نے ستمبر 2011ء میں وفات پائی، (التفسیر العلمی بین المویدین والمعارضین، ڈاکٹر الضیف نطور، ص135)

[6] امین الخولی کے ہم عصر ہیں، ان کا کتابچہ فی السیف میں قرآن کا مطالعہ بطور ادب کرنا چاہیے.

7۔ محمد کامل حسین 8۔ شوقی ضیف 9۔ ڈاکٹر صبحی صالح 10۔ احمد بن جمال 15۔ ڈاکٹر محمد لطفی الصباغ 16۔ محمد حسین الذہبی، 17۔ محمد عزۃ دروزۃ 18۔ عباس العقاد 19۔ عائشہ عبد الرحمن ہیں[3]۔

سید قطب شہیدؒ اپنی تفسیر "فی ظلال القرآن" میں سائنسی تفسیر کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ولقد جهد ناس من المفسرين المحدثين في إثبات الوحي عن طريق العلم للتقريب . ونحن لا نقر هذا المنهج من أساسه . فللعلم ميدان . هو الميدان الذي يملك أدواته[4]"۔

"عہد حاضر کے بہت سے مفسرین نے، تقریب ذہن کے لیے، وحی کو سائنس کے ذریعہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، ہم اس طریقہ استدلال کے سرے سے قائل ہی نہیں اس لیے کہ سائنس کا ایک مخصوص میدان ہے اور سائنس کے طریقے اسی میدان کے لیے موزوں ہیں"۔

سید قطب سائنسی تفسیر کے عدم قائلین میں سے ہیں۔ ان کے ہاں سائنس ایک الگ شعبہ ہے، لہذا قرآن کی تفسیر سائنسی انداز فکر سے نہیں کرنی چاہیے۔

5۔ تفسیر کے سائنسی رجحان کے بارے میں موافق آراء

سائنسی تفسیر کے مؤیدین میں دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ قسم اول: وہ علماء جو سائنسی تفسیر میں اُصول وضوابط کی شرائط کو تسلیم نہیں کرتے اور سائنس اور قرآن کو ہم آہنگ گردانتے ہیں۔ قسم الثانی: وہ علماء ہیں جو سائنسی تفسیر میں اُصول وضوابط کی شرائط کو متعین کر کے سائنسی تفسیر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق سائنس اصل میں تفسیر کی خادم ہے نہ قرآن مقدس کا نعم البدل ہے۔ بقول ڈاکٹر ہند شبلی کے یہ عہد حاضر کی سوچ وفکر نہیں بلکہ اُس وقت سے ہے جب سے یونانی فلسفہ کا اسلامی فکر میں دخول ہوا اور مسلم مفکرین فلاسفہ کے نزدیک فلسفہ اور شریعت میں موافقت کی تحریک نے انگڑائی لی تھی[5]۔

---

[1] امین خولی کے شاگرد ہیں۔ جامعہ شاہ فواد نے "قرانی بیانات کا تاریخی بنیاد پر انکار" کی وجہ سے ان کی ڈاکٹریٹ کی ڈگری روک دی تھی، اور جامعہ ازہر نے ان کو عہدے سے ہٹا دیا تھا۔

[2] قدوائی. **تحقیقات اسلامی علی گڑھ**، ص148

[3] ڈاکٹر الضیف نطور، **التفسیر العلمی بین المویدین والمعارضین**،، ص134

[4] سید قطب، **فی ظلال القرآن**، 4/122

[5] ڈاکٹر، ہند شبلی، **تفسیر العلمی للقرآن الکریم**، ص44

سائنسی تفسیر کا جذبہ صرف قدیم علماء تک محدود نہیں بلکہ جدید دور میں علماء خواص وعام میں بھی سائنسی رجحان کی تفسیر کا جذبہ نہایت شدّت اختیار کر چکا ہے۔ اگر عوام الناس کے سامنے تفسیر بالماثور بیان کی جائے تو اس پر دھیان نہیں دیا جاتا مگر جب قرآنی آیات کی تفسیر میں سائنس کی آمیزش کر دی جائے تو سر دھننے لگتے ہیں۔ مواد میں ردبدل کر سائنسی معلومات کو شامل کرنے والے مفسرین بھی اس عہد جدید کے ہیں۔

سائنسی تفسیر کے مؤیدین علماء

ابوالفضل المرسیؒ کا سائنسی تفسیر میں شغف:

ابوالفضل المرسیؒ نے سائنسی تفسیر میں خصوصی دلچسپی لی۔ انہوں اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید نے تمام قدیم اور جدید علوم کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ جن کو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ خوب جانتے ہیں۔ بجز اُن علوم کے جن کو صرف باری تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ورثہ بڑے صحابہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملا۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میرے اُونٹ کی رسی بھی گم ہوتی تو میں اُسے قرآن مجید میں پاؤں گا[1]۔

ابوحامد الغزالیؒ سائنسی تفسیری نظریات

سائنسی تفسیر کے زبردست مؤیدین میں ابوحامد الغزالی ہیں۔[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مقالہ نگار فرماتے ہیں: "امام غزالیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سائنسی تفسیر پر کام کیا[3]"۔

---

[1] آلوسی، محمود بن عبد اللہ، **روح المعانی عن تفسیر القرآن** (، بیروت، دار الکتب العلمیہ،) ج3، ص357

[2] محمد بن محمد ابو عبد اللہ، ابو حامد حجۃ الاسلام، آپ 450ھ ہجری اور 505ھ میں میں ہوئی (الاعلام خیر الدین للزرکلی، ج7، ص247، دار العلم للملایین، بیروت لبنان، 2005ء)

☆ حامد محمد الغزالی،، **جواهر القرآن**، (مصر مکتبة الجندي،) ص46،45، امام غزالی متوفی (505ھ)، نے اپنی تصنیف، جوہر القرآن میں اس پر مستقل لکھا ہے کہ تمام علوم قرآن مجید سے منشعب ہوتے ہیں۔ ابو اس پر تبصرہ کے لیے ملاحظہ ہو: ذھبی، التفسیر والمفسرون،: 2/332-333،

فهد الرومي، **اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر**،، 2/556

[3] **اردو دائرہ معارف اسلامی**، موضوع تفسیر، ج6، ص503۔

انہوں نے احیائے العلوم میں لکھا ہے :"وہ نظریات اور معقولات جن کے فہم میں غور و فکر کرنے والوں کو دشواری اوران کے درمیان اختلاف ہوا ہے، قرآن میں ان کی طرف اشارے اور دلالتیں پائی جاتی ہیں ۔ مخصوص اہل فہم ہی ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ استنباطات ظاہر تفسیر سے ٹکراتے نہ ہوں،وہ اسے مکمل کرتے ہوں نہ کہ اس کا بدل ہوں۔

امام غزالیؒ اپنے دور کے فلاسفہ کے اس نظریہ کارڈ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کائنات کے آغاز اور انجام ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، یہ نظریہ قرآن کے بیان کے خلاف تھا، قرآن مجید کے مطابق کائنات تخلیق کی گئی ہے۔جدید سائنس نے اس کی توثیق کی ہے، سائنس دانوں کے مطابق یہ کچھ ساڑھے تیرہ ارب سال پہلے تخلیق ہوئی اور ایک مدت کے بعد بیگ کرنچ کے نتیجے میں ختم ہو جائے گی[1]۔

امام غزالی کے دلائل

امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات ایسی ہیں جنہیں سائنسی علوم سے آگاہی کے بغیر پوری طرح سمجھا نہیں جا سکتا ہے۔امام غزالیؒ اس کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت:﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾[2] "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی (اللہ) شفا دیتا ہے"۔

اس آیت کو وہی پوری طرح سمجھ سکتا ہے جس کو طب میں ملکہ حاصل ہو۔کیونکہ طبعی امراض، ان کے اسباب ،علامات وعلاج سے اس کا ماہر بہت بہتر سمجھ سکتا ہے۔

﴿الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ﴾[3]

"جس نے تجھے پیدا کیا پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا، پھر تیرے اندر اعتدال پیدا کیا؟ جس صورت میں چاہا، اس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا"۔ کا حقیقی معنیٰ و مفہوم تو وہی سمجھ سکتا ہے جو انسان کے ظاہری و باطنی اعضاء کو سمجھتا ہو۔

یہ وہ علوم اوّلین آخرین ہیں اور انہیں کی بابت قرآن مجید نے ارشاد فرمایا[4]۔ جلال الدین السیوطی نے لکھا ہے کہ ابو بکر بن العربیؒ (543ھ) نے بھی امام غزالیؒ کی ہم نوائی کی[5]۔

---

[1] غزالی، **تہافتہ الفلاسفہ**، مترجم: ڈاکٹر ولی الدین، (حیدر آباد انڈیا، انسٹی ٹیوب آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹیڈیز، س ن) ص52-53

[2] الشعراء:26/80

[3] انفطار:82/7

[4] طنطاوی الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ، ص46،45۔

[5] السیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن**، ج4، ص37

امام فخر الدین الرازیؒ اور سائنسی تفسیر کی ہمنوائی

امام رازیؒ [1] نے اپنی تفسیر میں مختلف طبیعاتی علوم، فلکیات اور علم نجوم وغیرہ کی تفصیلات ذکر کی ہیں [2]۔

امام سیوطیؒ کا سائنسی تفسیر کے بارے میں نقطہ نظر:

ان مؤیدین میں امام زرکشیؒ بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں ایک خاص فصل قائم کی ہے جس کا عنوان یہ ہے "فی القرآن علم الاولین والاخرین"۔ یعنی قرآن میں قدیم وجدید زمانوں کے تمام علوم ہیں [3]۔

امام جلال الدین السیوطیؒ اور سائنسی تفسیر

علامہ سیوطیؒ [4] نے نقل کیا ہے کہ ابوالفضل المرسیؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے: "قرآن میں اوّلین وآخرین کے علوم جمع ہیں۔ ان کا علم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کو تھا، پھر اس نے اپنے رسول کو ان سے باخبر کیا (سوائے کچھ چیزوں کے جن کا علم اس نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے) پھر ان سے کبارِ صحابہ مثلاً خلفاء اربعہ، عبد اللہ بن مسعود اور حضرت ابن عباس وغیرہ نے اخذ کیا، یہاں تک کہ بعض صحابہ کہا کرتے تھے: اگر اونٹ کو باندھنے والی کوئی رسی بھی کھو جائے تو میں اسے کتاب اللہ میں پالوں گا" پھر ان سے تابعین نے اخذ کیا، اس کے بعد ہمتیں پست ہو گئیں، عزائم میں فتور آگیا، اہل علم ان علوم وفنون کے حامل نہ رہے جن سے صحابہ وتابعین بہرہ ور تھے [5]۔

---

[1] ابو عبد اللہ، محمد بن عمر فخر الدین الرازی، آپ 544ھ /1150ء رے میں پیدا ہوئے، اور 606ء میں وفات پائی، عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ خطیب رے کے نام سے مشہور ہیں۔ معقولات ومنقولات کے ماہر تھے۔ آپ کی شہرہ آفاق تفسیر مفاتیح الغیب ہے، 606ھ /1210ء کو ہرات میں وفات پائی۔ لسان المیزان، ابن حجر عسقلانی، تحقیق عبد الفتاح ابوغدۃ، مکتبہ المطبوعات الاسلامیہ بدون تاریخ، 318/4) معجم المفسرین، موسسۃ نویھض للتالیف وترجمہ، سن نادرج 2، ص 596) اعلام الزرکلی، خیر الدین الزرکلی، دار العلم للملایین بیروت، 2002ء ص 313۔

[2] امام رازیؒ کی **تفسیر کبیر** ان کے مؤقف کے لیے شاہد ہے، کیونکہ انہوں نے اس نظریہ کو اپنی تفسیر میں عملاً اختیار کیا ہے۔

[3] فھد بن عبد الرحمن بن سلیمان الرومي، **اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر** (المملكة، العربية السعودية ، البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد في المملكة، 1406 الطبعة: الأولى 1407ھ - 1986ء) 2/557-558

[4] عبد الرحمٰن بن ابی بکر جلال الدین ابو الفضل السیوطی، رجب سنہ 849ھ میں پیدا ہوئے اور 911ھ میں اپ کی وفات ہے۔ (معجم الولفین لعمر رضا کحالہ، ج 5، ص 128، داراحیاء التراث العربی، بیروت، لنبان،)

[5] جلال الدین السیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن**، (تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، منشورات رضی، بیدار عزیزی، 1323ھ طبع دوم)، ج 4، ص 30

خود امام سیوطیؒ نے نقطہ نظر کی وضاحت اس اقتباس سے ہوتی ہے؛

"اللہ کی کتاب عزیز میں ہر چیز پائی جاتی ہے رہے مختلف علم تو ان کے ہر باب اور ہر مسئلے کی اصل قرآن میں پائی جاتی ہے۔اس میں عجیب وغریب مخلوقات اورآسمانوں، زمین، افق اعلیٰ اور زیر زمین پائی جانے والی چیزوں کا بیان ،ابتدائے تخلیق کی تفصیل، مشہور پیغمبروں اور فرشتوں کے نام اور گزشتہ قوموں کے حالات مذکور ہیں[1]"۔

امام ابن قیمؒ کے سائنسی نظریات

مؤیّدین میں امام ابن قیمؒ بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی تصنیف کتاب الفوائد المشوّق الی علوم القرآن وعلم البیان کے مقدمے میں لکھاہے:

"قرآن کے ایک ایک حرف سے حکمت کے سوتے پھوٹتے ہیں۔اس کی ہر سورت سے اوائل واواخر کے علوم کا اظہار ہوتا ہے۔ آگے لکھتے ہیں: قرآن ہر علم وحکمت کا سرچشمہ ہے[2]"۔

سائنسی تفسیر کے حامی جدید مفسرین

علامہ طنطاوی جوہری کے سائنسی نظریات

شیخ طنطاوی جوہری[3] نے تفسیر جواہر القرآن کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔اس میں انہوں نے عجائبات کائنات ،اسرار علوم اور سائنسی مفروضات کی خاصی بڑی مقدار شامل کر دی ہے۔وہ اپنی تفسیر کی بنیاد عموماان سائنسی اصولوں اور مفروضات پر رکھتے ہیں جو عصر حاضر کی تحقیقات سے حاصل ہوئے ہیں اورآیت قرآنی کی تشریح وتوضیح کرتے کرتے اِن سائنسی اشارات کا موازنہ سائنس کے اصولوں سے کرنے لگتے ہیں اور تائید میں مختلف علومِ کائنات کے ماہر مغربی سائنس دانوں کی آراء پیش کرنے لگتے ہیں۔

---

[1] السیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن**،4/40

[2]۔۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد المعروف بابن قیم لاجوزیہ، **کتاب الفواہد المشوّق الی علوم القرآن وعلم البیان**،(مصر، تحقیق: السید محمد بدرالدین النعسانی، مطبعۃ السعادۃ ،1328ھ)ص5

[3] طنطاوی بن جوھری المصری 1880ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔اپ نے 1940ء میں وفات پائی، اپ کو علوم حدیث اور تفسیر کے ساتھ شغف تھا۔(الاعلام للزرکلی، ج3، ص230-331)

اس تفسیر پر لوگوں نے بہت زیادہ تنقید کی ہے۔ بعض نے اس کو تفسیر ماننے سے بھی انکار کر دیا، اور کہا ہے کہ اس کے مؤلف نے اس میں بہت زیادہ غیر ضروری تفصیلات شامل کر دی ہیں اور اسے مختلف سائنسی علوم سے بھر دیا ہے۔ اس بنا پر یہ کتاب ایک سائنسی انسائیکلوپیڈیا کے مثل ہو گئی ہے۔ مزید بر آں اس میں جو سائنسی اقوال درج ہیں وہ دلیل کے متقاضی ہیں اور بہت سے اپنے حال پر باقی نہیں رہے ہیں۔

شیخ منّان القطّان کے سائنسی نقطہ نظر

"ہماری نظر میں شیخ طنطاوی جوہری نے اس تفسیر کو لکھ کر بہت برا کیا، حالانکہ وہ گمان کر رہے ہیں کہ انہوں نے بہت اچھا کام کیا ہے۔ ان کی تفسیر کو بہت سے اہل علم کے نزدیک مقبولیت نہیں ملی ہے، اس لئے کہ اس میں آیات سے دور دراز معانی مستنبط کرنے کے لئے بہت کھینچ تان کی گئی ہے۔ اسی لئے اس تفسیر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں ہر چیز ہے سوائے تفسیر کے[1]"۔

محترمہ رفعت اعجاز کا سائنسی رجحان

فاضل مصنفہ سائنسی تفسیر کی جوازیت کی قائل ہیں، اور اس پر وہ دلائل پیش کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

کہ اللہ کا قرآن مدعیین کو اس میں تعقل و تدبر کرنے پر بار بار اسرار کرتا ہے۔ انہوں نے اس بارے میں کسی بھی اُصول وضوابط کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ کی کتاب مبین نے سات آسمانوں کا تذکرہ کر کے عنوان میں تشنگی نہیں چھوڑی، بلکہ معاصر جدید ترین مادی توضیحات پر کائناتی فزکس کے، علم کے تناظر میں بھرپور رہنمائی کرتا ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ کچھ مفسرین اکرام نے سات آسمانوں کی توضیحات کو خلاف اُصول کہا ہے، جبکہ میں اُس پر تبصرہ کرنا جائز سمجھتی ہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ نئی تحقیقات کی وجہ سے نظریات بدل بھی سکتے ہیں۔ وہ اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار غور و تدبر کرنے کی دعوت دی ہے ایسا کرنے سے اللہ پر ہمارا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا جاتا ہے[2]"۔

---

[1] الطاہر ابن عاشور، **التحریر والتنویر**، (التونسیہ، للنشر 1984ء)، ج1، ص45

[2] رفعت اعجاز، **تفسیر مفہوم القرآن**، (لاہور، بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر 150، جی پی او لاہور، اکتوبر 2006ء)، 1/42۔

مصنفہ نے یہ سچ فرمایا مگر ان کا یہ کہنا کہ سائنسی توضیحات اور نظریات بدل بھی سکتے ہیں، تو جب یہ ہو گا تو سائنسی تفسیر کا کیا مقام رہ جائے گا؟ کیا اُس میں ردل بدل کرنا پڑے گا یا اُس میں من مانی تاویل کرنی پڑے گی؟ اس پر وہ خاموش ہیں۔ مفہوم القرآن میں انہوں نے کئی مقامات پر ڈاکٹر ہلوک باقی کی تفسیر "verses from the koran and facts of science" کے اردو ترجمے "قرآنی آیات کے سائنسی حقائق" کا ریفرنس دیتی ہیں۔ ڈاکٹر نور باقی نے اس نام سے کوئی تفسیر نہیں لکھی۔ ڈاکٹر ہلوک نے یہ تفسیر ترکش میں لکھی تھی، اس کا انگلش ترجمہ ہوا پھر اس کو سید فیروز شاہ نے اردو ترجمہ کیا ہے، خلاصہ کلام جس ترجمہ سے موصوفہ مستفید ہوئی ہیں وہ ترجمہ سے ترجمہ ہے۔ وہ اس کو تفسیر القرآن سمجھی ہیں۔

جہاں پر تکوینی آیات قرانیہ پر تبصرہ جائز ہے، موصوفہ نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ اس تفسیر کا انگریزی ترجمہ سے اردو میں کرنے والے فیروز شاہ سائنس پڑھے ہوئے نہیں تھے، لہذا سائنسی اصطلاحات اور علم جانے بغیر اس سائنسی تفسیر کا اردو ترجمہ بہت مشکل ہے۔ اور اس ترجمہ بہت زیادہ تشنگی باقی ہے۔ بہت سی جگہ پر عبارت کا ترجمہ نہیں ہوا ایسے حالات سے کیسے محترمہ نے ترجمہ سے اپنی تفسیر میں استفادہ حاصل کرنا صحیح نہیں ہے۔ حالانکہ کماحقہ وہ ترجمہ صحیح نہیں ہے۔

محترمہ نے اپنی تفسیر عبارات کا اردو جملے اور الفاظ کے چناؤ میں انتہائی لاپروہی سے کام لیا۔ اقتباس مذکورہ سے تین چار لائنیں پہلے لکھتی ہیں، کہ "مزید ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ۔۔"۔ حالانکہ الفاظ کی ترتیب اس طرح ہوتی تو مفہوم صحیح بنتا'۔۔۔ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں۔۔"۔یوں لکھتی تو بہتر تھا۔ اب محترمہ کے جملے پر غور کریں تو معنیٰ یہ بنتا ہے کہ پہلے کسی ڈاکٹر کا صاحب کا ذکر ہو رہا تھا اب مزید کسی ڈاکٹر صاحب کا تذکرہ مطلوب ہے، حالانکہ ڈاکٹر صاحب ایک ہی ہیں اور ان کو لکھنا مزید کے زمرے میں آتا ہے۔

باقی محترمہ کا یہ کہنا کہ "قرآن مجید نے غور و فکر کی دعوت دی ہے"۔ تو اس سلسلے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر زمین و آسمان کے احوال و اختلاف، لیل و نہار، شمس و قمر، کے احوال اور انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل پر غور و فکر کی دعوت دی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[1]

---

[1] انعام: 6/99

"یہ درخت جب پھلتے ہیں، تو ان میں پھل آنے اور پھر ان کے پکنے کی کیفیت ذرا غور کی نظر سے دیکھو، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں، اس پر بھی لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا"۔

مزید اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾[1]

"ان سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اُس نے کس طرح خلق کی ابتداء کی ہے"

﴿فَانْظُرْ إِلَى آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾[2]

"دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مُردہ پڑی ہوئی زمین کو کس طرح جلا اٹھاتا ہے".

﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ﴾[3]

"اچھا، تو کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا، کہ ہم نے کس طرح بنایا اور آراستہ کیا؟ اور اس میں کہیں بھی رخنہ نہیں ہے".

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ﴾[4]

"اب انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟"۔

درج بالا آیات کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے کئی دیگر جگہوں پر اپنی آیات کی طرف غور کرنے کا حکم دیا ہے۔ ابن آدم جب ان نشانیوں پر غور و فکر کرتا ہے اور سائنسی مشاہدات، تجربات واصولوں کی روشنی میں ان تکونی آیات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے، تو وہ اعجاز قرآنی کا معترف ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں غور فکر کرنے کا امر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ قرآن مجید خود کو کتاب ہدایت قرار دیتا ہے۔ ہدایت اسلامی نصوص واحکام کے ضمن میں ایک بنیادی اور لازمی عنصر ہے۔ ظاہر ہے اس سے تکوینی آیات

---

[1] العنکبوت: 20/29

[2] روم: 30/50

[3] ق: 6/50

[4] الطارق: 5/86

خارج نہیں ہوتی ہیں۔ جیسے قرآن حکیم فقہی احکام کا سرچشمہ ہے حالانکہ قرآن مجید کی تمام آیات میں سے تکوینی آیات کی طرح فقہی احکام والی آیات بھی قرآن مجید کا حصہ ہیں نہ کہ پورا قرآن مجید۔

لہذا سائنسی طریقہ تفسیر قرآن مجید کو سمجھنے کا ایک درست اور ممکنہ انداز ہے، لیکن کچھ حدود قیود کے ساتھ ۔سائنسی تفسیر درحقیقیت سائنس کی خدمت نہیں بلکہ قرآن کو سمجھنے میں ایک معاون ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ہاں ان معنوں میں یہ سائنس کی خدمت کا پہلو بھی رکھتی ہے کہ اس سے سائنسی دنیا کے سامنے تحقیق و تفتیش کے نئے آفاق سامنے آئیں گے۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مؤید علماء اکرام ہیں جو سائنسی تفسیر کے قائلین ہیں۔

1۔ سلطان بشیر محمود،2۔ محمد بن احمد الاسکندرانی،3۔ عبد الرحمن الکواکبی،4۔ محمد مصطفی المراغی،5۔ محمد رشید رضا،6۔ محمد فرید وجدی،7۔ جمال الدین القاسمی،8۔ مصطفی صادق الرافعی،9۔ محمد دشکری الدبوسی،10۔ عبد الحمید بن بارئیس،11۔ محمد احمد الغمراوی،12۔ڈاکٹر عبد العزیز اسمٰعیل ،13۔ حنفی احمد،14۔عبد الرزاق نوفل ،15۔ محمد متولی الشعراوی،16۔ محمود ابالفیض لمنوفی،17۔ محمود احمد مہدی ،18۔ محمد بن سعید الدبل،19۔ڈاکٹر محمد عبد اللہ دراز ،20۔ حسن البناء،21۔ ،22۔عدنان اکتور(ہارون یحیی)،23۔ڈاکٹر ہلوک نور باقی ،24۔عبد الحمید زندانی ،25۔مولانا شہاب الدین ندوی۔

سائنسی تفسیر کے عدم قائلین علماء کے نظریات

سائنسی تفسیر میں کچھ علماء کو اختلاف ہے ان میں دلائل اور آراء کا جائزہ کیا جاتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

سائنسی تفسیر کے بارے میں امام ابو اسحاق شاطبیؒ کا نظریہ

جن لوگوں نے قرآن مجید کی سائنسی تفسیر پر اختلاف کیا اُن میں سر فہرست امام اسحاق شاطبیؒ ہیں۔
ان کی دلیل یہ کہ سلف صالحین صحابہ و تابعین، قرآن اور اس کے علوم سے سب سے زیادہ باخبر تھے اور ان میں سے کسی نے اس موضوع پر گفتگو نہیں کی۔قرآن فہمی کے سلسلے میں مدد حاصل کرنے میں اس پر اکتفا کیا جائے جس کا علم خاص طور پر عربوں کی طرف منسوب ہو۔شریعت کو سمجھانے میں اہل عرب جن کی زبان میں

قرآن نازل ہوا ان کے درمیان معروف امور کی پیروی کی جائے۔کتاب اللہ اور سنت رسول کو ماننے والے شخص کے لئے یہ درست نہیں کہ ان میں یہ تکلف ایسے معانی اخذ کرے جن کی اہل عرب کی زبان میں گنجائش نہ نکلتی ہو، بلکہ اس کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ جتنا اہل عرب گئے ہیں اتنا ہی جائے جہاں پر وہ رک گئے بس وہیں پر رُکے [1] ۔

امام اسحاق شاطبیؒ مزید فرماتے ہیں کہ "بہت سے لوگ قرآن میں اظہار خیال کرنے کے معاملے میں اس حد سے تجاوز کر گئے ہیں، چنانچہ انہوں نے اس میں متقدمین و متاخرین کے تمام قابل ذکر علوم، مثلا طبعیات، تعلیمات اور منطق وغیرہ کو اس میں شامل کر دیا ہے[2]"۔

ابو حیان محمد بن یوسف بن علي الغرناطيؒ اور سائنسی نظریات

ابو حیان اندلسیؒ سائنسی تفسیر کے مخالفین میں سے ہیں، وہ اپنی تفسیر البحر المحیط میں امام رازیؒ پر جرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام رازیؒ نے اپنی تفسیر اور دیگر کتابوں میں مختلف علوم کو جمع کرتے ہیں اور کسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے ایک علم سے دوسرے علم کے دائرہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔انہوں نے لکھا ہے:

" وكان أستاذنا العلامة أبو جعفر أحمد بن إبراهيم بن الزبير الثقفي ، قدّس الله تربته ، يقول ما معناه : متى رأيت الرجل ينتقل من فن إلى فن في البحث أو التصنيف ، فاعلم أن ذلك ، إما لقصور علمه بذلك الفن ، أو لتخليط ذهنه وعدم إدراكه ، حيث يظنّ أن المتغايرات متماثلات [3]"۔

"ہمارے استاد علامہ ابو جعفر احمد بن ابراہیم بن الزبیر الثقفیؒ کہا کرتے تھے"۔جب تم دیکھو کہ کوئی شخص بحث و تحقیق یا تصنیف یا تالیف میں ایک فن سے دوسرے فن میں پہنچ جاتا ہو تو جان لو کہ یا تو اس کا سبب اس فن میں اس کی کم علمی ہے یا اس کے ذہن میں مباحث پوری طرح واضح نہیں ہیں، اسے موضوع کا باخوبی ادراک نہیں ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ باہم مختلف چیزیں مماثل ہیں"۔

ان کا یہی معاملہ علوم کے سلسلے میں ہے۔وہ مختلف علوم کو خلط ملط کر دیتے ہیں۔بحث کرتے کرتے ایک علم سے دوسرے علم میں جا پہنچتے ہیں۔

---

[1] شاطبیؒ، امام اسحاق, **الموافقات فی اصول الاحکام**،(بیروت، تعلیق: محمد حسنین مخلوف، دار الفکر للطباعۃ والنشر، س ن)2/ 53

[2] شاطبیؒ, **الموافقات فی اصول الاحکام**،2/ 53

[3] الأندلسي, أبو حیان محمد بن یوسف بن علي الغرناطي، **تفسیر البحر المحیط** (بیروت، 745ھ)، دار الفکر،1983ء، طبع دوم،2004) 1/ 511

سائنسی تفسیر کے بارے میں جدید مخالف علماء کرام

محمد حسین ذہبیؒ کے اعتراضات سائنسی تفسیر پر:

محمد حسین ذہبیؒ بھی سائنسی تفسیر کے مخالفین میں سے ہیں۔ انہوں نے متعدد پہلو سے اس پر اعتراضات کیے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے:

محمد حسین ذہبی کا پہلا اعتراض لغوی پہلو سے ہے:

زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ بہت سے قرآنی الفاظ کی دلالتیں بدل گئی ہیں اور اُن میں توسّع آگیا ہے۔ تو کیا یہ بات قرینِ عقل ہو گی کہ الفاظِ قرآن کے فہم میں ہم بھی اتنے ہیں توسّع سے کام لیں اور اُن سے وہ معانی مستنبط کریں جنہیں جدید اصطلاحات کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔

دوسرا اعتراض بلاغی پہلو سے ہے:

بلاغت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بات مطابق حال کہی جائے۔ سائنسی تفسیر سے قرآن کی بلاغت کو ضرر پہنچتا ہے، اس لئے کہ قرآن کے زمانہ نزول میں جن لوگوں مخاطب بنایا گیا اگر وہ ان معانی سے ناوقف تھے جنہیں تفسیر میں بیان کیا جاتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ انہیں وہ بتانا چاہتا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ قرآن غیر بلیغ ہے، اس لیے کہ اس کے مخاطبین کے حالات کی رعایت نہیں کی اور اگر وہ ان معانی کو جانتے تھے تو کیوں عربوں کی علمی ترقی نہیں ہوئی، جب کہ قرآن میں اولین وآخرین کے تمام علوم پائے جاتے تھے۔

تیسرا اعتراض اعتقادی پہلو سے ہے:

اگر ہم ان لوگوں کا مسلک اختیار کرلیں جو قرآن سے ہر چیز مستنبط کرنے لگے ہیں اور اس کو تمام علوم کا سرچشمہ بنادیں تو قرآن کے سلسلے میں مسلمانوں کے عقیدہ کو ہم مشکوک بنادیں گے۔ اس لیے کہ قرآن کے بارے میں عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

کہ کل اس کی جو بات صحیح تھی وہ آج غلط ہو سکتی ہے[1]"۔

---

[1] ذہبی،، **التفسیر والمفسرن**، (کراچی، ادراہ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان)، 2/492

امام شاطبیؒ کے سائنسی تفسیر پر اعتراضات

امام شاطبیؒ سائنسی تفسیر کے مخالفین میں سے ہیں۔ اس کے علاوہ سائنسی تفسیر کے مخالفین میں امین الخولی، محمد عزہ دروزہ، عباس محمود العقاد، صبحی صالح، سید قطب اور محمد حسین ذہبی قابل ذکر ہیں۔

قرآن مجید کا سائنسی اعجاز یہ ہے کہ قرآن مجید نے آفاق و انفس، نجوم و کواکب، ارض و سماء، نباتات و اشجار وغیرہ کے بارے میں کئی حقائق تربیتی و روحانی نقطہ نظر سے پیش کیے ہیں۔ پوری سائنسی تاریخ میں کوئی ثابت شدہ حقیقت قرآنی بیانات کو غلط ثابت نہیں کر سکی اور نہ ہی کر سکتی ہے۔ بلکہ سائنسی ترقی قرآن مجید کے ثابت شدہ حقائق کے کسی پہلو کو مزید نکھارتی اور مبرہن کرتی ہے۔ قرآن مجید کی اس معجزانہ حیثیت پر تمام قدیم و جدید علماء متفق نظر آتے ہیں اور اس بارے میں کوئی مخالف رائے منقول نہیں ہے یہ سائنسی اعجاز ہے۔

سائنسی تفسیر یہ ہے کہ کسی ایجاد، دریافت، سائنسی نظریہ یا تجربہ وغیرہ کے بارے میں رائے دینا کہ یہ نصِ قرآن کا مدلول ہے۔

سائنسی تفسیر دیگر مخالفین اہل علم

1۔ محمود شلتوت ،2۔امین خولی ،3۔ محمد حسین الذہبی4۔ محمد عزۃ در وزۃ ،5۔عباس العقاد ،6۔عائشہ عبد الرحمن ،7۔ محمد کامل حسین،8۔ شوقی ضیف،9۔ڈاکٹر صبحی صالح ،10۔احمد بن جمال ،11۔عبد المجید المحتسب ،12۔ سید قطب شہید[1]۔

قرآن مجید کی سائنسی تفسیر اور معتدل رائے

اس بارے میں متوازن اور معتدل رائے یہ ہے کہ تفسیر علمی اور علمی اعجاز میں فرق ہے۔

اس بارے میں آراء ذیل ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ سائنسی تفسیر کے مؤیّدین اور مخالفین دونوں کے نقطہ ہائے نظر کی وضاحت کے بعد ہم کہیں گے کہ سائنسی تفسیر کا نہ تو مطلق انکار صحیح ہے اور نہ اس کی مطلق تائید کو درست قرار دیا جاسکتا ہے، بلکہ دونوں حقیقتوں کو جمع کرنا مبنی بر صواب رویّہ ہو گا، ایک قرآنی حقیقت جو یقینی نص کے ذریعے ثابت ہے اور دوسری سائنسی

---

[1] خان، ڈاکٹر لطیف، برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات، ص102

حقیقت جو قطعی تجربہ اور مشاہدہ کے ذریعے پایۂ ثبوت کو پہنچی ہے۔ اسی بنا پر تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ قرآن کریم کا کسی سائنسی حقیقت سے ٹکراؤ نہ کبھی پہلے ہوا ہے اور نہ کبھی آئندہ ہو گا۔ ٹکراؤ اس وقت ہوتا ہے جب سائنسی حقیقت اور قرآنی حقیقت میں سے کوئی ایک خودساختہ ہو، ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام سائنسی، فنی اور سماجی علوم کا اسلامی فکر اور وحی الہیٰ کے تقاضوں کے مطابق جائزہ لیا جائے اور تمام مروجہ علوم کی تطہیر اور پھر انہیں اسلامی فکر سے مطابقت اور ہمنوائی کرنے کا اہتمام کیا جائے[1]۔

دوسری رائے یہ ہے کہ قرآن مجید کی سائنسی تفسیر اور سائنسی اعجاز میں فرق کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید کا سائنسی اعجاز یہ ہے کہ قرآن مجید نے آفاق و انفس، نجوم و کواکب، ارض و سماء، نباتات و اشجار وغیرہ کے بارے میں کئی حقائق تربیتی و روحانی نقطہ نظر سے پیش کیے ہیں۔ پوری سائنسی تاریخ میں کوئی ثابت شدہ حقیقت قرآنی بیانات کو غلط ثابت نہیں کر سکی اور نہ ہی کر سکتی ہے۔ بلکہ سائنسی ترقی قرآن مجید کے ثابت شدہ حقائق کے کسی پہلو کو مزید نکھارتی اور مبرہن کرتی ہے۔ قرآن مجید کی اس معجزانہ حیثیت پر تمام قدیم و جدید علماء متفق نظر آتے ہیں اور اس بارے میں کوئی مخالف رائے منقول نہیں ہے[2]۔ یہ سائنسی اعجاز ہے۔

تیسری رائے یہ ہے کہ سائنسی تفسیر یہ ہے کہ کسی ایجاد، دریافت، سائنسی نظریہ یا تجربہ وغیرہ کے بارے میں رائے دینا کہ یہ نصِ قرآن کا مدلول ہے[3]۔

چوتھی رائے یہ ہے کہ سائنسی تفسیر کرتے ہوئے اگر شروط پیشِ نظر رکھی جائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

---

[1] فاروقی ,ڈاکٹر محمد یوسف، **فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ و شریعت کے تناظر میں**، فکر و نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این، 0430-4055، ج50 شمارہ 2،

[2] الشعروی، محمد متولی، **معجزہ القرآن**، ج2، ص217

[3] عبد الرحمان، **مناہج البحث فی العقیدہ الاسلامیہ فی العصر الحاضر**، ص158-159

خلاصہ بحث

اسلام اور سائنس کے باہمی تعلق کے بارے تین آراء ہیں۔ کچھ علماء اس کی تائید و توثیق کرتے ہیں جیسے ابو لفضل المرسیؒ، عبد الرحمن الکواکبی، محمد مصطفی المراغی، محمد رشید، حسن البناء، وغیرہ۔ ان علماء کا نقطہ نظریہ ہے کہ خود قرآن مجید جیسے سورہ ص:29، سورہ محمد:24 اور الانحل :44 میں غور و فکر کی دعوت پیش کرتا ہے۔ اسی طرح وہ تمام آیات کریمہ ہیں جن میں ہر چیز کی تفصیل نبی رحمت ﷺ صحابہ کو قرآن مجید میں غور و فکر کی ترغیب دلاتے تھے اور صحابہ و تابعین اس پر عمل کرتے تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمر مسلسل آٹھ برس تک سورہ بقرہ میں غور و فکر کرتے رہے اور تابعین میں سے امام مجاہدؒ نے عقل واجتہاد کا دروازہ کھولا تھا۔

بعض مفسرین قرآن ہر طرح کے سائنسی حقائق کی قرآن سے مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کی وجہ علمی اور سائنسی حقائق سے بے جا مرعوبیت ہے، ان مفسرین میں جوہری طنطاوی، محترمہ رفعت اعجاز ہیں۔

بعض مسلم مفکرین قرآن اور سائنس میں قطعا مغائرت کے قائل ہیں جیسے ابو حیان اندلسی، ابو اسحق امام شاطبیؒ، محمود شلتوت، امین خولی، ڈاکٹر صبحی صالح،، محمد حسین الذہبی وغیرہ اور ان کا نقطہ نظریہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کام لینے سے منع فرمایا اور اپنی رائے سے تفسیر کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔

درمیانی رائے کے مطابق سائنسی تفسیر قرآن و سنت اور سلف صالحین کے مروجہ اصولوں کی روشنی میں اپنایا جائے تو اس سے نہ صرف عمومی فوائد کا حصول ہو گا بلکہ اخروی اجر و ثواب کے ساتھ ساتھ قرآنی حقائق کی صداقتوں پر یقین و پختگی بھی پیدا ہو گی۔ ان میں طاہر ابن عاشور اور غلام رسول سعیدی وغیرہ ہیں۔

فصل سوم

سائنسی تفسیر کی قبولیت کے اصول

تاریخِ اسلام کے ہر دور میں ایسے افراد کی ایک جماعت موجود رہی ہے، جو قرآن و سنت کے علوم میں پختگی پیدا کیے بغیر اپنے زمانے کے فلسفے کی طرف متوجہ ہوئے اور وہ فلسفہ ان کے ذہنوں پر ایسا بری مسلط ہو گیا کہ وہ اس کے بتائے ہوئے فکر و نظر کے دائروں سے باہر نکلنے کی صلاحیت سے ہی محروم ہو گئے، اس کے بعد جب انہوں نے قرآن کریم کی طرف رجوع کیا اور اس کی بہت سی باتیں انہیں اپنے آئیڈیل فلسفے کے خلاف محسوس ہوئیں تو انہوں نے اس فلسفے کو جھٹلانے کے بجائے قرآن کریم میں تحریف و ترمیم شروع کر دی اور اس کے الفاظ کو کھینچ تان کر اپنے فلسفیانہ افکار کے مطابق بنانا شروع کر دیا۔

جب مسلمانوں میں یونانی فلسفے کا چرچا ہوا اور لوگوں نے قرآن و سنت کے علوم میں پختگی پیدا کیے بغیر اس فلسفے کو حاصل کرنا شروع کیا، تو یہی فتنہ پیش آیا اور بعض لوگ جو یونانی فلسفے سے بری طرح مرعوب ہو گئے تھے، قرآن کریم کو توڑ موڑ کر اس فلسفے کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگ گئے۔ ان میں بہت سے لوگ مخلص بھی تھے اور سچے دل سے یہ سمجھتے تھے کہ یونانی فلسفہ ناقابل تردید ہے اور قرآن و سنت کی متوارث تفسیر اس کے لائے ہوئے فکری سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکے گی، اس لیے اس تفسیر کو بدل کر قرآن و سنت کی ایسی تشریح کرنی چاہیے جو یونانی فلسفے کے مطابق ہو، لیکن در حقیقت یہ ان کی قرآن و سنت اور اسلام کے ساتھ ایک نادان دوستی تھی، جس نے اسلام کی کوئی خدمت کرنے کے بجائے مسلمانوں میں نظریاتی انتشار برپا کیا۔

تاہم بعض علماء نے سائنسی علوم کے قرآن مجید سے تعلق پر تفصیلی بحث کی ہے اور قرآن کی سائنسی تفسیر کے لیے کچھ اہم امور ملحوظ رکھنے کی ہدایت کی ہے ان ہی میں سے صاحب مناہل العرفان بھی ہیں جنھوں نے سائنسی تفسیر کو قبول کرنے کے لیے اور قرآن اور سائنس کے باہمی تعلق کے حوالے سے تفصیلی بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

قرآن کی سائنسی نقطہ نظر سے تفسیر کرنے سے پہلے پانچ اہم باتوں کا جاننا ضروری ہے۔

پہلی بات یہ ہے قرآن سائنس کی کتاب نہیں اور نہ ہی سائنسی علوم کو قرآن نے اپنا موضوع بنایا ہے بلکہ قرآن صرف اور صرف ہدایت کے لیے نازل کردہ اللہ کی کتاب اور انسانیت کی دنیاوی واخروی نجات کے لیے ہے۔ اس لیے اس سے فزکس، فلکیات، حیاتیات اور کیمسٹری کے حقائق کی تشریح نہ کی جائے، نہ ہی اس کے ذریعے

ریاضی کا مسئلہ ، الجبری مساوات وہندسی نظریہ حل کیا جائے۔ نہ ہی علم طب کے باب کا اضافہ کیا جائے اور نہ ہی تشریحی فصل، اور نہ ہی علم الحیوانات، باٹنی، یا طبقات الارض کے طور پر بیان کیا جائے۔

دوسری بات: قرآن نے ان علوم کے ذریعے تحقیق، غور و فکر اور کائنات میں موجود نعمتوں اور سابقہ واقعات سے مستفید ہونے کے لیے دعوت دی ہے چنانچہ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مِنْهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[1]

"اور جو کچھ زمین میں ہے اور جو کچھ آسمانوں میں ہے، سب اسی نے اپنی طرف سے تمہاری خدمت میں لگا رکھا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کے اندر بھی بہت سی نشانیاں ہیں، ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں۔"

تیسری بات: جب قرآن نے ان کائناتی چیزوں کو پیش کیا تو ہم نے محسوس کیا کہ وہ خدائے بزرگ وبرتر کی پروردہ ہیں اور اسی کی مرضی کے تابع ہیں اور ان کے ذریعے ان باتوں کی نفی کی جو بہت سے گمراہ لوگوں کے ذہنوں میں اٹکی ہوئی تھی، جو انہیں معبود تصور کرتے تھے جب کہ وہ دیوتا ان کے ہاتھوں بنائے گئے تھے، اور ان کے گمان کے مطابق اثر و رسوخ اور اختیار ان دیوتاؤں کے پاس ہے حالانکہ وہ معبودان باطلہ خدا کی قدرت اور اختیار کے تابع تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ﴾[2].

"تم سمجھتے ہو کہ یہ خدا کی گرفت سے تمہیں بچالیں گے)؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی زمین اور آسمانوں کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ ٹل نہ جائیں اور (بالفرض) وہ ٹل جائیں تو اللہ کے بعد کوئی دوسرا ان کو تھامنے والا نہیں ہے۔"

چوتھی بات: جب قرآن ہدایت کو پیش کرنے کے لیے ایک آیت کائناتی علوم سے متعلق پیش کرتا ہے، تو اس میں ایسی ذات کی بات ہوتی ہے جو کائنات کے علوم، آسمانوں اور زمین کے رازوں کی ہر چیز کو جاننے والے ہیں اور اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔ نہ خشکی اور تری کی، نہ ستاروں اور سیاروں کی، نہ بادلوں اور پانی کی، نہ انسان، حیوانات، نباتات

---

[1] الجاثیہ: 13/45

[2] فاطر: 41/35

اور بے جان اشیاء کی، اور یہی وہ چیز ہے جس نے کائناتی علوم سے وابستہ بعض لوگوں کو حیران کر دیا ہے اور ان لوگوں کو بھی جو ان علوم میں بہت آگے نکل گئے ہیں، وہ ان علوم کو قرآن کے علوم میں شمار کرنے لگے ہیں۔

پانچویں بات: قرآن نے خدا کی آفاقی نشانیوں کے اظہار کے لیے جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ ایک ایسا منفرد اسلوب ہے جس میں وضاحت اور خلاصہ کو ایک ہی پیٹرن میں ملایا گیا ہے، تاکہ قرآنی نظام کو ہر نسل اور قبیلے میں سننے والوں تک پہنچایا جائے۔[1]

درجہ بالا بحث سے سائنسی تفسیر کے کچھ اُصول وضوابط اخذ ہوتے ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلا اُصول: جمہور مفسرین کی شرائط تفسیر کا لحاظ رکھنا

سائنسی تفسیر قرآن مجید کے ظاہر اور قرآنی نظم کے خلاف نہ ہو اور مفسر کا یہ دعوی بھی نہ ہو کہ اس سے صرف یہی مراد ہے۔[2]

دوسرا اُصول: اکتشافات قرآنی نظم قرآنیہ کے مطابق ہوں

سائنس اکتشافات کو زبردستی ٹھونسا نہ جائے اگر وہ قرآنی نظم کے مطابق آرہے ہیں تو ان کو بیان کرے ورنہ نہ بیان کرے[3]۔ یعنی معنی اور مفہوم کے مطابق ہوں[4]۔

تیسرا اصول: سائنسی تفتیش اور قرآنی بیان میں تعارض کے بجائے تطابق ہو

ایسے سائنسی نظریات جو آپس میں متعارض ہوں اُن کو سائنسی تفسیر میں بنیاد نہ بنایا جائے، خود بھی سائنسی نظریات میں اختلا ف پایا جاتا ہے ان کا اکتشاف قرآنی معارف سے شبہ آئے گا، ایسی ایجادات جن پر تمام سائنس میں اتفاق پایا جاتا ہو ان کو سائنسی تفسیر ی استنباط کے تناظر میں ذکر کیا جاتا ہے جن ایجادات میں سائنس دانوں کا اتفاق نہیں پایا جاتا۔ ان کو سائنسی تفسیر میں بنیاد نہ بنایا جائے[5]۔

---

[1] الزرقاني، محمد عبد العظيم، **مناهل العرفان في علوم القرآن**، الناشر، دار الفكر- بيروت، الطبعة الأولى، 1996ء، ج2، ص251 تا255

[2] العک، خالد عبد الرحمن، **اصول تفسیر و قواعد**، (دمشق، دار النفاس، س ن)، ص224

[3] ایضا، ص224

[4] ایضا، ص224

[5] ایضا، ص224

ایسی سائنسی تفتیش جس کی وجہ سے آیات میں تطبیق نہ ہو سکتی ہو، بے فائدہ ہے، کیونکہ ایسا علم جاننے سے دین میں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا لہذا ایسی تفتیش سے بہتر ہے کہ سکوت فرمایا جائے۔ ہاں ایسی تفسیر جس سے دین کی افادیت ہو وہ باعث اجر و فلاح آخرت ہے[1]۔

لہذا اگر قرآنی بیان اور سائنسی نظریے یا مشاہدے کے درمیان تطابق نہ پایا جائے تو قرآن کے بیان کی غلط یا دور دراز کی تاویل کرنے کی بجائے انسانی علم و عقل اور مشاہدے کو ناقص سمجھا جائے گا اور یقین کر لیا جائے گا کہ ابھی قرآنی حقیقت تک پہنچنے کے لیے مزید علم و تحقیق کی ضرورت ہے اور موجودہ علم اسے سمجھنے میں ناکام ہوا ہے۔

چوتھا اُصول: مفسر سائنسی علوم سے گہری واقفیت اور قرآنی علوم کا ماہر ہو

مفسر سائنسی اور قرآنی علوم میں کمال رغبت رکھتا اور اس میں مہارت تامہ رکھتا ہو[2]۔ اگر مفسر سائنسی علوم سے واقفیت نہ رکھتا ہو تو وہ اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:

"ہمارے سامنے بہت سی ایسی مثالیں اور کتابیں موجود ہیں جو کائناتی علوم کو قرآن سے اخذ کر کے یا قرآن کی تفسیر اور اسے کائنات اور اس کے علوم کے ساتھ بیان کر کے اضطراب کا شکار ہوتی ہیں۔[3]

پانچواں اُصول: سائنسی نظریات میں تکلفات نہ کرے۔

ایسی سائنسی وضاحت جس کا تعین مشکل ہو اور ہر دور میں تصور بدلتا ہو، اسے بنیاد قرار دے کر تفسیر نہیں کرنی چاہیے۔ اس کے لئے مجملاً جملہ کافی ہو گا، اسے کھینچ تان کر مفاہیم و مطالب اخذ کرنا غلط ہو گا[4]۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن کریم کی حقانیت و صداقت کے لیے کسی بیان و تائید کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو اس ذاتِ باری تعالیٰ کا کلام ہے جو تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہے۔ اسے نہ کسی تصدیق کرنے والے کی تصدیق کی ضرورت ہے اور نہ کسی مؤید کی تائید کی حاجت، اگر کسی سائنسی مشاہدہ اور قرآنی بیان کے درمیان مطابقت پائی جائے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس سے قرآن کی تائید ہوتی ہے، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ اس کی طرف قرآن سے اشارہ ملتا ہے، یا قرآنی استنباط سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

---

[1] تھانوی، اشرف علی، **بیان القرآن**،(لاہور،، تاج کمپنی، 1952)1/ 193

[2] العک، **اصول تفسیر و قواعد**، ص224

[3] الزرقاني، **مناهل العرفان في علوم القرآن**،، ج2، ص254

[4] کیلانی، عبد الرحمان، **تیسر القرآن** ،(لاہور، مکتبہ السلام سن پورہ، 1428ھ)1/ 145

چھٹا اُصول: آیات کونیہ کو سائنسی اکتشافات کے مطابق نہ ڈھالا جائے

جو مضمون آیات قرآنیہ کونیہ ہے اس کو بنیاد بنائے نہ کہ سائنسی اکتشاف کو اصل بنائے سائنسی انکشافات کو اس آیت کونیہ کی وضاحت میں بیان کرے[1]۔ کیونکہ سائنسی نظریات میں تجربات کی وجہ سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے چنانچہ علامہ زرقانی ؒ فرماتے ہیں:

ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ کائناتی علوم طبعی مدوجزر (لہروں کا اتار چڑھاو) کی نوعیت کے تابع ہیں۔ اور یہ بات بھی ہے کہ اس میں ایسی بہت ساری ابحاث ہیں جن پر تحقیق کرنے والے پریشان و فکر مند ہیں اور ان کے ثبوت و نفی میں تردد پایا جاتا ہے۔ فلکیات کے سائنسدانوں نے کسی چیز کے ثبوت میں کل جو کہا تھا، آج کے سائنسدان اس کی تردید کر رہے ہیں اور جو کچھ طبعیات کے علماء نے ماضی میں ثابت کیا تھا، موجودہ زمانے کے ماہرین اس کے علاوہ ثابت کر رہے ہیں۔[2] بلکہ قرآن مجید کی تفسیر میں ایسی سائنسی مثالیں دی جائیں جن کی مدد سے قرآن فہمی میں آسانی ہو[3]۔

ساتویں اصول: سائنسی مفسر لغت عرب کی رعایت کرے

عربی لغت اور معانی کا انتظام بھی کیا جائے جس سے اشارتا سائنسی اکتشاف واضح ہو رہا ہے کیوں کہ قرآن عربی ٹیکسٹ ہے۔ قرآنی لغت کا خیال رکھا جائے سائنسی اکتشافات کے استدلال کے حوالے سے۔ یعنی لغت عربی میں قرآن کریم کے جو لغوی معانی بیان کیا گیا ہیں، اُن کی رعایت کرے، اُس معنی کی طرف جو سائنسی مفسر کے ہاں پایا جاتا ہے۔

اٹھواں اُصول: سائنسی استنباط مفہوم شریعت کے مخالف نہ ہو

مذکورہ سائنسی استنباط مفہوم شریعت کے عمومی اصول و قواعد کے مخالف نہ ہو[4]۔

وہ نظریات اور معقولات جن کے فہم میں غور و فکر کرنے والوں کو دشواری اور ان کے درمیان اختلاف ہوا ہے، قرآن میں ان کی طرف اشارے اور دلالتیں پائی جاتی ہیں۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ استنباطات ظاہر تفسیر سے ٹکراتے نہ ہوں، وہ اسے مکمل کرتے ہوں نہ کہ اس کا بدل ہوں[1]۔

---

[1] العک، **اصول تفسیر و قواعد**، ص224

[2] الزرقاني، **مناهل العرفان في علوم القرآن**، ج2، ص255

[3] تھانوی، **بیان القرآن**، 1/193

[4] العک، **اصول تفسیر و قواعد**، ص224

کسی بھی جدید سائنسی نظریے یا جدید سائنسی مشاہدے کو قرآن مجید کا عین مدلول نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ اس سے خود صاحبِ قرآن، صحابہ کرام اور اسلافِ امت کے فہم قرآن پر حرف آتا ہے اور یہ تمام عرب امیین کے فہم کے بھی منافی ہے۔ نیز قرآن مجید کے بنیادی مقصد نزول کے بھی خلاف ہے۔

مولانا تقی عثمانی صاحب بحوالہ مولانا عبد المالک کاندھلوی لکھتے ہیں:

"قرآن ہوائی جہازوں اور راکٹوں کی صنعت سکھانے کے لیے نازل ہوا ہے، اور نہ اس کی تعلیم مقصدِ رسالت ہے، بلکہ مقصد وحی اور غرض رسالت تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیہ نفوس ہے[2]۔

پختہ کار علماء دین کا مؤقف یہ تھا کہ قرآن کریم کسی انسان کی نہیں اس خالقِ کائنات کی کتاب ہے جو اس دنیا اور اس میں ہونے والے واقعات کی رتی رتی سے باخبر ہے اور اس دنیا کے بدلتے ہوئے حالات سے اس سے زیادہ کوئی باخبر نہیں ہو سکتا، لہٰذا قرآن کریم کی تعلیمات اور اس کے بیان کردہ حقائق سدا بہار اور ناقابلِ ترمیم ہیں۔

نواں اُصول: سائنسی تفسیر سے اللہ کی مراد اور اس کی موافقت مقصود ہو۔

سائنسی تفسیر سے مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی ہو، مفسر اس میں وہی معنیٰ ومفہوم مراد لے جو قرآن وسنت سے مراد الٰہی لی گئی ہو۔ مفسر اپنی ذاتی رائے سے قرآن وسنت سے اخذ کردہ مراد ومفہوم پر زیادتی نہ کرے۔ جو بھی معنیٰ ومفہوم مراد لیا جا رہا ہے وہ عظمت خداوندی اور اس کے کلام کے ساتھ مناسبت بھی رکھتا ہو[3]۔

دسواں اُصول: آیات کے درمیان ربط ومناسبت قائم رکھا جائے

ایسا سائنسی انکشاف نہ ہو جو مقام کے مناسب نہ ہو، غرض سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ تو وہ مفسر کی تفسیر کے ساتھ مطابقت اور مناسبت رکھتا ہو جو قرآنی نظم ہے قرآن کا جو ربط ہے یعنی ایک آیت کا دوسری آیت کے ساتھ جو مناسبت ہے اس میں وہ خلل نہ ڈالتا ہو۔ بلکہ اسکی رعایت رکھتے ہوئے اگر کوئی سائنسی انکشاف واضح ہو رہا ہے۔ تو اس کو

---

[1] الغزالی، حامد محمد، **جواھر القرآن**، (مصر مکتبۃ الجندي،) ص46،45، امام غزالی متوفی (505ھ)، نے اپنی تصنیف، جوہر القرآن میں اس پر مستقل لکھا ہے کہ تمام علوم قرآن مجید سے منشعب ہوتے ہیں۔ اس پر تبصرہ کے لیے ملاحظہ ہو: ذھبی، التفسیر والمفسرون،: 2/332-333

[2] عثماني، **علوم القرآن**، بحوالہ عبد المالک کاندھلوی، ص372-376

[3] العک، **اصول تفسیر وقواعد**، ص224

توذکر کیا جاسکتا ہے۔ اگر سائنس اکتشاف جس سے قرآنی ربط اور اس کے باہمی نظم جو کہ ایک وحدت صورت میں ہے وہ ٹوٹ رہی ہو تو اس کو ذکر نا جائز نامناسب ہے، اس سے کبھی استدلال نہیں ہو سکتا[1]۔

گیارھواں: تفسیر بالماثور کی ترجمان ہو

سائنسی تفسیر، تفسیر بالماثور کی ترجمانی کرتی ہو نہ کہ مخالفت کرے[2]۔ وہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید خالقِ کائنات کا کلام ہے، اس کی تعلیمات و بیانات اپنی جگہ اٹل اور نا قابل تغیر و تبدل ہیں۔ اس کے برعکس سائنس جو مطالعہ قدرت سے عبارت ہے، جو نظریہ پیش کرتی ہے اس میں استقلال و جماؤ نہیں ہوتا، تجربات سے نظریے میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ تجربہ کرنے سے سائنس دان اپنا ایک نظریہ پیش کرتا ہے، دوسرا سائنسدان آتا ہے اور اپنے جدید تجربات سے اس نظریہ کی تردید کر دیتا ہے۔ سائنسی نظریات غیر اٹل اور تغیر پذیر ہوتے ہیں، ایسی صورت میں قرآن اور سائنسی نظریے کے درمیان تطابق صحیح نہیں ہو گا اور نہ سائنسی نظریے سے قرآن کے کسی بیان کی تردید کر سکتے ہیں۔

بارھواں اصول: متدّاول الفاظ کا چناؤ

تفسیر میں سائنسی نکات کے ساتھ ایسے انداز میں مناسب الفاظ استعمال کیے جائیں کہ تفسیر کے طالب کا ذہن ، اس آیت کے اصل مقصد کی طرف مائل ہو جائے اور تفسیر پڑھتے ہوئے اس کے ایمان میں بڑھوتری آئے[3]۔

تیرھواں اُصول: تفسیر بالرائے کے آداب و شرائط میں مطابقت

اگر (سائنسی) تفسیری آراء و اجتہادات کتاب و سنت، آثار سلف، کلام عرب کے اسالیب اور تفسیر بالرأی کے لیے طے کردہ شروط و آداب کے موافق ہوں تو یہ تفسیر بالرأی المحمود ہے اور اگر تکوینی آیات کی تفسیر قوانین لغت، کتاب و سنت، آثار سلف اور شروط و آداب کے منافی ہو تو یہ تفسیر بالرأی المذموم ہے[4]۔

---

[1] ایضا، ص224

[2] ڈاکٹر لطیف خان، **برصغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات**، ص115

[3] مودودی، **تفہیم القرآن**، (لاہور، ترجمان القرآن، 2002ء) 1/54

[4] **الموسوعۃ الفقھیۃ الکونیہ**، حکم تفسیر القرآن، (کویت، وزارۃ الاوقاف والشءون الاسلامیہ، 1983ء) 13/93

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سائنس یاسائنسی تفسیر کو قرآن مجید کا ہدف و مقصد قرار نہ دیا جائے اور یہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ قرآن مجید بنیادی طور پر نہ سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی سائنس براہ راست اس کا موضوع ہے۔ قرآن کی سائنسی تفسیر سے گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانا مقصد ہے۔

چودھواں اُصول: الحاد کے خاتمے کے لیے سائنسی دلائل

سائنسی دلائل پیش کرنے کا مقصد الحاد کا خاتمہ ہے، اس لیے دلائل اس انداز میں پیش کیے جائیں جس سے الحاد کا خاتمہ ہوسکے اور قرآن کی حقانیت کی دلیل میں اضافہ ہوسکے۔ ایسا انداز نہ اپنایا جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ قرآن سائنس کی کتاب ہے اگر ایسا انداز اپنایا جائے تو اس سے قرآن مجید کا مقصد ہدایت فوت ہو جائے گا کیونکہ قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اس کا مقصد صرف ہدایت ہے[1]۔

پندرھواں اُصول: اکتشاف کے لیے سائنسی علوم کے ماہرین سے استفادہ کرنا

مفسر سائنسی اکتشاف کے بارے میں لکھنے یا کوئی اکتشاف پیش کرنے سے پہلے یہ ثابت کرے کہ اس سائنسی اکتشاف کے متعلق سائنس دانوں کے تجربات کے بعد کیا نتائج سامنے آئے ہیں اور اُن کی بنیادیں کیا ہیں؟ اگر مفسر کو اس حوالے سے سائنس دانوں کے تجربات سے حاصل ہونے والے نتائج اور اُن کی بنیادوں کے بارے میں علم نہیں ہے بلکہ مفسر اپنے تخیلات کی بنیاد پر کسی سائنسی حقائق کے متعلق کوئی وضاحت کرتا ہے تو یہ قرآنی سائنسی علوم کی بنیاد نہیں بن سکتا ہے، کیونکہ اس کی بنیاد صرف ذاتی تخیلات پر ہے لہذا کسی تخیلاتی اکتشاف کو بنیاد نہ بنائے[2]۔

سولہواں اُصول: اشیاء کے خواص کا علم

حلت وحرمت والی آیات کی تفسیر میں اشیاء کے خواص کا سائنسی علم جاننا ضروری ہے، ورنہ تفسیر نہ کی جائے[3]۔ ایسی سائنسی وضاحت بیان کرکے اس کا رخ دینی منفعت کی طرف موڑ دینا چاہیے[4]۔

---

[1] تھانوی، **بیان القرآن**، 1/193

[2] العک، **اصول تفسیر و قواعد**، ص224

[3] تھانوی، **بیان القرآن**، 1/193

[4] ایضاء 1/193

سترا واں اُصول: آیات کونیہ کی تاویل نہ سمجھ آنے پر سلف صالحین کی طرف رجوع

جس آیت کی تفسیر میں علت و معلول کا باوجود تحقیق کے پتہ نہ چل سکے، تو اس آیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جیسے اللہ تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے ایسے ہی اس کا کلام بھی ہے جبکہ انسان اور انسانی عقل ناقص و خطا کار ہے، اس لیے اگر کسی آیت کی تاویل نہیں معلوم ہو سکی، تو وہ انسانی عقل و ادراک کا نقص و عجز ہے[1]۔ سلف صالحین طریقہ کار ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر انہیں کوئی آیت سمجھ نہ آتی تو وہ اس میں توقف کرتے جیسے امام مالک سے اللہ کے عرش پر مستوی ہونے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: استوی معلوم ہے مگر اس کی کیفیت معلوم نہیں۔

[1] تھانوی، **بیان القرآن**، 1/193

خلاصۃ البحث

قرآن حکیم کی سائنسی تفسیر کرتے ہوئے مفسر کو چاہیے کہ وہ سائنسی تفسیر تب ہی کرے جب وہ ان اُصولوں پر پورا اترے۔ مفسر سائنسی اور قرآنی علوم پر مکمل دسترس اور مہارت تامہ رکھتا ہو اور سائنسی تفسیر کا اصل مقصد گمراہ لوگوں کو راہ راست پر لانا ہے۔ سائنسی تفسیر متوارث تفسیر بالماثور کی ترجمانی کرتی ہو نہ کے اس کی مغائر ہو۔ ایسی سائنسی وضاحت جس کا تعین مشکل ہو اور اس کے نظریات بدلتے رہتے ہوں اس کو بنیاد بنا کر تفسیر نہیں کرنی چاہیے اس سے کھینچ تان کر مفاہیم اخذ کرنا غلط ہو گا۔

قرآنی بیان اور سائنسی مشاہدے میں مطابقت کا ہونا ضروری ہے اس سے دین کی دعوت دینے میں فائدہ ہو گا ایسی سائنسی تفسیر باعث اجر و ثواب ہے اگر ایسا نہیں ہے تو قرآنی بیان کی دور دراز تاویل کرنے کے بجائے عقل اور مشاہدے کو ہی ناقص سمجھا جائے۔ قرآنی بیان کی حقیقت تک پہنچنے کے لیے مزید علم و تحقیق کی ضرورت ہے۔

ملحدانہ سوالات کے جوابات میں سائنسی دلائل دیتے ہوئے قرآن کا مقصد ہدایت فوت نہ ہو۔ سائنسی تفسیری نکات بیان کرتے ہوئے مناسب الفاظ کا چناؤ کیا جائے تاکہ سائنسی تفسیر پڑھتے ہوئے ایمان میں پختگی آئے ۔اور اس سے قرآن فہمی میں مدد ملے۔

اگر آیات کونیہ میں علت و معلول کے باوجود اس کی تفسیر کا پتہ نہ چل سکے تو آیات کونیہ کا انکار نہ کرے۔ حلال و حرام والی آیات میں اشیاء کے خواص کا سائنسی علم جان سائنسی تفسیر کرتے ہوئے اس کا رُخ دینی منفعت کی طرف موڑ لینا چاہیے۔ تفسیر بالرای کرتے وقت سائنسی تفسیری آراء باالرائے محمود کے آداب و شرائط ،کتاب و سنت، سلف صالحین کے آثار، کلام عرب کے اسالیب، لغت عرب کے منافی نہ ہوں۔

سائنس یا سائنسی تفسیر کو قرآن مجید کا ہدف و مقصد قرار نہ دیا جائے اور یہ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ قرآن مجید بنیادی طور پر نہ سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی سائنس براہ راست اس کا موضوع ہے ۔

تفسیر کے سائنسی رجحان کے موافقین اور مخالفین دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ تفسیر بالماثور ہو یا کسی اور نمائندہ رجحان کی تفسیر ہو یا سائنسی رجحان کی تفسیر بھی اصولوں ہٹ کر تفسیر نہیں لکھنی چاہیے۔

علم قطعی اور ظنی میں تضاد ظاہر ہو تو حتی الامکان تضاد دور کرنے کی کوشش کی جائے گی، اگر تضاد دور کرنا مشکل ہو تو ترجیح بہر صورت علم قطعی کو حاصل ہو گی۔

باب دوم: قرآن حکیم اور سائنسی اکتشافات کا جائزہ

فصل اول: علم کائنات کے متعلق قرآنی صداقتیں

فصل دوم: انسانی اِرتقاء کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر

فصل سوم: علم طب و نباتات کے متعلق سائنسی اکتشافات

فصل اول

علم کائنات کے متعلق قرآنی صداقتیں

دور حاضر سے چودہ صدیاں پہلے نوع انسان جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں تھی۔ قرآن مجید نے اس اُمی دور میں موجودہ سائنسی تحقیقات سے متعلقہ بیشتر حقائق ایسی درستگی اور صحت کے ساتھ بیان کیے کہ اُن کے مطالعہ سے سلیم فطرت عقل اس بات پر پہنچتی ہے کہ ایسا کلام صرف خالق کائنات کی ذات سے صادر ہو سکتا ہے۔

قرآن مجید نے رب العالمین کی فراست، کریمی اور اختیار کی طرف انسان کی توجہ دلانے کے لئے اُن قدرتی مظاہر کو بیان کیا ہے۔ اُس وقت جب مختلف سائنسی میادین کے نام تک معرض وُجود میں نہ آئے تھے اُن کے بارے میں اتنا جامع علم اللہ کی الُوہی عقل پر بھروسا کیے بغیر اور ذریعے سے حاصل ہونا ناممکن تھا۔ جدید سائنس اُن مظاہر قدرت کو نمایاں کرتی ہے اُتنا ہی قرآن کی حقیقت ہم پر واضح ہوتی چلی جاتی ہے۔

اس کائنات کو بنانے کے لئے ربّ العالمین کے سامنے ازل سے ابد تک کی حیات و کائنات کا تفصیلی نقشہ نہیں تھا، وہ کسی پہلے سے تیار کردہ میپ کی نقالی نہیں کرتا ہے بلکہ "فعال لم یرید "جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اللہ کی ذات مکمل ہے اس لئے جو چیز بھی تخلیق کرتا ہے وہ غلطی آزمائشی پریڈ سے نہیں گزرتا بلکہ پہلی بار ہی صحیح اور درست ہوتی ہے موجودہ سائنسی اکتشافات جو سائنس نے بیان کیے ہیں ان کو قرآن مقدس نے اُمی دور میں بیان کر دیا تھا۔ سائنس کے زیادہ تر یہ اکتشافات موجودہ چند دہاہیوں میں ہوئے ہیں۔

سائنس، قوانین فطرت کی دریافت، اور حقائق کی معلومات کا علم ہے جبکہ دین اسلام کا منبع علوم یعنی قرآن کریم اور دُنیاوی علوم میں حقائق کی تلاش اور تفکر کی دعوت دیتا ہے۔ گویا اسلام جو دین فطرت ہے جس نے بنیادی مذہبی عقائد وجود باری تعالیٰ، توحید باری تعالی، نبوت اور مابعد طبعیات کو سائنسی حقائق اور سائنسی دلائل کی روشنی میں ان کی صداقت اور حقانیت کو واضح کیا ہے۔

قرآن مقدس نے مومنین کو متوجہ کیا کہ وہ عقل سے کام لے کر اس کو مفید استعمال کرے صرف سائنسی اور کونی علوم میں نہیں بلکہ دینی علوم کی معرفیت اور اُن کی سچائیوں میں بھی عقل سے کام لے تاکہ معقولیت ذہن نشین ہو یہی عقل دعوت دین کے لئے اور دنیوی علوم کے سرچشمہ بنی اور اسی سے دونوں علوم کے دروازے کھلتے گئے۔ قرآن کریم نے بے شمار سائنسی حقائق کو اجمالاً بیان کر کے انسان کو متوجہ کیا، کہ اس میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کائنات کی تخلیق اور انسان کی پیدائش سے لے کر کائنات میں بکھرے ہوئے تمام سائنسی علوم اور سائنسی حقائق کو اجمالاً ذکر کیا ہے تاکہ انسان اپنی عقل اور حواس کو بروئے کار لاکر تجربات کی روشنی میں ان کے نتائج معلوم کرے۔ قرآن نے ان تنائج اور حقائق کو اپنے نزول کے وقت ہی بیان فرما دیا تھا جبکہ انسانی عقل اور اس کے حواس ابھی تجربات سے گررنے کے قابل بھی نہ ہوئے تھے۔اس کی مزید وضاحت اس اقتباس ہوتی ہے کہ:

"سائنسی قوانین فطرت کی دریافت کا نام ہے جو کائنات میں غیر متبدل شکل میں محفوظ ہیں۔لہذا ہر سائنس حقیقت اور صداقت اور دین فطرت کا عین تقاضا ہے اس کی ضد اور مخالف نہیں۔ قرآن نے سائنس اور علم کون یہ کی طرف انسان کو کس قدر ترغیب دی اور اُن قوانین قدرت جو مظاہر قدرت ہیں اور کائنات عالم میں موجود ہیں ان کی طرف کس قدر پُر زور طریقے سے توجہ دلائی اور اسی توجہ نے مسلمانوں میں بے شمار سائنس دان پیدا کیے۔[1]"۔

سائنس کا معنی محدود کر کے نظام فطرت کو ایسے علم کے ساتھ خاص کر دیا گیا ہے جو مشاہدہ، تجربہ، اور غور وفکر سے حاصل ہو[2]۔ سائنس کے لئے عربی زبان میں لفظ "العلم" استعمال ہوا ہے، ہادی عالم ﷺ پر غار حرا میں جو وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے غار حرا سے باہر آکر لوگوں کو بتایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ:

﴿اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ- خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ - الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ - عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[3]

"اپنے رب کے نام پڑھ جو سب کا بنانے والا ہے۔جس نے آدمی کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ۔پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا قلم سے۔انسان کو ہو باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

سائنس کا اصل بنیاد دو چیزیں ہیں مشاہدہ وغور وفکر، مشاہدہ کا تعلق سائنسی تجربات اور حواس خمسہ سے ہے جبکہ فکر وتدبر کا تعلق انسانی دماغ سے ہے۔اسلام ہی وہ الہامی مذہب ہے جس کی تعلیمات کا ماخذ قرآن مقدس کے تقریبا ایک تہائی حصہ میں قدرت کے بکھرے ہوئے مظاہر کی طرف توجہ دلا کر انسان کو مشاہدہ اور غور وفکر کی دعوت

---

[1] نور بانو، "**منتخب معجزات قرآنی اور سائنسی حقائق کا تحقیقی جائزہ**" ص327

[2] ہاشمی، محمد طفیل، **مسلمانوں کے سائنسی کارنامے** (لاہور: مکتبہ الحسن، 1985ء) ص25،24

[3] العلق:96/5،1

دی گئی ہے، گویا قرآنی تعلیمات انسان میں سائنسی جستجو اور سائنسی طریقہ کار سے فطرت کے رازوں کو سمجھنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

خلقتِ کائنات میں غور و فکر کی دعوت

قرآن اصلاً تو کتاب ہدایت ہے۔ لیکن اس میں کہیں اشارتاً اور کہیں صراحتاً سورج، چاند، ستاروں اور تخلیقِ کائنات کے دیگر مظاہر کی جانب انسان کو متوجہ کیا گیا ہے، اور ان مظاہر کو آیت توحید کے طور پر پیش کیا گیا انسان کو توحید باری تعالیٰ کی طرف راغب کرنے کے لیے نظام کائنات، شمس و قمر اور دن اور رات کی گردش سے استدلال کیا گیا ہے۔ انسان کو اس میں غور و فکر اور تدبر کی تحریک بھی دی گئی تا کہ ان صنائع کو دیکھ کر وہ صانعِ حقیقی تک پہنچ سکے۔ جیسا کہ

امام بیضاوی فرماتے ہیں:

"وهو أفضل العبادات كما قال عليه الصلاة والسلام « لا عبادة كالتفكر » لأنه المخصوص بالقلب والمقصود من الخلق"۔[1]

"یہ بہترین عبادت ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ غور و فکر سے بہتر کوئی عبادت نہیں کیونکہ یہ دل کے ساتھ مخصوص ہے اور مخلوق سے یہی مقصود ہے"۔

امام بیضاویؒ غور و فکر کو افضل عبادت اور مقصود تخلیق کہتے ہیں۔

قرآن میں فلکیات اور اجرام سماوی سے متعلق منتخب آیات کریمہ پر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں تا کہ ہمیں اس موضوع پر اہم مطالب کی تفہیم ہو سکے، قرآن مجید میں تقریباً چالیس ایسی آیات ہیں جو ہیت و فلکیات اور ان سے متعلق علوم پر کہیں صراحتاً اور کہیں کنایۃً روشنی ڈالتی ہیں۔

عقل و مشاہدے کے استعمال کی دعوت:

کائنات کی تخلیقی حکمت پر غور کرنے کے بعد اس کا ہر عیب سے خالی ہو جانا اور انسانی ضرورتوں

---

[1] البيضاوي، **انوار التنزيل واسرار التاويل للبيضاوي**- 2/131،الشربيني ، محمد بن أحمد الخطيب ،**السراج المنير في الاعانة على معرفة بعض معاني كلام ربنا الحكيم الخبير** (بيروت، دار النشر / دار الكتب العلمية-(المتوفى:977ه-) 1/222

سے ہم آہنگ ہو جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کائنات بہت مقصدیت کے ساتھ تخلیق کی گئی ہے اور انسان اس دُنیا کی اہم اور مرکزی مخلوق ہیں .

﴿أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ﴾[1]

"بھلا کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے؟ اور ہم نے اسے خوبصورتی بخشی ہے، اور اس میں کسی قسم کے رخنے نہیں ہیں"۔

اس طرح کے غور و فکر سے اس کا تعلق اپنے رب سے جڑ جاتا ہے اور دوسری جانب وہ اپنی زندگی کا مقصد بھی جان جاتا ہے۔ عقل سلیم اور نتیجہ خیز مشاہدے کی صلاحیت بھی انسان میں ہے، اس لیے وہ ان آیات کے سبب معرفت الٰہی کو جلد پالیتا ہے۔

اس آیت کے ضمن میں ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

"يقول تعالى منبها للعباد على قدرته العظيمة التي أظهر بها ما هو أعظم مما تعجبوا مستبعدين لوقوعه: ﴿ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا﴾[2]"۔

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اس عظیم قدرت (جس کے ذریعے اللہ نے ان کی تعجب اور انکار کردہ چیز ظاہر فرمائی) پر خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں" کہ کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہیں ہم نے کیسے اس کو بنایا اور اس کو مزین کر دیا" یعنی ستاروں کے ساتھ "اور اس میں کوئی رخنہ نہیں"۔

اسی طرح کا مضمون ایک دوسری آیت میں یوں ہے۔

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾[3]

"جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے، تم خدائے رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے، اب پھر سے نظر دوڑا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نظر دوڑاؤ، نتیجہ یہی ہو گا کہ نظر تھک ہار کر تمہارے پاس نامراد لوٹ آئے گی"۔

اللہ تعالیٰ کی بنائی کائنات میں کہیں بھی کوئی سقم اور عیب نہیں، انسانی کوشش کے باوجود تخلیق الٰہی میں کسی کمی یا کجی کی نشاہدی نہیں ہو سکی، کائنات میں غور و فکر و تدبر کی اس الٰہی تلقین کا نتیجہ سوائے رب جلیل کے سامنے

---

[1] ق:50/6

[2] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر** 7/396

[3] الملک:67/3-4

شرمساری کے اور کچھ نہیں نکلتا، انسانی عقل حیرانگی اور درماندگی کے ساتھ معرفت الٰہی کی چوکھٹ پر سربسجود ہو جاتی ہے۔

بغیر ستون آسمانوں کی طرف توجہ دلائی

رب تعالیٰ نے آسمان کو اپنی قدرت کاملہ سے بنایا ہے یہ خود بخود پیدا نہیں ہوا، اللہ فرماتے ہیں کہ

﴿خَلَقَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾[1]

"اس نے آسمان کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا جو تمہیں نظر آسکیں"

امام رازی اس آیت کونیہ کی تفسیر عقلی انداز میں تحریر کرتے ہیں۔

"بأن السموات سواء كانت مستديرة أو مصفحة فهي مخلوقة بقدرة الله لا موجودة بإيجاب وطبع ، وإذا علم هذا فنقول السماء في مكان وهو فضاء لا نهاية له وكون السماء في بعضه دون بعض ليس إلا بقدرة مختارة وإليه الإشارة بقوله : { بِغَيْرِ عَمَدٍ } أي ليس على شيء يمنعها الزوال من موضعها وهي لا تزول إلا بقدرة الله تعالى[2]"۔

"آسمان چاہے گول ہو یا ہموار، وہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے ساتھ پیدا کیے ہیں، خود بخود وجود میں نہیں آئے، جب یہ معلوم ہوا پس ہم کہتے ہیں کہ آسمان ایک فضائی مکان میں ہے، اور فضاء کی کوئی انتہاء نہیں، اور آسمان کا اس فضاء میں ہونا صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ہے، اسی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے " بِغَيْرِ عَمَدٍ " یعنی آسمان کیس سہارے کے بغیر محض اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کھڑے ہیں"۔

بغیر ستونوں کے آسمان کی تخلیق اور اس کا قیام اہل عقل کو ذات الٰہی کی جانب متوجہ کرنے والا ہے، اس وقت کی اجتماعی دانش اور عقل بھی اس تخلیق سما کی حجیت کو مانتی تھی اور آج سلیم الفطرت عقلاء بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے۔

دور حاضر میں عقلی وکلامی رجحانات کے حامل مفسر جامع اختصار کے ساتھ لکھتے ہیں: آسمان جیسی عظیم الشان موجودات کو بغیر کسی ظاہری ومری سہارے کے قائم رکھنا کمال قدرت پر ایک دلیل ہے[3]"۔

---

[1] لقمان:31/10

[2] الرازي، **مفاتيح الغيب**، 12/264

[3] آبادی، مولانا عبد الماجد دریا، تفسیر ماجدی، (لاہور، پاک کمپنی، س ن)، ص828

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ﴾[1]

اللہ وہ ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو بلند کیا جو تمہیں نظر آسکیں، پھر اس نے عرش پر استوا فرمایا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا"

اس آیت کونیہ کی تفسیر ابن کثیر فرماتے ہیں:

"وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لأجَلٍ مُسَمًّى" المراد أنهما يجريان إلى انقطاعهما بقيام الساعة، كما في قوله تعالى: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾[2]"۔

"اور اللہ تعالیٰ کا قول" اور اس نے آفتاب وماہتاب کو ایک قانون کا پابند کیا" کہا گیا کہ امر اد یہ ہے کہ یہ دونوں چلیں گئے قیامت تک جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے "کہ سورج اپنے مستقر تک چلتاہے، یہ علیم اور غالب ذات کی تقدیر ہے[3]"۔

قرآن مجید کے انکشافات موجودہ دور کی سائنسی تحقیقات سے متعلقہ حقائق ایسی تصحیح اور عمدگی سے پیش کیے کہ اُن کے مطالعہ سے سلیم فطرت ذہن اس بات کی طرف گیاہے کہ ایساکلام ربّ العالمین کی ذات سے ہی صادر ہو سکتاہے۔

سورج اور چاند خدائی نشانیاں ہیں:

سورج اور چاند ایک ضابطہ اور حساب سے چلتے ہیں جیساخالق کائنات فرماتے ہیں۔

﴿الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ﴾[4]

گویا وہ خدائی اور تکوینی ضابطے ہیں جن کی چاند اور سورج پابند ہیں، اس پابندی سے ہی نظام کائنات میں ہم آہنگی ہے۔بیضاوی میں ہے:"الشمس والقمر بِحُسْبَانٍ " يجريان بحساب معلوم مقدر في بروجهما ومنازلهما ، وتتسق بذلك أمور الكائنات السفلية وتختلف الفصول والأوقات ، ويعلم السنون والحساب[5]"۔

---

[1] الرعد:2/13

[2] ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم،430/4

[3] یس:38/36

[4] رحمن:5/55

[5] البیضاوی، أنوار التنزیل وأسرار التأویل المعروف تفسیر البضاوی،253/5

"سورج اور چاند ایک معلوم حساب سے اپنے بروج میں چل رہے ہیں اور سفلی کائنات کے امور اس کے ساتھ مرتب ہیں اور اسی کے ساتھ موسم اور اوقات بدلتے رہتے ہیں اور سالوں وغیرہ کا حساب بھی اسی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے"۔

پس اگر یہ شمس و قمر ایک حساب سے نہ چلیں تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ موسموں کی شدت سے ہر چیز راکھ بن جائے گی۔

انسان کے لئے شمس و قمر تسخیر کائنات کے مظاہر ہیں:

مظاہر فطرت سے نہ تو مرعوب ہو کر انہیں معبود سمجھنا ہے اور نہ ہی بے توجہی کا رویہ اختیار کرنا ہے، ان کے فوائد سے متمتع ہونا اور موسموں کے تغیر سے فائدہ اٹھانا بھی تسخیر کے حکم میں شامل ہے، یعنی کسی موسم میں کون سی فصلیں کاشت ہوں، کون سا موسم کس پھل باغبانی کے لیے مفید ہے، اس موسم سے فائدہ اٹھا کر کاشت کاری و باغبانی وغیرہ کو ترقی دینا بھی تسخیر کے حکم میں شامل ہے۔

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ﴾[1]

"اور تمہاری خاطر سورج اور چاند کو اس طرح کام پر لگایا کہ وہ مسلسل سفر میں ہیں، اور تمہاری خاطر رات اور دن کو بھی کام پر لگایا"۔

خالق کائنات نے اپنی صفت خلق کا ایک اظہار اس عالم کی شکل میں دیکھا، مخلوقات عالم میں سے ایک زمین و آسمان بھی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے وُجود بخشا۔

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ﴾[2]

"بے شک زمین و آسمان کی تخلیق اور شب و روز کے اختلاف میں ارباب دانش کے لیے نشانیاں ہیں"۔

غرض یہ کہ قرآن کریم انسان کو غور و فکر اور مشاہدہ کی دعوت دیتا ہے تاکہ انسان اس وسیع کائنات پر، اس کی قدرت کے اسرار و رموز پر فکر و تدبر کرے اور تحقیق کرے کیونکہ یہ کائنات اور اس میں پھیلی ہوئی نشانیاں ایک عظیم خالق کی تخلیق کا بہترین شہ کار ہے اور اس کائنات کا ایک تنکا بھی بے مقصد پیدا نہیں کیا گیا ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً﴾[1]

---

[1] ابراہیم:14،33

[2] العمران:3/191،190

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی ہر چیز کو ہمارے کام میں لگا رکھا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں "۔

قرآن کریم اپنے ماننے والوں کو سائنسی انداز فکر اپنانے اور اللہ رب العزت کی پھیلی ہوئی نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اور اس فعل کو ایمان کی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیتا ہے۔

ڈارون کا سائنسی نظریہ

کائنات کی ہر شیٔ اللہ تعالیٰ کی عظیم تخلیق کی طرف اشارہ کرتی ہے، جبکہ اس کے برعکس فلسفہ مادیت جو اس حقیقت تخلیق کا انکار کرنے کی کوشش کرتا ہے، ایک غیر سائنسی مغالطے کے سوا کچھ نہیں۔ اس میں سب سے زیادہ قابل قدر نظریہ "ڈارون ازم" ہے جسے "نظریہ ارتقاء" کہا جاتا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی کے آخر میں برطانیہ میں ایک مادی فلسفی شخص گزرا ہے جس کا نام "چارلس ڈارون" تھا۔[2]

چارلس ڈارون کے نظریہ ارتقاء نے سائنس کے میدان میں ایک منفرد مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ڈارون کے مطابق اس مادہ حیات سے بذریعہ ارتقائی عمل ماحولیات کے زیر اثر نوع بہ نوع جاندار وجود میں آگئے پہلے خوردبینی آبی جرثومے ایسا وجود میں آئے اور ان میں ارتقاء شروع ہوا اور بالآخر انسان جیسی اعلیٰ مخلوق پر ختم ہوا، ان کے نزدیک انسان کی زندگی کا آغاز ایک حقیر اور مہین کیڑا ایسا ہے۔

انور بن اختر چارلس کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ موصوف اپنی کتاب "آغاز انواع پر (on the origin of species)[3] میں وہ لکھتا ہے کہ "میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ انسان ابتداء میں بندر تھا اور مختلف مراحل سے گزر کر انسانی درجہ پر متمکن ہوا[4]"۔

---

[1] لقمان: 31/20

[2] چارلس ڈارون (Shrewsbury) شریوزبری مغربی انگلینڈ میں 1809ء میں پیدا ہوا۔ اس نے جنوبی امریکہ کے کئی جزیروں کا سفر کیا۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ یورپ والے جانوروں کے نمونے اور جنوبی امریکہ کے نمونوں سے مختلف ہیں۔ اس سے نے محسوس کیا کہ قدیم جانوروں کے ڈھانچوں کی خصوصیات نیو انواع کے ساتھ ملتی جلتی تھی۔ 1836ء میں وہ واپس انگلینڈ آیا۔۔ (بائیولوجی، اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ، کلاس 12th، ص 226۔)

[3] یہ کتاب سالہا سال کے تجربات کے بعد لکھی گئی، اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس کے پہلے ایڈیشن کی بارو سو جلدیں شائع ہوئی وہ پہلے ہی دن تمام کی تما فروخت ہو گئی،

[4] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص 288۔

انسان کی پیدائش پر حیاتیات کے ماہرین کئی سالوں سے قیاس آرئیاں کر رہے ہیں۔ قدیم نظریہ ارتقاء کے بارے میں سائنس دانوں کا خیال یہ تھا کہ زندگی کی ابتداء، کرّہ ہوائی، میں میتھین[1]، امونیا[2] اور ہائیڈروجن گیس[3] جیسے کیمیائی مادے اور بخارت موجود ہوں ۔ اور بجلی کے شراروں اور الٹروائلٹ ریز کے زیر اثر اتفاقی ملاپ کے نتیجے میں مادہ حیات پیدا ہو گیا ہے۔

ڈارون نے اپنے نظریہ ارتقاء میں کہا ہے کہ زندگی کا آغاز نچلی سطح سے مختلف (Species)انواع کے ذریعہ ہوا۔اس کے بعد تمام انواع میں ارتقاء کا سلسلہ شروع ہوا۔ارتقاء خالصتاً میکانکی قوانین کی رو سے ظہور پذیر ہوا۔ان قوانین میں طبعی انتخاب (Natural Selection)ماحول کے ساتھ مطابقت اور بقاء اصلح ہے. ہر نوع آہستہ آہستہ ارتقائی مراحل طے کرتی رہی، کمزور اور غیر صالح فنا ہوتی رہیں اور باصلاحیت انواع کو دوام اور بقا حاصل رہی، یہاں تک انسان وجود میں آیا۔انسان میکانکی قوانین کے تحت جی رہا اور انہی قوانین کے مطابق ختم ہو جائے گا۔یعنی انسان مادی عناصر کی ترتیب سے ظہور میں آگیا چونکہ مادہ میں ہر آن تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں اس لیے انسان بھی ہر آن تبدیل ہوتا رہتا ہے۔بالآخر انسان کے مادی اجزاء کے انتشار سے اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔اس کی بقاء میں کسی خارجی قوت کا کوئی ہاتھ نہیں اور نہ کوئی مقصدیت پائی جاتی ہے۔اس نظریہ پر تنقید کرتے ہوئے گلیلوے کہتاہے !جب تم کسی چیز کی علت و معلول کے تمام قاعدے کے رو سے سمجھانہ سکو تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہہ دو کہ فطرت یا خالق فطرت نے یہ سب کچھ کسی خاص مقصد کے تحت کیا ہے[4]۔

تخلیق کائنات کا سائنسی تصور

اللہ ہی آسمانوں اور زمینوں کا موجد اور وہی عظیم تخت اقتدار کا مالک ہے۔ ربّ العالمین نے اس کائنات کو پیدا کر کے اس کو نظام چلانے کے لئے قوانین بنائے جن کو ہم آفاقی قوانین کہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ

﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ وَلَمْ تَكُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾[5]

---

[1] اس کا کیمیائی ملاپ، ایک کاربن اور چار ہائیڈوجن سے مل کر بنتی ہے، یہ پھلوں کو پکانے میں استعمال ہوتی ہے، یہ کوئلہ میں بھی پائی جاتی ہے۔

[2] اس کا کیمیائی ملاپ، ایک نائیڈوجن اور 3 ہائیڈروجن سے مل کر بنتی ہے، یہ کھادوں میں ملائی جاتی ہے۔ یہ بول و براز میں پائی جاتی ہے۔

[3] یہ پانی، گلوکوز، فوڈ، انسانی جسم کے نظام انہضام میں، پودوں کے بڑھنے کے عمل میں ہائیڈروجن استعمال ہوتی ہے۔

[4] ڈاکٹر خالد علوی، **قرآن کا تصور انسان**، **فکر و نظر** اسلام آباد جلد:22، شمارہ:3، ص20۔

[5] انعام:6/101

"وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔اس کا کوئی بیٹا کہاں ہو سکتا ہے، جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں ؟اسی نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہ ہر ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے"۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ

"لخلق أصله التقدير المستقيم ويستعمل في إبداع الشئ من غير أصل ولا احتذاء1"۔

یعنی بدیع کا معنی ہے "اس کی اصل سیدھے انداز سے پیدا کرنا، کسی چیز کو بغیر کسی سابقہ مثال اور نمونہ کے پیدا کرنا اور اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء بغیر کسی سابقہ مثال کے پیدا کرنے والا ہے"۔ اس سے مادہ پرستوں کا رد ہوا۔

شروع میں کائنات ایک ہی ٹکڑا تھی بعد میں اللہ کے حکم سے پارہ پارہ ہو کر مختلف ٹکڑے کر دی گئ۔ربّ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا﴾[2]

"جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے انہیں کھول دیا"۔

یہاں دو الفاظ، " رَتْق " اور "فَتْق" قابل غور ہیں رتق ضد ہے فتق کی۔رَتْق "جس کے معنی توڑنے، الگ کرنے کے ہیں۔رَتْقًا "کا معنی، بند کرنا، سی دینا، پیوند لگانا، ایک دوسرے میں گھسنا۔ دو یا کئی چیزوں کا آپس میں سختی سے جڑا اور چپکا ہوا ہونا ہے، خواہ وہ فطری ہو (جیسے پتھر) یا کسی کے بنانے سے [3]۔ یہ مصدر بمعنی اسم فاعل برائے مبالغہ ہے، یعنی بالکل بند۔ "فَتْق "کا معنی ایسی جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کرنا ہے۔"ابن منظور[4] افریقی فرماتے ہیں: رتق: الرَّتْق ضدّ الفَتْق[5]۔

عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسر القرآن میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں رتق اور فتق کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اور یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ رتق کے معنی دو چیزوں یا کئی چیزوں کا مل کر جڑ جانا اور چیدہ ہوتا ہے اور فتق کے معنی ایسی گڈ

---

[1] اصفہانی، **المفردات**، 1/157

[2] الانبیاء: 21 / 30

[3] الزَّبیدي، **تاج العروس من جواهر القاموس**، 1 / 6325

[4] آپ کو پورا نام ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم الافریقی المصری الانصاری الرویفعی جو ابن منظور ہے۔ء مصر کے شہر قاہرہ میں 630ھ میں پیدا ہوئے۔"لسان العرب 20 جلدوں پر عربی لغت کا مستند انسائیکلوپیڈیا ہے"". (الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی، الاعلام، ج7، ص108).

[5] ابن منظور، **لسان العرب**، (بیروت، دار صادر)10 / 114

مڈ شدہ اور جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر دیتا ہے۔ اس آیت میں کائنات کا نقطہ آغاز بیان کیا گیا ہے کہ ابتداء صرف ایک گڈ مڈ اور کئی چیزوں سے مخلوط مادہ تھا۔ اسی کو کھول کر اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور دوسرے اجرام فلکی کو پیدا فرمایا[1]"۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ الفق کا معنی ہے دو متصل چیزوں کو الگ الگ کرنا، یہ رتق کی ضد ہے، دو جڑی ہوئی چیزوں کو الگ الگ کر کے ایک دوسرے سے متمیز کر دینا۔

آسمان اور زمین کے رتق اور فتق کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں عبد الرحمن ابن جوزیؒ[2] حضرت عبد اللہ بن عباس کے حوالے سے فرماتے ہیں: کہ آسمان بند تھے، بارش نہیں ہوتی تھی اور زمین بنجر تھی اُس سے سبزہ نہیں اُگتا تھا۔ پھر آسمان کو بارش سے کھول دیا گیا اور زمین کو سبزہ اُگانے کے ذریعے کھول دیا گیا، اسی طرح کا مفہوم ابو نعیم نے امام مجاہد سے روایت کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین سے چھ زمینیں اور نکالیں تو وہ سات زمینیں ہو گئیں اور آسمان سے چھ آسمان اور نکالے تو وہ سات سماء ہو گئے [3]"۔

عوفی نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے ملے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو کھول کر الگ الگ اور متمیز کر دیا[4]"۔

قرآن مجید نے 14 سو سال قبل ایک اُمی معاشرے میں ان اکتشافات کو بیان کیا۔ صدیوں کی تحقیقی محنت کے بعد بیسویں صدی میں ماہرین نے وہی نظریہ کائنات پیش کیا۔ کہ کائنات کی تخلیق ایک صفہ درجہ جسامت کی اکائیت سے ہوئی۔ وجود کائنات کی آگاہی کے بارے میں تاریخ انسانی میں بہت سے نظریات پائے جاتے ہیں۔ وہ تمام نظریات صفر درجہ جسامت کی اکائی کی اساس کی طرف ضرور رہنمائی کرتے ہیں۔

سید بشیر حسین شاہ ترمذی اپنی کتاب قرآن اور تخلیق کائنات میں بیان کرتے ہیں۔

---

[1] کیلانی، **تیسیر القرآن**، (لاہور، مکتبہ السلام، سٹریٹ 20، وس ن)، 3/ 102

[2] شمس الدین ابو عبد اللہ محمد ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، زرعی، دمشقی، 691ھ میں پیدا ہوئے آپ مفسر قرآن، علم نحو، اور فن کلام کے استاد تھے۔ 13 رجب التوفی: 751ھ۔ کو وفات پائی، آپ کی تصانیفات میں سے زاد المعاد، اعلام الموقعین، حاوی الارواح، الطریق الحکمیہ، زاد المسافرین، ہیں۔

[3] ابن جوزی، عبد الرحمٰن بن ابو الحسن، **زاد المسیر** (بیروت، مطبوعہ المکتب الاسلامی، 1415ھ) 5 / 348

[4] سعیدی، **تفسیر تبیان القرآن**، ص545

"جب بہت بڑا دھماکہ ہوا اس وقت کائنات کی جسامت صفر زیرہ تھی اور اس کی وجہ اس کا درجہ حرارت بے حد و بے حساب زیادہ تھا لیکن جیسے جیسے کائنات نے پھیلنا شروع کیا حرارت کم ہونا شروع ہو گئی۔ بڑے دھماکے کے سکینڈ بعد یہ درجہ حرارت ایک ارب درجہ تک گر گیا ہو گا اور یہ درجہ حرارت سورج کے مرکز سے دس ارب درجے سے زیادہ ہے[1]"۔

معلوم ہوا کہ کائنات کے آغاز میں ایک عظیم دھماکہ ہوا، جس سے یہ کائنات وجود میں آئی۔

ساتوں آسمان اور زمینوں کے مفاہیم:۔

سماء" کی تفسیر

اَلسَّمَآءُ کا لفظ سَمَا یَسْمُو سُمُوًّا، سے أي ارتفع ہے،[2] امام راغب اصفہانی کہتے ہیں کہ "سماء کل شئ أعلاہ،" ہر بلند چیز کو سماء کہتے ہیں[3]"۔

ارض کے علاوہ یہ کائنات اور جملہ اَجرامِ سماوِی، عالَمِ سماوات میں شامل ہیں۔ قرآن مجید میں "سمآء ، سمٰوٰت "کا لفظ تین سو دس مرتبہ دہرا گیا ہے۔ قرآن مقدس میں یہ لفظ سات معانی میں استعمال ہوا ہے۔ جو بذیل ہیں۔ سات آسمان، گھر کی چھت، کرۂ ہوائی، بادلوں کی فضا، بارش، بادل، سماوِی کائنات کے ہیں[4]"۔

سورہ بقرہ میں بادل کے معنی میں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

﴿أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ﴾[5]

"یا اُن کی مثال بادل سے برسنے والی بارش کی سی ہے، جس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک (بھی) ہے"۔

اس جگہ آسمان کے بجائے سحاب کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے قرآنِ مجید میں جس جس جگہ بارِش کا تذکرہ آیا ہے وہاں لفظ سمآء کا اِستعمال بارِش ہی کے معنی میں ہوا ہے۔ سورۂ حجر میں ہے۔

---

[1] ترمذی، سید بشیر حسین شاہ، **قرآن اور تخلیق کائنات**، (لاہور: آزاد انٹرپرائز ٹیمپل روڈ، سن نادر) ص9

[2] خلیل بن احمد، **کتاب العین**، 3/ 423

[3] اصفہانی، **مفردات غریب القرآن**، 1/ 243

[4] ایضا، 1/ 235

[5] البقرہ: 2/ 19

﴿وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً﴾[1]

"اور ہم ہواؤں کو بادلوں کا بوجھ اُٹھائے ہوئے بھیجتے ہیں، پھر بادلوں سے پانی اُتارتے ہیں"۔

سورہ نور میں "بادلوں کی فضا "کا مفہوم

سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے بادلوں کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا۔

﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِن جِبَالٍ فِيهَا مِن بَرَدٍ﴾[2]

"کیا تم نے نہیں دیکھا! اللہ تعالیٰ ہی بادل کو (پہلے) آہستہ آہستہ چلاتا ہے، پھر اُس (کے مختلف ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے، پھر اُسے تہ بہ تہ بنا دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اُس کے بیچ خالی جگہوں سے بارش نکل کر برستی ہے، اور وہ اللہ اُسی فضا سے برفانی پہاڑوں کی طرح بادلوں میں سے اولے برساتا ہے"۔

اسی مضمون کو مزید وضاحت کے ساتھ سورہ روم میں بیان فرمایا۔

﴿اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ﴾[3]

"اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو اُٹھاتی ہیں، پھر وہ جس طرح چاہتا ہے اُسے آسمان میں پھیلا دیتا ہے"۔

سورہ انعام میں بارش کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اِرشاد فرمایا گیا: ﴿وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ﴾[4]

"اور ہم نے اُن پر لگاتار برسنے والی بارش بھیجی اور ہم نے اُن (کے مکانات و محلّات) کے نیچے سے نہریں بہائیں"۔

سورہ ہود میں بارش بادلوں سے ہی ہوتی ہے کبھی لفظ اسماء کو صاف بارش کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

﴿يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا﴾[5] "وہ تم پر مُوسلا دھار بارش بھیجے گا"۔ اِس آیتِ میں بھی بارِش بارِش کو سمآء کہا گیا ہے۔

---

[1] الحجر:15 / 22

[2] النور:24 / 43

[3] الروم:30 / 48

[4] انعام:6 / 6

[5] ھود:11 / 52

النحل میں کرہ ہوائی کے لئے استعمال ہوا ہے زمینی فضا کی وہ بلندی جہاں پرندوں کی عام پرواز ہوتی ہے قرآنِ مجید میں اُسے بھی سمآء کہا گیا ہے۔﴿أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلاَّ اللّهُ﴾[1]

"کیا اُنہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو آسمان کی ہوا میں (قانونِ حرکت و پرواز کے) پابند (ہو کر اُڑتے رہتے) ہیں۔ اُنہیں اللہ کے (قانون کے) سوا کوئی چیز تھامے ہوئے نہیں ہے۔ اس نص میں فضا یا کرہ ہوائی کو سمآء کہا گیا ہے، جہاں پرندے اُڑتے ہیں"۔

سورہ حج میں مکان کی چھت کے لئے ہے،﴿فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ﴾[2]

"اُسے چاہیئے کہ (گھر کی) چھت سے ایک رسی باندھ کر لٹک جائے"۔

بالائی کائنات کو سمآء کہا گیا ہے:﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ. . . فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ﴾[3]

"پھر وہ (اللہ) آسمان کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ (اُس وقت) دُھواں (سا) تھا۔۔۔ پھر اُنہیں سات آسمان بنادیا۔

فرقان میں لفظِ سمآء کو کُل سماوی کائنات کے معنی میں استعمال ہوا ہے"۔

﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا﴾[4]

"وُہی بڑی برکت و عظمت والا ہے جس نے آسمانی کائنات میں (کہکشاؤں کی شکل میں) سماوی کروں کی وسیع منزلیں بنائیں اور اُس میں (سورج کو روشنی اور تپش دینے والا) چراغ بنایا اور (اُسی کی ضوء سے) چمکنے والا چاند بنایا"۔

سورہ السجدہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ. . . فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ﴾[5]

---

[1] النحل:16/ 79

[2] الحج:22/ 15

[3] فصلت:41/11،12

[4] الفرقان:25/61

[5] حم السجدہ:41/ 11 - 12

"پھر وہ (اللہ) آسمان کی طرف متوجہ ہوا کہ وہ (اُس وقت) دُھواں (سا) تھا۔۔۔ پھر ان اوپر کے طبقات کو دو ادوار میں مکمل سات آسمان بنادیا اور ہر آسمان میں اسی سے متعلق احکام بھیجے اور ہم نے سب سے نچلے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا"۔اِن آیاتِ کریمہ اور ان کے سیاق وسباق سے درج ذیل اُمور سامنے آتے ہیں، عالمِ سماء ابتداءً دُھواں تھا، اِس عالمِ سماء کو سات محکم طبقات میں تقسیم کیاگیا، جیساکہ اِرشادِ الٰہی ہے: ﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا﴾[1]

"(بابرکت ہے وہ اللہ) جس نے سات آسمانی طبقات اُوپر تلے بنائے"۔

پس خالق کائنات نے قرآن مجید میں انسان کو دعوت دیتے ہوئے آفرینش کائنات کے وقت اور جگہ کی تفصیل بیان کی ہے اور سورہ السجدہ کی آیت نو سے چودہ میں اس کی ترتیب یوں بیان کی کہ آیت نو میں ہے کہ پہلے زمین اور بعد کائنات بنائی جو کہ پہلے دخان یعنی دھواں تھی۔ آیت دس اور گیارہ میں ہے کہ زمین کی اپنی مناسبت، توازن اور پیداوار کے بارے میں ہے، آیت بارہ اور تیرہ میں ہے کہ ہر کُرے کو یہ ذمہ داری سونپی ہے کہ کون سی تخریبی قوتوں کو اور کون سی تعمیری قوتوں کو زمین کیطرف آنے دینے اور ساری کائنات کے لئے اُن کے اندر قوانین مقرر فرمائے ۔اِن آیات زمین و آسمان میں اور اس متعلق بلندیوں کی تخلیق کے بارے میں انسان کو انتہائی اہم بنیادی معلومات دیتی ہیں۔

کائنات کی حدُوداِس نوعیت کی نہیں ہیں کہ اُنہیں چُھوا نہ جاسکے یااُن کے آرپار آناجانا ناممکن ہو۔

﴿يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانفُذُوا لَا تَنفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ﴾[2]

"اے گروہِ جن و اِنسان! اگر تم میں سماوِی کائنات کی قطاروں اور زمین (کی حدود) سے باہر نکلنے کی اِستطاعت رکھتے ہو تو (ضرور) نکل دیکھو، طاقت (وصلاحیّت) کے بغیر تم (یقینا) نہیں نکل سکتے"۔

اِسی آیتِ کریمہ کے مفہوم ہے کہ انسان زمین و آسمان کے کناروں سے تو باہر نکل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی حکمرانی کی حدُود سے نہیں نکل سکتا۔ سائنس تخلیقِ سماوِی کے باب میں بھی قرآن کے اَحکامات کی تصدیق کرتی ہے۔

---

[1] الملک:67/ 3

[2] الرحمن:55/ 33

تخلیق کائنات کے چھ ادوار

تخلیق کائنات کے چھ ادوار ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾[1]

"یقیناً تمہارا ربّ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین (کی بالائی و زیریں کائنات) کو چھ مراحل میں (تدریجاً) پیدا فرمایا"۔

اسی طرح سورہ سجدہ میں اللہ فرماتے ہیں کہ

﴿اللهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي **سِتَّةِ أَيَّامٍ** ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ. . . يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ﴾[2]

"اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے، کو چھ مراحل میں پیدا کیا، پھر (اپنے) تخت پر قیام فرمایا۔۔۔ وہ آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر یہ کائنات اُسی کی طرف لوٹ جائے گی، ایک ایسے دِن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہو گا"۔

اس ضمن میں ایک اور آیت یوں بیان ہوئی۔

﴿ هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي **سِتَّةِ أَيَّامٍ**﴾[3]

"وُہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ مراحل میں پیدا کیا"۔

کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادے اور پلان کے تحت وُجود میں آئی ہے۔ اس کا نظم وضبط یہ ظاہر کرتا ہے کہ اِس کے وُجود قدرت الٰہیہ کی کامل منصوبہ بندی تحت قائم ہوا ہے۔ آفرنیش کائنات کی تخلیق کا تدرِیجی عمل چھ ایام یعنی اَدوار پر مشتمل ہے۔

ڈاکٹر محمد خان اپنے مقالے میں لکھتے ہیں:

"ستہ ایام سے مراد چھ ادوار تخلیق ہیں، مشہور معنی میں چھ ایّام نہیں کیونکہ یہاں تو خود زمین اور تمام آسمانی کروں، کہکشاؤں، ستاروں، سیاروں اور خلاؤں کی پیدائش کا زمانہ بیان ہو رہا ہے، اُس

---

[1]یونس:10 / 3

[2]السجدہ: 32 / 4، 5

[3]الحدید:57 / 1-4

وقت رات اور دن کا وُجود کہاں تھا؟ اس وقت جملہ آسمانی کائنات اور زمین سب ایک اکائی کی شکل میں جڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پھاڑ کر جدا کر دیا۔ جیسا کے اس مضمون کو سورہ انبیاء ﴿أَوَلَمْ ------ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا﴾[1] میں دہرایا گیا ہے"[2]۔

موصوف مقالہ نگار ستہ ایام سے مراد چھ ادوار لیتے ہیں کیونکہ زمین اور آسمان پہلے جوڑے ہوئے تھے۔

تخلیق کائنات اور چھ دنوں کی توضیح

ساری کائنات کے سارے اُمور ایک با قاعدہ نظام کے تابع ہیں جو، خالق کائنات کے قائم کردہ نظام اور امر کے ساتھ جڑے ہیں جیسا کے اس حدیث سے واضح ہوتا ہے۔

((عَنِ الْحَسَنِ قَالَ قَالَتِ الْيَهُودُ خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَاسْتَرَاحَ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ فَأَنْزَلَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَلَى نَبِيِّهِ (ﷺ) (وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوبٍ))[3]

"حضرت حسن (رضی اللہ عنہ) بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور ساتویں دن آرام فرمایا تو اللہ تعالیٰ نبی ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی"۔ ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے چھ دنوں میں پیدا کیا اور ہمیں تھکان نہیں ہوئی"۔

تخلیق کائنات کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا جا سکتا ہے۔ زیریں، بالائی اور وسطی، یعنی زمینی، آسمانی اور خلائی۔ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی متعدد ہیں اگر سات کے عدد کو معین تصور کیا جائے تو زمین سے بالکل ملتے جلتے سات طبقے یا سیارے ثابت ہوتے ہیں۔

اِس دُوسرے مفہوم کے اِعتبار سے سائنس کو ابھی تحقیق واِکتشافات کے مزید کئی مرحلوں سے گزرنا پڑے گا کیونکہ قرآنِ مجید نے یہ اِشارہ اِس آیتِ کریمہ میں فرما دیا ہے: ﴿اللهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ

---

[1] الانبیاء:21 / 30

[2] ڈاکٹر محمد خان ملک، کائنات کے Origion وقت اور جگہ کا قرآنی تصور، ائی ایس بی این، 2707-689X جلد29، شمارہ29، 2013، ص53۔

[3] الدينوري، أبو بكر أحمد بن مروان بن محمد القاضي المالكي، **المجالسة وجواهر العلم** (بيروت ،دار النشر / دار ابن حزم - لبنان / - 1423ھ - 2002م) ج1، ص555 (**إسناده ضعيف**)

سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾[1] "اللہ وہی ہے جس نے سات آسمان اور ان ہی کی طرح (سات) زمینیں پیدا کیں"۔

اس حوالے سے ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے۔

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَقَالَ قَالَ رَسُول اللَّهِ ﷺ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ فَيَقُول اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ الأَرْضَ فَيَقُول اللَّهُ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ اللَّهَ فَإِذَا أَحَسَّ أَحَدُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ ذَلِكَ فَلْيَقُلْ آمَنْتُ بِاللَّهِ وَبِرُسُلِهِ))[2]

"حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے وہ پوچھتا ہے آسمان کو کس نے پیدا کیا بندہ جواب دیتا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ شیطان پھر پوچھتا ہے زمین کو کس نے پیدا کیا بندہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے۔ شیطان پھر سوال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا کہ جب آدمی کے ذہن میں یہ خیال آئے تو وہ کہے۔ میں اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا"۔

پس اس حدیث پاک سے دعوتی پہلو ثابت ہوا زمین وآسمان کی خلقت اللہ کی ذات اقدس نے کی۔

دن (یوم) کی سائنسی تفسیر

قرآن مجید میں یوم سے مراد وہ دِن ہر گز نہیں جو عام طور پر سورج کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک مُراد لیا جاتا ہے، کیونکہ کائنات کی پیدائش کے وقت طلوع وغروب کا تصور نہیں تھا۔ 'یَوم' محض 24 گھنٹے کے دَورانیے ہی کا نام نہیں بلکہ اِس کا اِطلاق ہزاروں زمینی سالوں کے دَورانیے پر محیط بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کے اللہ فرماتے ہیں:

﴿يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ﴾[3]

---

[1] الطلاق:65 / 12

[2]، النیسابوري، مسلم بن الحجاج بن مسلم، أبو الحسين، القشيري، **الجامع صحیح مسلم**، ح:162 باب بَيَانِ الْوَسْوَسَةِ فِي الإِيمَانِ وَمَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا. (بیروت دار الجیل)1/84

[3] السجدہ:32 / 5

"وُہی آسمان سے زمین تک ہر کام کی تدبیر فرماتا ہے، پھر یہ کائنات اُسی کی طرف لوٹ جائے گی، ایک ایسے دِن میں جو تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال کے برابر ہو گا"۔

اِسی طرح ایک اور مقام پر 'یوم' کا لفظ پچاس ہزار سال کے لئے بھی اِستعمال کیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں ہے:

﴿تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ﴾[1]

"روزِ قیامت وہ وقت ہو گا جب) فرشتے اور جبرئیل علیہ السلام اُس کی طرف عروج کریں گے (اور یہ) اُس دِن ہو گا) جس کا اندازہ (دُنیا کے) 50 ہزار سال ہے"۔

سات آسمانوں کی سائنسی تعبیر

آسمانی تہوں کے درمیان ناقابلِ تصوّر فاصلے حائل ہیں۔ پہلی آسمانی تہ کم و بیش 65 کھرب کلومیٹر تک پھیلی ہوئی ہے۔ دُوسری آسمانی تہ جو ہماری کہکشاں کا قطر بھی ہے۔۔۔ ایک لاکھ 30 ہزار نوری سال وسیع ہے۔ تیسری آسمانی تہ جو ہمارا مقامی کلسٹر ہے۔ 20 لاکھ نوری سال کی حدُود میں پھیلی ہوئی ہے۔ چوتھی آسمانی تہ جو کہکشاؤں کے تمام گروہوں کا مجموعہ ہے، اور کائنات کا مرکز تشکیل دیتی ہے۔ 10 کروڑ نوری سال قطر پر محیط ہے۔ پانچویں آسمانی تہ ایک ارب نوری سال کی مسافت پر واقع ہے۔ چھٹی آسمانی تہ 20 ارب نوری سال دُور ہے۔ ساتویں آسمانی تہ اُس سے بھی کئی گنا آگے ہے، جس کا اَندازہ کرنا محال ہے[2] "جیسا کہ سورہ ملک، بقرہ، نوح اور مومنون میں اللہ تعالٰی فرماتے ہیں۔

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا﴾[3]

"(بابرکت ہے وہ اللہ) جس نے سات (یا متعدّد) آسمانی کرّے باہمی مطابقت کے ساتھ (طبق دَر طبق) پیدا فرمائے"۔

﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾[4]

"پھر وہ (کائنات کے) بالائی حصوں کی طرف متوجہ ہوا تو اُس نے اُنہیں درُست کر کے اُن کے سات آسمانی طبقات بنا دیئے، اور وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے"۔

﴿أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا﴾[1]

---

[1] المعارج:70/ 4

[2] قادری، **اسلام اور جدید سائنس**، ص، 353

[3] الملک:67 / 3

[4] البقرہ:2 / 29

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کس طرح سات آسمانی طبقات اُوپر تلے پیدا کر رکھے ہیں"۔
﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ﴾[2]
"اور بیشک ہم نے تمہارے اُوپر (کرّۂ ارضی کے گرد فضائے بسیط میں نظامِ کائنات کی حفاظت کے لئے) سات راستے (یعنی سات مِقناطیسی پٹیاں یا میدان) بنائے ہیں اور ہم (کائنات کی) تخلیق (اور اُس کی حفاظت کے تقاضوں) سے بے خبر نہ تھے"۔
ہم زمین سے کائنات کی وُسعتوں کی طرف نظر دوڑائیں تو سات آسمان اِس ترتیب سے واقع ہیں:

پہلا آسمان: وہ خلائی میدان، جس کی بنیاد ہم اپنے نظامِ شمسی کے ساتھ مل کر رکھتے ہیں۔
دُوسرا آسمان: ہماری کہکشاں کا خلائی میدان ہے۔ یہ وہ مِقناطیسی میدان ہے جسے مِلکی وے کا مرکز تشکیل دیتا ہے۔
تیسرا آسمان: ہمارے مقامی کلسٹر (کہکشاؤں کے گروہ) کا خلائی میدان ہے۔
چوتھا آسمان: کائنات کا مرکزی مِقناطیسی میدان ہے، جو کہکشاؤں کے تمام گروہوں کے مجموعے سے تشکیل پاتا ہے۔
پانچواں آسمان: اُس کائناتی پٹی پر مشتمل ہے جو قواسرز (quasars) بناتے ہیں۔
چھٹا آسمان: پھیلتی ہوئی کائنات کا میدان ہے، جسے رِجعتِ قہقری کی حامل (پیچھے ہٹتی ہوئی) کہکشائیں بناتی ہیں۔
ساتواں آسمان: سب سے بیرونی میدان ہے، جو کہکشاؤں کی لامحدود بیکرانی سے تشکیل پاتا ہے۔
اِن سات تہ در تہ آسمانوں کا ذِکر قرآنِ مجید نے آج سے 14 صدیاں پہلے واشگاف اَنداز میں کر دِیا تھا۔

سات آسمانوں سے مراد سات تہیں

پس ان آسمانوں کے بنانے والے قادر مطلق ربّ نے انسان کو دعوت دی کہ دیکھیں آسمان کی کو کیسے بلند کیا ہے جیسا کہ سورت الغاشیہ میں رب ارض و سماء فرماتے ہیں کہ
﴿وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ﴾[3]
"اور آسمان کی طرف (نگاہ نہیں کرتے) کہ وہ کیسے عظیم وسعتوں کے ساتھ) اٹھایا گیا ہے؟"۔
اسی طرح سورہ رعد میں فرمایا کہ ﴿ اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾[1]

---

[1]نوح: 71 / 15
[2]المؤمنون:23 / 17
[3] الغاشیہ:88/18

"اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے پیدا کیا۔(جیسا کہ) تم دیکھ رہے ہو"۔

سورہ انبیاء میں دعوتی فکر کی طرف یوں توجہ دلائی کہ﴿وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقْفًا مَّحْفُوظًا﴾[2]

"اور ہم نے سماء کو محفوظ چھت بنایا(تاکہ اہل زمین کو خلاسے انے والی مہلک قوتوں اور جارحانہ لہروں کے مضر اثرات سے بچائیں"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی حفاظت کے لیے آسمان کی سات محفوظ چھتیں بنائی۔

طبقات ارض کے بارے میں جمہور مفسرین کی سائنسی توضحیات

طبقات "طبقہ کی جمع" ہے، یہ لفظ اسم مکان اور اسم زماں دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔اسم مکان کے لئے استعمال ہو تو اس کے معنی ہیں، ہر چیز کا خول، چنانچہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: الطبق:عطاء کل شیء، الجمع:اطباق،وطبق کل شئء، ماساواۃ۔ ہر چیز کے اوپر خول (پردہ) کو طبق کہتے ہیں، اس کی جمع طباق ہے،

اور کسی چیز کا طبق (خول) وہ ہوتا ہے جو اس چیز کے ماسوا ہو[3]"۔

طبق کا یہ لفظ اگر اسم زماں کے طور پر استعمال کیا جائے تو اسکے معنی" نسل " کے ہیں۔ابن العربی کے مطابق: الطبق"الامه بعد الائمه اور الاصمعی الطبق کے معنی الجماعة من النساس یعنی لوگوں کا ایک طبقہ یا مخصوص نسل بتاتا ہے،اور ابن منظورؒ نے طبقات الناس کا معنی کل طبقہ، طبقت زمانھا کر کے لغوی معنی سے اس کی مطابقت بیان کر دی۔نویس لغت اس کا معنوی مترادف "قرن" بتاتے ہیں، اور اذ مضی عالم بداقرن، کا مفہوم "اذا مضی قرن ظهر قرن" کیا گیا ہے۔[4] "جب ایک قرن زمانہ گزرے تو دوسرے زمانہ آجاتا ہے"۔

رب کائنات نے اپنی صفت تخلیق کا مظہر ہمیں اس جہاں کی شکل نے دکھایا، اس میں مختلف مخلوقات پیدا فرمائیں، انہیں مخلوقات میں زمین اور آسمان بھی ہیں۔

---

[1] الرعد:134/2

[2] انبیاء:21/32

[3] ابن منظور افریقی، لسان العرب، 10/209

[4] الحاج، فیروز الدین، فیروز اللغات،، فیروز سنز لاہور، 2010ء، 3/356

﴿خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾[1]

"جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے، تم خدائے رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔ () اب پھر سے نظر دوڑا کر دیکھو کیا تمھیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟"۔

اللہ رب العالمین نے اپنے امر کن سے جیسے سات آسمان وجود میں لائے، ایسے ہی اللہ نے سات زمینوں کو وجود بخشا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾[2]

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے، اور زمین بھی انہی کی طرح اللہ کا حکم ان کے درمیان اترتا رہتاہے، تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتاہے اور یہ کہ اللہ کے علم نے ہر چیز کااحاطہ کیاہواہے"۔

قاضی عبد اللہ بن عمر بیضاوی شافعیؒ فرماتے ہیں:

أي وخلق مثلهن في العدد من الأرض[3]"۔"یعنی زمینوں کے عدد آسمانوں کے عدد کی مثل ہیں"۔

اس عبارت کی شرح میں علامہ احمد بن محمد بن خفاجی کہتے ہیں۔[4]

اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے بھی سات طبقات ہیں، جو ایک دوسرے سے متمیز اور منفصل ہیں اور احادیث صحیحہ میں بھی یہی معروف ہے۔

جمہور مفسرین آیت کی تفسیر سات آسمانوں کی طرح اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کو پیدا فرمایا تاہم یہ بات تحقیق طلب ہے کہ ہماری موجودہ ایک زمین کے علاوہ باقی زمینیں کہاں ہیں؟ تو اس کے سلسلے میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں

"فقال الجمہور ھی ھھنا فی کونھا سبعا وکونھا طباقا بعضھا فوق بعض[5]"۔

جمہور علماء کا کہنا ہے کہ زمینیں اسی عالم میں ہیں اور اس کے طبقات کا مطلب یہ ہے کہ بعض زمین بعض کے اوپر"۔

---

[1] الملک:67/3

[2] الطلاق:65/12

[3] البیضاوی، عبد اللہ بن عمر، **أنوار التنزیل وأسرار التأویل**، 5/ 302

[4] علامہ احمد بن محمد بن خفاجیؒ ان کی تصنیف عنایۃ القاضی علی البیضاوی ہے اور آپ نے 1069ھ میں وفات پائی ہے۔

[5] الوسی، **روح المعانی**، 14/ 142

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ "سبع ارضين بعضها فوق بعض الارض العليا[1]" سات زمینیں اوپر تلے ہیں۔
ایک قول کے مطابق اس سے مراد زمین کے وہ حصے ہیں جو سمندروں کے ذریعے ایک دوسرے سے جدا ہیں، تو طبقات سے اس قول کے مطابق براعظم مراد ہیں[2]۔
ان تمام تشریحات کا ملخص یہ ہوا کہ جس طرح سات آسمان ہیں اسی طرح سات زمین کو بھی اللہ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا۔

امام رازیؒ کی تحقیق

آیت مذکورہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اللہ ہی ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا۔اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح آسمان سات ہیں، اسی طرح زمینیں بھی سات ہیں، امام رازی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

> "هو المشهور أن الأرض ثلاث طبقات طبقة أرضية محضة وطبقة طينية ، وهي غير محضة ، وطبقة منكشفة بعضها في البحر وبعضها في البر وهي المعمورة ، ولا بعد في قوله : { وَمِنَ الأرض مِثْلَهُنَّ } من كونها سبعة أقاليم على حسب سبع سموات ، وسبع كواكب فيها وهي السيارة فإن لكل واحد من هذه الكواكب خواص تظهر آثار تلك الخواص في كل إقليم من أقاليم الأرض فتصير سبعة بهذا الاعتبار ، فهذه هي الوجوه التي لا يأباها العقل ،[3]"۔

> "مشہور یہ ہے کہ زمین کے تین طبقات ہیں: ایک طبقہ ارضیہ محضہ ہے، دوسرا طبقہ طینیہ محض ہے (محض مٹی ہے) اور تیسرا طبقہ وہ ہے جس کے بعض حصہ میں سمندر ہے اور بعض حصہ میں آباد علاقے ہیں اور یہ تینوں طبقات ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "اتنی ہی زمینوں کو پیدا کیا" کا مطلب یہ ہو کہ سات آسمانوں کے مطابق سات سیارے ہیں اور یہ زمین ان میں سے ایک سیارہ ہو، اور ان سیاروں میں سے ہر سیارہ کے خواص ہوں اور **زمین کی اقالیم میں سے ہر اقلیم میں** ان خواص کے آثار ظاہر ہوتے ہوں اور اس اعتبار سے سات زمینیں ہوں، یہ وہ وجوہ ہیں جو خلاف عقل نہیں ہیں،"۔

---

[1] محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی الاندلسی اہل قرطبہ کے صلحاء اور کبار مفسرین جماعت میں سے تھے، الجامع الاحکام القرآن آپ کی شہرہ آفاق تفسیر ہے، اپ مصر میں مقیم رہے اور وہیں، 671ء بمطابق سن 1373ء میں وفات پاگئے، (فتح الطیب، ج1، 428)

[2] قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، 9/114

[3] الرازی، **تفسیر کبیر**، 16/371

الغرض امام رازیؒ کے مطابق ساتوں زمین سے مراد ساتوں اقالیم ہیں۔

ایک قول کے مطابق اس سے مراد زمین کے وہ حصے ہیں جو سمندروں کے ذریعے ایک دوسرے سے جدا ہیں، تو طبقات سے اس قول کے مطابق براعظم مراد ہیں [1]۔

اونچائی کے متضاد میں پستی کو زمین (ارض) ہر پستی کے مقابلہ میں بلندی کو سماء کہہ سکتے ہیں۔اور سماء اول کے مقابل ارض اول ہے، علی ہذاالقیاس چھٹے آسمان کے متضاد میں زمین ہے،اس طرح سبع السموات کی مثل زمینیں بھی بن جاتی ہیں۔ [2]۔

ایک معنی یوں ہیں کہ ہماری زمین ہی کے جن کو " طبقات الارض "یعنی سات پرت کہا جاتا ہے اللہ کے بنی ﷺ نے فرمایا کہ

((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ طُوِّقَ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ)) [3]"۔

"جو شخص کسی دوسرے کی تھوڑی سی بھی زمین ناحق لے لے تو وہ قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنستا چلا جائے گا"۔

مفہوم ثالث یہ ہے کہ یہ عین ممکن ہے کہ ہماری ہی زمین جیسی ہی چھ اور زمینیں اس کائنات میں موجود ہوں۔انسان آج تک کائنات کی وسعت کا اندازہ نہیں کر سکا اور نہ آئندہ کبھی کر سکے گا۔جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ﴾ [4]

ہم نے ہی آسمان کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور ہم اس میں ہر وقت توسیع کر رہے ہیں [5]"۔

ڈاکٹر اسرار صاحب فرماتے ہیں کہ یہ آیت "آیاتِ متشابہات" میں سے ہے۔ابھی تک انسان سات آسمانوں کی حقیقت سے بھی واقف نہیں ہو سکا [6]۔

---

[1] ایضا،16/371

[2] عبد الرحمن کیلانی، **تیسیر القرآن**،4/479

[3] بخاری، **الصحیح بخاری**، ح2320، کتاب المظالم، باب اثم من ظلم شیأ من الارض،2/866۔

[4] الذاریات:51/47

[5] کیلانی، **تیسیر القرآن**،4/479

[6] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**،6/283

سات زمینوں کے متعلق دیگر مفسرین کی آراء

حضرت خالد بن ولید مخزومی سات آسمانوں اور زمینوں کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ نبی (ﷺ) نے ایک دعا میں فرمایا:

((اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الأَرَضِينَ وما أَقَلَّتْ...... كُن لِي جَارًا من شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا)) [1]"۔

"اے اللہ! سات آسمانوں کے رب اور جن پر اس رب کا سایہ ہے ان سب کے رب! ساری زمینوں اور ساری چیزوں کے رب جن کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں...... اپنی ساری مخلوق کے شر سے بچانے کے لیے میرا پڑوس بن جا"۔

اس طرح اور حدیث اس مضمون میں یوں وارد ہوئی، کہ نبی (ﷺ) نے فرمایا

((مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنْ الْأَرْضِ ظُلْمًا فَإِنَّهُ يُطَوَّقُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ))[2]

"جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی ہتھیالی تو قیامت والے دن اس زمین کا اتنا حصہ ساتوں زمینوں سے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا"۔

(اور صحیح بخاری کے الفاظ ہیں خسف بہ الی سبع ارضین یعنی اس کو ساتوں زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔

ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سات اقالیم ہیں اور یہ مسئلہ ضروریات دین میں سے نہیں ہے حتیٰ کہ اس کا منکر یا اس میں متردد کافر ہو اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینوں کے سات طبقات ہیں[3]۔

علامہ ابو حیان محمد بن یوسف، اندلسی لکھتے ہیں:

جمہور کا مختار قول یہ ہے کہ یہ مثلیت عدد ہے یعنی سات آسمانوں کی طرف سات زمینیں ہیں، حدیث میں ہے: اللہ غاصب کے گلے میں سات زمینوں کا طوق ڈال دے گا، ایک قول یہ ہے کہ یہ سات طبقات ہیں اور ہر دو طبقوں کے درمیان مسافت ہے اور ان میں اللہ کی مخلوق رہتی ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ ان میں جن اور فرشتے

---

[1] ابو عیسی، **سنن الترمذي**، کتاب الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جامع الدعوات عن النبي صلی اللہ علیہ وسل ح3523۔5/ 538، امام ترمذی نے فرمایا کہ اس کی سند کو قوی نہیں ہے۔(سیوطی ،جمع الجوامع أو الجامع الكبير للسيوطي،**1884/1)**

[2] بخاری، محمد بن إسماعیل ،**کِتَاب الْجُمُعَةِ، بَابُ مَنْ انْتَظَرَ حَتَّى تُدْفَنَ**، ح4،3198/107

[3] خفاجی، احمد بن محمد، **عنایۃ القاضی علی البیضاوی**(دار الکتب العلیمہ، بیروت، ١٤١٧ ھ) 9 / 202

رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ سات زمینیں پھیلی ہوئی ہیں، ایک دوسرے کے اوپر نہیں ہیں اور ان کے درمیان سمندر رہے اور ان سب کے اوپر آسمان ہے[1]۔

سات زمینوں کے متعلق اثر ابن عباس ہے، جس کو امام ابن ابی حاتم روایت کرتے ہیں:

((عَنْ أَبِي الضُّحَى، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فِي قَوْلِهِ:" وَمِنَ الأَرْضِ مِثْلَهُنَّ " قَالَ: سَبْعُ أَرْضِينَ فِي كُلِّ أَرْضٍ نَبِيٌّ كَنَبِيِّكُمْ، وَآدَمُ كَآدَمَ، وَنُوحٌ كَنُوحٍ، وَإِبْرَاهِيمُ كَإِبْرَاهِيمَ، وَعِيسَى كَعِيسَى))[2]

ابو الضحیٰ نے حضرت ابن عباس سے " وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنّ[3]"۔ کی تفسیر میں روایت کیاہے: یہ سات زمینیں ہیں، ہر زمین میں تمہارے نبی کی مثل ایک نبی ہے اور آدم کی مثل ہیں اور نوح کی مثل نوح ہیں اور ابراہیم کی مثل ابراہیم ہیں اور عیسیٰ کی مثل عیسیٰ ہیں[4]۔

علامہ شہاب الدین سید محمود آلوسی کے تبصرہ کا ماحصل یہ ہے کہ علامہ ابو الحیان اندلسی نے حضرت ابن عباس کے اس اثر کو موضوع قرار دیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ اس اثر کے صحیح ہونے میں کوئی عقلی اور شرعی مانع نہیں ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر زمین میں ایک مخلوق ہے جس کی ایک اصل ہے، جیسے ہماری زمین میں ہماری ایک اصل ہے اور وہ حضرت آدم (علیہ السلام) ہیں اور ہر زمین میں ایسے افراد بھی ہیں جو دوسروں سے ممتاز ہیں، جیسے ہماری زمین میں حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ[5]۔

عصر حاضر کی سائنسی تحقیق بتاتی ہے کہ ابتداءً زمین انتہائی گرم مرطوب تھی۔ وہ کسی بھی قسم کی پیداوار پیدا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ پھر یہ اللہ کی قدرت کاملہ کی وجہ سے یہ زمین قابل کاشت ہوئی، اس میں سے ایک آسمان سے بارش کے ساتھ نائٹروجن، قدرتی گیس، زمین پر برسی، جس سے یہ پیدواری صلاحیت کے قابل ہوئی، پھر انسان نے کھاد بنانے اور اس کو زرخیز بنانے کا طریقہ، سورج چاند، کیمیائی اور غیر کیمیائی مادے کی موجودگی اور ان سب عوامل کا پتہ لگالیا جو سارے کام یعنی زمین کی پیداوار کے معاون ثابت ہو رہے ہیں۔

---

[1] اندلسی، ابوحیان محمد بن یوسف، **البحر المحیط**، (دارالفکر، بیروت، 1412ھ) 10 / 20

[2] ابی حاتم، **تفسیر امام ابن ابی حاتم**، ح18919، (مکہ مکرمہ، مکتبہ مصطفیٰ، 1417ء) سورہ الطلاق، 12 / 320

[3] الطلاق: 67 / 4

[4] امام حاکم اور حافظ ذہبی نے کہا:: یہ حدیث صحیح ہے۔ (امام حاکم، **المستدرک**، (المتکبۃ العصریہ، طبع قدیم، 1420ء) ح3822، 2 / 493ء)

[5] آلوسی، شہاب الدین سید محمود، **روح المعانی**، (دارالفکر، بیروت، 1417ھ) 28 / 211،

قرآن کریم کا نظریہ "عظیم دھماکہ (BIG BANG THEORY)

کائنات کی ابتدا جس عظیم سانحہ سے ہوئی اس بڑے دھماکے کو" بیگ بینگ تھیوری" کہتے ہیں۔ یہ نظریہ 1950ء میں تین سائنس دانوں رالف الفر(RALPH ALPHE)، ہینسے بیتھے(HANSE BATHE)اور جارج گاموو(GEORGE GMOW) نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ ابتدائے کائنات کے وقت یہ کائنات ایک مادی شکل میں تھی۔ پھر خالق کائنات نے اسے کو توڑا اور موجودہ کائنات کو وجود ملا۔

﴿اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾[1]

"کافروں نے غور نہیں کیا کہ زمین اور آسمان آپس باہم ملے ہوئے تھے ہم نے انہیں جُدا جُدا کر دیا"۔

ڈاکٹر اسرار احمد، بیگ بین کے بارے میں لکھتے ہیں:

"Big Bang کے بعد مادے کا جو ایک بہت بڑا گولا وجود میں آیا تو وہ ایک یکجا وجود (Homogenous mass) کی صورت میں تھا۔ پھر مادے کے اس گولے میں تقسیم ہوئی ' مختلف ستاروں اور سیاروں کے گچھے بنے ' کہکشائیں(Galaxies) وجود میں آئیں ' سورج اور اس کے سیاروں کی تخلیق ہوئی ' اور یوں ہماری زمین بھی پیدا ہوئی[2]"۔

چنانچہ کائنات کے وجود میں آنے کا مسلمہ جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ ابتداً مادہ مرکوز اور مجتمع حالت میں تھا۔ جو آدمی بھی اس میں تدبر کرے کہ اس سائنسی انکشاف پر تو اس کی حقانیت واضح ہو جاتی حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک صناع کی کاریگری ہے تو پھر اس کی دعوت حق سے منہ موڑنا کیا معنی؟ سورہ انبیاء کی آیت تیس میں چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے نہ صرف "بگ بینگ" واقعے کا بیان ہے بلکہ اس میں کچھ مزید سائنسی حقائق کی طرف اشارے اور سائنسدانوں کی تحقیق کے لیے ایسے نئے پہلوؤں کی نشاندہی ہے جو سائنسدانوں کی نظروں سے پوشیدہ تھے اگر وہ تحقیق کریں تو ان کی تحقیق کے لیے یہ آیت نئے میدان فراہم کرتی ہے۔

---

[1] سورۃ الأنبیاء 30/21

[2] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**، 84/2

بیگ بینگ کے شواہد

قرآن مجید کے انکشاف جو ساڑے چودہ سو سال پہلے پیش کیا گئے اس میں دو اہم دریافتوں کی وجہ سے اس کی حقانیت تک پہنچنے میں مدد ملی ہے۔ایک 1965ء میں ہونے والی 3 درجہ کیلون کی مائیکرو ویو پس منظر کی شعاع ریزی تھی یہ شعاع ریزی اِبتدائی دھماکے باقی ماندہ اَثرات کی صورت میں ابھی تک پوری کائنات میں سرایت کئے ہوئے ہے اور اُس کی لہروں کا شور ریڈیائی دُوربینوں کی مدد سے معلوم کیا جاسکتا ہے۔

کائنات کا عدم سے وجود میں آنا اور اس کا انتظام عظیم خالق کائنات اللہ نے کیا، اس حقیقت کا اعلان سورہ الذریات کی آیت سنتالیس میں کیا،اس کی تخلیق کے بارے میں بگ بینگ دھماکہ نے بہت سی محدود معلومات دی ہیں ،عظیم دھماکہ کے صفر حجم نظریئے میں اس کی تخلیق ایک ذاتی سوچ وفکر ہے،ان کو پتہ نہیں کہ آسمان اور زمین پہلے بند تھے،پھر ان کو کھول دیا۔

بگ بینگ کے اثرات

علماء فلکیات کے مطابق یہ دھماکہ تقریباً15 ارب سال پہلے ہوا۔ 1بیگ بینگ کے دھماکہ کے ساتھ ہی ایک سکینڈ کے سوویں حصے میں وہ جسامت پھیل کر ابتدائی آگ کا گولا بن گئی ۔ بگ بینگ سے تقریباً3،00،000 ملین سال بعد کہکشاؤں کی تشکیل کا عمل شروع ہوا،نظام شمسی اس عظیم دھماکے سے تقریباً10،000 ملین سال بعد کی پیداوار ہے،جبکہ کرہ ارض پر زندگی کا ظہور11،500 ملین سال بعد ہوا.2 دھماکے کے فوری بعد اس کو ایک کھرب سے ایک کھرب80 ارب سینٹی گریڈ کے درمیان جا پہنچا۔

تاہم عظیم دھماکے سے ایک منٹ بعد ہی کائنات کا درجۂ حرارت تیزی سے گرتے ہوئے دس گنا کم ہو کر 10 ارب سے 18 ارب سینٹی گریڈ کے درمیان آن پہنچا۔سورج کے مرکز کے موجودہ درجۂ حرارت سے تقریباً ایک ہزار گنا زیادہ حرارت تھی۔اُس وقت کائنات زیادہ تر فوٹان،اِلیکٹران،نیوٹریناس اور اُس کے مخالف ذرّات کے ساتھ ساتھ کسی حد تک پروٹان اور نیوٹران پر مشتمل تھی[3]۔

---

[1] کیرول اسٹوٹ،کلنٹ توِسٹ،**کائنات ایک سو ایک حقائق پر مبنی سائنسی معلومات**،ص12

[2] ایضاً،ص14

[3] ڈاکٹر محمد طاہر القادری،**اسلام اور جدید سائنس**،ص318

عصر حاضر میں جوں جوں عظیم دھماکے کے انکشافات سامنے آرہے ہیں قرآن کی سائنسی آیات کی حقانیت بھی ثابت ہو رہی ہے نسل انسانی قرآن کی دعوت فکر اور آیات کونیہ کے حقائق جو ثابت شدہ ہیں ان سے ایمان باللہ کی تصدیق قلبی راسخ ہوتی ہے۔ آفرینش کائنات کے ارتقاء کے درست سائنسی حقائق تب ہی ممکن ہیں، جب عقل کو وحی کی دعوت کے تابع کرنا ہو گا۔

قرآن مجید اور کائنات کی وسعت پذیری

قرآن مجید اس تکوینی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات کا تمام سماوی مواد ابتداء گیسی بادلوں کی صورت میں موجود تھا، پھر اس" دخانی حالت سے اللہ نے متوازن فلکیاتی نظام قائم کیا۔ جس سے اربوں کہکشائیں جو کائنات کے مرکز سے باہر کی جانب بیک وقت وُسعت پذیر ہیں۔

قرآن مجید صداقت کو یوں بیان کر رہاہے کہ

﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾[1]

"اور ہم نے آسمان کو طاقت سے بنایا اور بلاشبہ ہم کائنات کو پھیلاتے چلا جا رہے ہیں"۔

سورہ فاطر میں فرمایا کہ:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ------ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[2]

"تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو آسمانوں اور زمین کو (بلا نمونے کے ابتداء) بنانے والا ہے۔۔۔وہ اپنی تخلیق میں جو چاہتا ہے بڑھاتا جاتا ہے، بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے"۔

کس طرح یہ کہکشائیں ایک دوسرے سے دور بھاگ رہی ہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کو وسعت دینے والا ہے، قرآن نے چودہ سو سال پہلے یہ بات بتادی کہ کہکشائیں پھیل رہی ہیں۔

حیران کن امر یہ ہے کہ جس کائنات کا آغاز 15 ارب سال پہلے ہوا تھا ابھی تک اُن میں کوئی ٹکراؤ یا عدم توازن نہیں ہوا۔ اگر اس کے برعکس ہوا تو قیامت کا ظہور ہو گا۔

---

[1] الذاریات:47/51

[2] فاطر:1/35

نظریہ اضافت جدید سائنس کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق میں ایک خاص نظم وربط قائم کیا ہوا ہے اس نظام کائنات میں تمام طرح کے کہکشاؤں اور ستاروں کے بڑے بڑے جھرمٹوں اور گروہوں تک ہر چیز کی دوام کا انحصار کھنچاؤ اور توانائی کے قائم رہنے اور باہم توازن پر قائم ہے، یہ کھنچاؤ مرکز مائل قوت (centripetal)، مرکز گریز قوت (centrifugal) کا ہر جگہ برابر پایا جاتا ہے۔ ان دونوں طاقتوں کے برابری ہی سے ساری کائنات کا نظام قائم ہے۔ اگر ان میں اعتدال نہ ہو تو ساری کائنات تباہ ہو جائے گی[1]۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوئی کہ اس کائنات کا توازن اللہ تعالیٰ کے نظام الٰہی کے پیدا کردہ کھنچاؤ اور توانائی ہی سے منظم ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید شاہد ہے کہ

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا﴾[2]

"اور اُسی نے ہر چیز کو پیدا فرمایا پھر اُس (کی بقاو ارتقاء کے ہر مرحلہ پر اُس کے خواص، افعال اور مدت الغرض ہر چیز) کو ایک مقررہ اندازے پر ٹھہرایا ہے"۔

اس طرح اس آیت سے بات مزید واضح ہوتی ہے کہ

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍوَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ﴾[3]

"ہم نے ہر شے ایک مقرر اندازے سے بنائی ہے، اور ہمارا حکم تو یکبارگی ایسے (واقع) ہو جائے گا جیسے آنکھ کا جھپکنا"۔

مذکورہ نصوص قطعی سے یہ معلوم ہوا کہ آفرنیش کا عمل رب تعالیٰ کے امر کن کی تعمیل تھی، جس پر عمل درآمد آنکھ کے جھپکنے سے بھی کم عرصہ میں ہوا۔ مذکورہ آیات اس بات کی تائید و توثیق کرتی ہیں، کہ کائنات کا ہر ذرہ اور مادے کے ہر ایٹم میں توانائی کے برابری کا تصور پایا جاتا ہے۔ جس سے کائنات کا نظام برقرار ہے۔

وسعت پذیری اور جدید علماء کا نقطہ نظر

کائنات کی وسعت پذیری کو عیاں کرتے ہوئے ڈاکٹر ہلوک باقی لکھتے ہیں:

---

[1] قادری، **اسلام اور جدید سائنس**، 332/4

[2] فرقان: 2/25

[3] القمر: 54/49-50

"کائنات ایک مرکزی نکتے اور مقام سے باہر کی طرف پھیل رہی ہے، اور اس کا پھیلاؤ کا مطلب اس کے آسمانوں کی مقناطیسی پٹی کا پھیلاؤ ہے[1] "۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک اس حوالے سے کہتے ہیں:

تمام کہکشائیں ایک دوسرے سے دور ہوتی جا رہی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کائنات میں وسعت ہو رہی ہے۔ آج کائنات کا پھیلنا ایک مسلمہ سائنسی حقیقت ہے[2]۔

روسی ماہر طبعیات اور ریاضی دان، الیگزینڈر فرائیڈ مین، وہ اولین سائنسدان تھا جس نے 1922ء میں پہلی بار کائنات کی وُسعت پذیری کا مفروضہ پیش کیا۔ جسے بعد میں 1924ء میں "ایڈوِن ہبل "نے سائنسی بنیادوں پر پروان چڑھایا اور بالا آخر 1965ء میں دو امریکی طبیعیات، آرنو پینزیس اور رابرٹ وِلسن نے اُسے ثابت کیا[3] "۔

یہ کتنی بڑی نشانی ہے جو سائنس نے دن رات کی محنت بعد صرف بیسویں صدی میں حاصل کی، سائنس کہتی ہے کہ یہ کائنات ہمارے چاروں طرف پھیل رہی ہے اور کوئی قوت ہر چیز کو خلا میں کھینچ رہی ہے، یہاں سائنس کا علم اللہ کے علم سے بہت مطابقت رکھتا ہے[4]۔

کائنات اور بیگ کرنچ:

جس طرح کائنات کے آغاز میں ایک بڑا دھماہوا اسی طرح کائنات کے خاتمہ بھی ایک دھماکہ سے ہو گا، جسے "بگ کرنچ "کا نام دیا گیا ہے۔ تمام ستاروں اور سیاروں کی اِجتماعی موت جو محتاط سائنسی اندازوں کے مطابق 'بگ کرنچ' (Big Crunch) کی صورت میں رُونما ہو گی وہ دِن اِس کائنات کی اِجتماعی قیامت کا دِن ہو گا۔ اَحوالِ قیامت کے ضمن میں سورج کے بُجھ کر بے نور ہو جانے کے بارے میں اللہ ربّ العزت نے قرآنِ مجید میں فرمایا:

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾[5] "جب سورج لپیٹ کر بے نور کر دیا جائے گا"۔

---

[1] ہلوک نور باقی، ڈاکٹر، **قرآنی آیات اور سائنسی حقائق**، ص176

[2] ذاکر نائیک، **قرآن اور سائنسی دریافتیں**، ص25۔

[3] آرنو پینزیس اور رابرٹ وِلسن یہ دونوں سائنس دان امریکہ کی ریاست نیوجرسی میں واقع بیل فون لیبارٹریز میں کام کرتے تھے، جنہیں 1978ء میں نوبل پرائز انعام بھی ملا۔

[4] ڈاکٹر فضل کریم، **قرآن اور جدید سائنس**، ص162

[5] التکویر: 81 / 1

امام راغب اصفہانیؒ[1] فرماتے ہیں:"كور: كور الشئ إدارته وضم بعضه إلى بعض ككور العمامة"[2]

الکور۔ کے معنی کسی چیز کو عمامہ کی طرح لپیٹنے اور اس کو اوپر تلے گھمانے کے ہیں۔ امام الزبیدی[3] فرماتے ہیں: تکویر المتاع[4] "سامان جمع کر کے باندھ دینا" عبدالسلام بھٹوی اس کی سائنسی تفسیر فرماتے ہیں:

"کورت "یعنی اتنی وسعت والے سورج، اس کی شعاعوں اور روشنی کو لپیٹ دیا جائے گا اور وہ بالکل بے نور ہو جائے گا۔ چاند کا بھی یہی حال ہو گا۔[5]

اس ضمن میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مُكَوَّرَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [6]۔ "سورج اور چاند قیامت کے دن لپیٹ دیئے جائیں گے"۔

قیامت کی وحشت سے صرف زمین و آسمانوں میں ہلچل نہیں مچے گی بلکہ سمندر کا پانی بھی آگ بن کر بھڑکنے لگے گا۔ سائنس نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ پانی دو گیسوں پر مشتمل ہوتا ہے آکسیجن اور ہائیڈروجن۔ آکسیجن کا کام آگ کو بجھانا اور ہائیڈروجن آگ کو تیز کرتی ہے، اس دن سمندر کا پانی ہائیڈروجن بن کر آگ کی شکل اختیار کر جائے گا۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث وارد ہوئی ہے کہ

((قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ يُكَوَّرَانِ فِيْ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقَالَ الْحَسَنُ مَا ذَنْبُهُمَا ؟ فَقَالَ إِنِّيْ أُحَدِّثُكَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ فَسَكَتَ الْحَسَنُ))[7]

---

[1] ابو القاسم حسین بن محمد بن مفضل بن محمد ہے اصفہان میں پیدا ہوئے جس کی نسبت سے امام راغب اصفہانی کے نام سے مشہور ہیں، زندگی کا بیشتر حصہ بغداد اور اصفہان میں گزارا اور قیمتی تصانیف چھوڑیں۔ ایک بہت بڑے مفسر، ادیب، حکیم اور نحو وصرف کے ماہر تھے۔ آپ بغداد میں 502ھ کو فوت ہوئے۔ (الزرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد بن علی، الاعلام، (بیروت، المکتبہ الشاملہ، دار العلم للملایین، 2002ء)6/204

[2] الاصفہانی، **مفردات غریب القرآن**، 1/443

[3] سید مرتضیٰ حسین زبیدی بلگرام میں 1731ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل وطن یہی تھا، مگر حجاز گئے اور وہاں سے یمن کے شہر زبید میں مقیم ہو گئے، یہاں اتنی دیر مقیم رہے کہ زبیدی مشہور ہو گے، کوئی انہیں ہندی نہیں سمجھتا تھا۔ پھر قاہرہ چلے گے، قاہرہ میں طاعون کی بیماری میں مبتلا ہو کر 1791ء میں وفات پائی، (ام ہانی، رخسانہ نکہت لاری، سید مرتضی بلگرامی، حیات اور علمی کارنامے، (انڈیا آل انڈیا میر اکادمی، 1990ء)، ص99-100

[4] الزَّبيدي, **تاج العروس من جواهر القاموس**, 1/ 3471

[5] عبد السلام بن محمد، **تفسیر القرآن العظیم**، لاہور، دار السلام، (سن نادر)4/911

[6] **صحیح البخاری**، بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر, 3028، 3 /1171

[7] ابن بطة العكبري, الإبانة الكبرى, **باب ذكر ماجاءت به السنة من طاعة رسول الله ﷺ, مصدر الكتاب**: موقع جامع الحديث، ج1، 71/78

"حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سورج اور چاند کو اکٹھا جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پوچھا ان کا جرم کیا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا میں تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہوں ان کی یہ بات سن کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے"۔

سورۂ تکویر میں علاماتِ قیامت کے ضمن میں سب سے پہلی علامت سورج ہی کے بے نور ہونے کو قرار دِیا گیا۔ کتنی بڑی سائنسی صداقت جس تک پہنچنے میں آج کے اِنسانی علوم کے پیچھے صدیوں کا شعور کارفرما ہے، قرآنِ مجید نے ایک ہی جملے میں بیان کر دی۔ سیاروں کے اپنے مداروں سے بھٹک نکلنے اور بہک کر کسی دُوسری طرف جا نکلنے کا ذِکر اللہ تعالی نے علاماتِ قیامت کے ضمن میں قرآنِ مجید میں اِن الفاظ کے ساتھ فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ﴾[1] "اور جب سیارے گر کر بکھر جائیں گے"۔

سیاروں کے اپنے مداروں سے باہر نکل جانے اور اپنی موت کی طرف چلے جانے کو اللہ ربّ العزت نے کتنے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ آج سورج ایک کُرّہ کی شکل میں موجود ہے اسے بے نور کرنے کے ساتھ سکیڑ دیا جائے گا۔ شمسی نظام میں چاند، ستارے اور سورج آپس میں کسی نہ کسی لحاظ سے منسلک ہیں، جب سورج، چاند اور ستاروں کا آپس میں اتصال ختم ہو جائے گا تو چاند، ستارے اور سورج بھی بے نور ہو کر گر پڑیں گے۔

شمس پیرزادہ اس آیت کی سائنسی تفسیر یوں کرے ہیں:

"سورج لپیٹ دئے جانے کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمانی چراغ جس کی روشنی کروڑہا میل تک پھیلی ہوئی ہے اور جس سے پورا عالم جگمگا رہا ہے قیامت کا دھماکہ ہوتے ہی گل ہو جائے گا اور جب سورج ہی تاریک ہو جائے گا تو یہ دنیا جس عظیم حادثہ سے دوچار ہو گی اس کے تصور ہی سے انسان کانپ اٹھتا ہے[2]۔"

سورج اس نظام شمسی کی سب سے بڑی طاقت ہے اور جدید سائنسی اکتشافات کے مطابق زمین کی سطح سورج سے طاقت کی جو مقدار حاصل کرتی ہے چار ملین (چالیس لاکھ) ہارس پاور فی مربع میل ہے۔ گویا سورج زمین کے لئے پاور ہاوس کی حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن یہ خبر دیتا ہے کہ ایک روز آئے گا جب کہ سورج یہ عظیم طاقت کھو چکا ہو گا اور وہ قیامت کا دن ہو گا۔ یہ خبر خود اللہ دے رہا ہے جو سورج سمیت پوری کائنات کا خالق ومالک ہے تو یقین کرنے کے لئے یہ بات بالکل کافی ہے۔ تاہم جہاں تک سائنس کا تعلق ہے وہ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتی ہے کہ سورج کو بالآخر تاریک ہونا ہے۔

---

[1] الانفطار:82 / 2

[2] شمس پیرزادہ، **تفسیر دعوت القرآن**، 6/ 230

"And eventually, the sun will become a black dwarf, a very dense, no luminous object of degenerate matter[1].

انسانوں میں سے کچھ لوگ سورج کے عبادت کرنے والے تھے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے مناظرہ سے بھی واضح ہوتا ہے۔آج بھی جدید سائنسی اکتشافات کے باوجود سورج کے پرستاروں کی کمی نہیں ہے لیکن قرآن کی یہ دعوت کہ سورج خدا نہیں بلکہ خدا کی پیدا کردہ کائنات کا ایک جز اور اس کا محکوم ہے اور اسی وقت تک روشنی دیتا رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا وہ حکم نہیں آجاتا جو کائنات کو ختم کردے ۔

اُنگلیوں کے پوروں کے سائنسی حقائق

قرآن کی الہامی دعوت میں جب یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کرے گا تو لوگوں کے اُنگلیوں کے نشانات (نشاناتِ انگشت) کا خصوصیت سے تذکرہ کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے انسانی انگلیوں کی تخلیق کے لئے 58 ہڈیاں بنائی گئیں، ایک ترتیب سے رکھ کر اُن پر خون کی نالیاں کے جال بچھائے گئے اور ان کے اوپر ریشے دار جلد کی بے شمار تہیں چڑھائی گئیں۔باری تعالیٰ سورہ القیامہ میں فرماتے ہیں کہ:

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَه ۔بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓي اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَه﴾[2]

"کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے ؟ کیوں نہیں ؟ جبکہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ اس کی انگلیوں کے پور پور کو ٹھیک ٹھیک بنادیں"۔

دنیا کے ہر شخص کے فنگر پرنٹس منفرد ہوتے ہیں کسی بھی دوسرے انسان کے فنگر پرنٹ سے نہیں مل سکتے ہیں۔عہد حاضر میں انگوٹھے کی پہچان کے لئے سیکنگ مشین کا استعمال کیا جاتا ہے اس عمل کو اصطلاحاً آرٹیفشل انٹیلی جنس بھی کہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر میں دستخطوں کے ساتھ انگوٹھے کو انتہائی معتبر اور مستند سمجھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے شناختی کارڈ کا عمل ہو، پاسپورٹ کا عمل ہو انسانی شناخت کے لئے اس کا نشاناتِ انکشت کا استعمال کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ تو انسان کی انگلیوں کے ایک ایک پور" کو دوبارہ ٹھیک ٹھیک اسی طرح دوبارہ بنانے پر قادر ہیں، جیسے وہ شروع میں تھے، انگلیوں کے پورے کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان پوروں میں جو باریک باریک لکیریں ہوتی ہیں، وہ ہر انسان کی جو زندہ ہو یا کسی زمانے میں زندہ رہا ہو، اس کے فنگر پرنٹس دوسرے سے الگ ہوتی

[1] The New Encyclopedia Britannica Vol. 17 ,P 808

[2] القیامہ 75/: 3 , 4

ہیں۔ اسی وجہ سے دنیا میں دستخط کے بجائے انگوٹھے کے نشان کو استعمال کیا جاتا ہے، ان لکیروں میں اتنا باریک باریک فرق ہوتا ہے کہ اربوں انسانوں کی انگلیوں کے اس فرق کو یاد رکھ کر پھر دوبارہ ویسی ہی لکیریں بنادینا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہے [1]۔

فنگر پرنٹس کی یہ خصوصیت تو انیسویں صدی کے آخری برسوں میں دریافت ہوئی تھی۔ اس سے پہلے لوگ نشانات انگشت کو عام سی لکیریں سمجھتے تھے جن کی کوئی اہمیت اور معنویت واضح نہیں تھی، قرآن صادق میں اللہ تعالیٰ ﴿اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَه﴾ انگلیوں کے پور پور تک "کے الفاظ کہ کر انسان ناطق کی توجہ اس قرآنی صداقت کی طرف دلاتا ہے اور ہمیں فنگر پرنٹ کی اس معنویت کا احساس دلاتا ہے جو ہم پر صرف جدید سائنسی حقائق سے ہی ظاہر ہو سکی۔ یہ اللہ ہی ہے جو یہ سب کرنے پر قادر ہے، قرآن مجید ہی وہ پہلی الہامی کتاب ہے جس نے اس حقیقت کی طرف انسان کی توجہ دلائی۔ اس سے پہلے کسی الہامی کتاب میں اس بارے میں کوئی واضح راہنمائی موجود نہیں ہے۔

نباتات کے جوڑوں کے سائنسی حقائق اور الہامی دعوت

قرآن مجید کا ایک خاص اُسلوب دعوت ہے کہ اس نے انسانی دل و دماغ کو اس کائنات کے مشاہد پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کوئی سائنسی کتاب نہیں بلکہ یہ ہدایت کا دروازہ ہے جو انسان کو بیدار کرتا ہے قرآن کی الہامی دعوت نے جو کام کیا وہ دُنیا کی کوئی کتاب نہ کر سکی۔، قرآن نے ایک فلسفہ پیش کیا اور دُنیا کو سوچنے کا ڈھنگ سکھایا جس سے علم خواص کے قبضے سے نکل کر عام ہوا۔ علمی آزادی کا یہ نتیجہ یہ نکلا کہ آج سائنسی علوم کے ذریعے انسان نے کائنات کے رازوں سے پردہ اٹھایا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ﴾[2]

کیا یہ لوگ اپنی پیش یا افتادہ اس زمین کو ہی نہیں دیکھتے کہ ہم نے اس میں کتنی ہی وافر مقدار میں ہر طرح کی عمدہ چیزیں اگائی ہیں ؟

اللہ تعالی فرماتے ہیں : ﴿وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ﴾[3]

---

[1] عثمانی، **تفسیر آسان قرآن**، ص1247

[2] سورہ شعراء:7/26

[3] الذریات:49/51

"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے تاکہ تم لوگ سبق لو"۔

قرآن مجید نے نباتات کو "زوج کریم" کے خطاب سے پکارا ہے۔

لفظ زوج (جوڑا) کے مختلف مفاہیم

لفظ "زوج" عربی تین معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مخالف معانی کے لئے مثلاً، دن اور رات،، سیاہی اور سفیدی، خوشی اور رنج، خوشحالی اور تنگدستی وغیرہ۔ مماثل اشیاء کیلئے جیسے دونوں پاؤں کے جوتے ،اسی طرح ہر دور کے مشرک ایک دوسرے کا زوج ہیں۔ جاندار مونث ومذکر کے لیے مثلاً خاوند بیوی کا زوج ہے [1]۔

سید قطب شہیدؒ کے نزدیک اس حوالے سے فرماتے ہیں:

"كريم بما فيه من حياة , صادرة من الله الكريم واللفظ يوحي إلى النفس باستقبال صنع الله بما يليق من التكريم والحفاوة والاحتفال ; لا بالاستهانة والغفلة والإغفال[2] ۔

" لفظ کریم سے اللہ یہ تاثر دیتا ہے کہ اللہ کی صنعت کاریوں کو نہایت ہی توجہ، اہمیت اور تکریم کی نگاہوں سے دیکھنا چاہیے"۔

اس کے حقیقی معنی "شریف میاں بیوی یا ایک نر اور مادہ" اب نباتات میں شرافت کے معنی پودوں میں جو نر اور مادہ پھول ہوتے ہیں، ہر نوع کا پھول دوسری قسم کے زردانے کو قبول نہیں کرتا، آخروٹ کا پھول صرف آخروٹ کا زردانہ قبول کرتا ہے۔ جب کہ پارزیرگی (کراس پولی نیشن) کے ذریعے مختلف قاصدوں (مثلاً حشرات، شہد کی مکھی، پرندوں اور ہواؤں) کے ذریعے زردانے ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔ کسی نے آج تک انگور کے بیل پر ککڑی، اور ناشپاتی پر خوبانی اُگتی ہوئی نہیں دیکھی ہوگی یہ ہے شرافت نباتات کی جس کی طرف قرآن دعوت دے رہا ہے"۔ کیا یہ لوگ زمین کی طرف غور نہیں کرتے[3]۔

نباتات کے جوڑوں کا ملاپ

جدید سائنسی کی تحقیق کے مطابق پودوں کی اقسام ڈھائی لاکھ کے قریب ہیں، صرف دوسوسال پہلے یہ انکشاف ہوا کہ تمام پھولوں والے پودوں میں کچھ نر ہوتے ہیں اور کچھ مادہ۔

---

[1] کیلانی، **تفسیر تیسیر القرآن**،4/ 302

[2] سید قطب شہید، **تفسیر فی ظلال القرآن**، (دار الشروق، سنۃ1407ھ - ط،ت1966ء)،17/ 5

[3] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص375

نر میں زرد رنگ کے ذرات ہوتے ہیں جو پولن (Pollen) کہلاتے ہیں[1]۔

ان زردانوں کی منتقلی کا سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں جو ان کو اُڑا کر منتقل کرتی ہیں۔ شہد کی مکھیوں اور بھنوروں وغیرہ کے بیٹھنے پر یہ زردانے ان کی ٹانگوں سے چمٹ جاتے ہیں اور مادہ پودے پر بیٹھنے پر اُن سے الگ ہو کر وہیں رہ جاتے ہیں، لیکن سب سے بڑا ذریعہ ہوائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورہ حجر میں فرماتے ہیں:

﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ﴾ [2] "اور وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، ہم نے بھیجی ہیں"۔

ایک زمانے تک "لَوَاقِحَ" کا مفہوم صرف یہی سمجھا جاتا تھا کہ یہ ہوائیں بادلوں کو اٹھا کر لاتی ہیں اور بارش کا سبب بنتی ہیں لیکن اب جدید سائنسی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ (pollen grains) بھی ہواؤں کے ذریعے منتقل ہوتے ہیں جن سے پھولوں کی فرٹیلائزیشن ہوتی ہے پھر فصلیں اور پھل افزائش ہوتی ہے۔ اس طرح نباتاتی نظام بھی ہواؤں کی وجہ سے چل رہا ہے[3]۔

جوڑوں کی جدید سائنسی تشریح

انیسویں صدی کے وسط تک کسی ماہر حیاتیات ونباتات کے وہم گمان میں بھی نہ تھا کہ نباتات میں جوڑے پائے جاتے ہیں اور نر و مادہ پودے، افزائش نسل میں، بالکل اُسی طرح حصہ لیتے ہیں جس طرح دیگر جانور۔ علماء نباتات کی 1875ء میں اسی دریافت کو، کہ پودوں اور درختوں میں بھی جوڑے نر و مادہ ہیں۔ جدید ترین انکشاف قرار دیا گیا ۔ لیکن یہ بات قطعی طور قابل مذمت تھی کیونکہ صدیوں قدیم قرآن نے متعدد مقامات پر پودوں کے جوڑوں کی وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن اب سائنس نے بھی اس قرآنی حقیقت کا اعتراف کر لیا ہے۔ یہ قرآن کی خصوصیت ہی تو ہے اس نے جدید سائنسی ذہن کو اپنی حقانیت کی طرف متوجہ کیا[4]۔

یہ حقیقت ہے کہ سائنسی تفسیر جدید منطقی ذہن کو دین کی طرف لانے میں معاون ثابت ہوئی ہے۔ جدید سائنسی حقائق اور قرآنی انکشافات کے درمیان موافقت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جس چیز کو مغرب کے علماء نباتات

---

[1] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**، ج4ص205

[2] الحجر:15/22

[3] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**، ج4ص205

[4] سواتی، عبد الحمید، **تفسیر معالم العرفان**، (گوجرانوالہ، دورس القرآن فاروق گنج) 11/363

نے صدیوں کی تلاش و جستجو کے بعد نباتات میں نر و مادہ کا نظریہ قائم کیا اور ہمارے پیغمبر ﷺ نے آج سے سوا چودہ سو سال پہلے ایک ایسی حقیقت سے پردہ اٹھایا، جیسے آج جدید ترین نظریہ سمجھا جاتا ہے۔

نباتات کی زندگی کا دورانیہ

قرآن نے انسانی شعور کا بیدار کرنے میں جو کردار ادا کیا رہتی دُنیا تک کوئی اور کتاب نہ کر سکے گی۔ قرآن مجید نے زمین پر ہونے والے ہر قدرتی عمل کو باریک بینی سے دیکھنے کی نصیحت کرتا ہے۔ اس نے کائناتی نظام کی پیچیدگیوں کے پوشیدہ حقائق سے پردہ اُٹھایا۔

جیسا کہ رب کائنات سورہ حج میں فرماتے ہیں کہ:

﴿وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ﴾ [1]

"اور تم اپنے پیش یا افتادہ اس زمین ہی میں غور کر لو کہ ایک وقت تم اس کو بالکل ویران اور خشک پڑی ہوئی دیکھتے ہو پھر جب ہم اس پر مینہ برسا دیتے ہیں تو یکایک اس میں زندگی کی حرکت پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک خاص انداز اسے ابھرتی ہے اور یہ اگانا شروع کر دیتی ہے ہر قسم کی خوش منظر نباتات"۔

یہ آیت زمین نباتات اور حیوانات اور انسان سب کے بارے میں ہے۔ قرآن میں ایک ایسی حقیقت کا ذکر جس کا انکشاف صرف دو سو سال پہلے ہوا تھا، قرآن کے منجانب اللہ ہونے کا صریح ثبوت ہے۔ یہ تمام عوامل واسباب خالق کائنات کی قدرت کاملہ کا ہی نتیجہ ہے ، قرآن کی سائنسی معنویت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے خواہ وہ علم حیاتیات کا ماہر ہو نباتات کا عالم ہو، یا وہ ماہر موسمیات ہو، اعتراض کی گنجائش نہیں چھوڑی۔

نباتات کی زندگی کا عرصہ انتہائی مختصر ہوتا ہے، اگر ہم غور کریں تو انسانی اور نباتاتی زندگی میں گہری مطابقت نظر آئے گی۔ مردہ زمین میں زندگی کے آثار پیدا ہونے' نباتات کے اگنے' نشو ونما پانے' پھولنے پھلنے اور سوکھ کر پھر بے جان ہو جانے کا عمل گویا انسانی زندگی کے مختلف مراحل مثلاً پیدائش ' پرورش' جوانی ' بڑھاپے اور موت ہی کا نقشہ پیش کرتا ہے [2]۔

---

[1] حج:5/22

[2] ڈاکٹر اسرار احمد،۔ **بیان القرآن**، 5/119

قرآن حکیم کی کی یہ افادیت ہے کہ اس نے تمام زندہ چیزوں، انسان، حیوانات اور نباتات کے درمیان اس آیت سے تعلق اور ربط پیدا ہوتا ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جدید سائنسی حقائق اور قرآنی صداقتوں کے درمیان اس جہت سے تعلق و ربط ہے۔

پس یہی صورت حال انسان کے جسم کی ہے، اس کے اٹھنے کا بھی ایک موسم ہے، جو صور کا دوسرا نفخہ ہے، جب یہ موسم آجائے گا تو ہر انسان اپنے دفن ہونے کی جگہ سے زندہ اٹھا کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اس میں صرف دورانیے کا ہی فرق ہے۔ نباتاتی زندگی کا دورانیہ چند ماہ کا ہے جبکہ انسانی زندگی کا دورانیہ عموماً پچاس' ساٹھ' ستر یا اسیّ سال پر مشتمل ہے[1]۔

یہ قرآن کی سائنسی معنویت ہے کہ اس نے جوڑوں کے بارے میں سائنسی انکشاف ساتویں صدی ہجری میں بیان کیے تھے، موجودہ دور میں سائنس نے بھی اس حقانیت کی تصدیق کر دی تو معلوم ہوا قرآن اور سائنس ایک دوسرے سے مطابقت بھی رکھتے ہیں۔

پانی کی سائنسی معنویت

قرآن حکیم کا اندازہ کلام یہ ہے کہ وہ انسانوں کی سوچ اور قیاس کے مطابق ہی بات کرتا ہے، اور لوگوں کے طرز استدلال اور ان کی قوت ادراک کے مطابق بات کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید ان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے سامنے نظر آنے والی کائنات پر غور و فکر کریں۔ اگر پانی پر غور کریں تو پانی ہر جاندار چیز کی اساس و بنیاد ہے۔ زمین پر ہر طرح کی زندگی کے وجود کا منبع اور سرچشمہ بھی پانی ہے اور پھر پانی پر ہی زندگی کی بقا کا انحصار بھی ہے۔

جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[2]

" اور ہم نے پانی سے ہر جاندار کو پیدا کیا، کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے ؟"۔

پانی کی اس اہمیت کے پیش نظر اللہ تعالی نے اس کی تقسیم و ترسیل کا ایک لگا بندھا نظام وضع کیا ہے۔ جیسا کہ سورہ حجر میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنٰكُمُوْهُ﴾[3]

---

[1] ایضاً

[2] الانبیاء:30/21

[3] الحجر:22/15

"پھر آسمان سے ماء ہم نے اتارا ہے، پھر اس سے تمہیں سیر اب ہم نے کیا ہے".

عہد جدید میں جیسے واٹر سائیکل کہا جاتا ہے یہ خدا کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے۔ سمندروں کا پانی ہواؤں کے ذریعے بخارت کی شکل میں منجمد کرکے اُونچے پہاڑوں پر برف کی صورت میں جما دینا پھر اس کو ندی اور دریاؤں کے زریعے سے پانی کو میدانی علاقوں تک رسائی اور زیر زمین پانی کو ذخیرہ کرنا یہ اللہ کا وضع کردہ واٹر سائیکل ہے، جس پر پوری دنیا کے ہر قسم کی زندگی کا دارومدار ہے۔ جدید طبی سائنس والے بتاتے ہیں کہ انسان کی رگوں میں گردش کرنے والے خون پر زندگی کا دارومدار ہے اور اس خون میں 80 فیصد پانی اور 20 فیصد باقی غذائی اجزا ہوتے ہیں، اگر پانی جیسی عظیم نعمت نہ ہو تو نہ کوئی انسان زندہ رہ سکے، نہ کوئی جانور اور نہ ہی نباتات پیدا ہو سکتے[1]۔

قرآن مقدس میں دو مقامات پر پانی کا ایک خاص قانون کی طرف دعوت فکر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَحْجُورًا﴾[2]

"اور وہی ہے جس نے ملائے وہ دو دریا ایک کا پانی میٹھا، خوش گوار اور ایک کا کھاری تلخ، اور دونوں کے درمیان ایک آڑ رکھ دی"۔

اسی طرح ایک دوسری آیت میں ہے کہ

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ﴾[3]

"اس نے چلائے دو دریا ملتے ہوئے دونوں کے درمیان ایک آڑ، جس سے وہ تجاوز نہیں کرسکتے"۔

مذکورہ آیات کریمہ میں جس قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے، وہ ازمنہ اولیٰ میں انسان کو معلوم تھیں وہ یہ کہ دو دریاؤں کے پانی جب آپس میں مل کر بہتے ہیں، وہ ایک دوسرے میں شامل نہیں ہوتے۔ مثلا: چاٹگام بنگلہ دیش سے لیکر برما تک دو دریا مل کر بہتے ہیں۔ اِن دونوں کا پانی صاف الگ الگ نظر آتا ہے۔ دونوں کے درمیان ایک دھاری سی برابر چلی جاتی ہے۔ ایک طرف کھاری پانی دوسری طرف میٹھا پانی ہے۔ سمندر کے آس پاس ساحلی مقامات پر جو دریا بہتے ہیں، ان میں سمندر کا پانی ندی میں آجاتا ہے، تو میٹھے پانی کی سطح پر اختلاط نہیں ہوتا، درمیان میں مسلسل ایک لیکر چلی

---

[1] سواتی، **تفسیر معالم العرفان**، 11/365

[2] الفرقان:25/53

[3] الرحمٰن:55/20-19

جاتی ہے۔ پرانے زمانے سے یہ بات انسان کے مشاہدے میں آچکی ہے، یہ واقعہ کسی قانون فطرت کے تحت واقع ہوتا ہے[1]۔

پانی کے باہم ملنے کی جدید ترین تحقیق اور معنویت

جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ رقیق اشیاء میں سطحی تناؤ(surface tension) کا ایک قانون موجود ہے۔ اور یہی دونوں قسم کے پانیوں کو جُدا جُدا رکھتا ہے۔

دونوں اپنی اپنی حدود میں رہتے ہیں۔ عصر حاضر میں اس قانون کو سمجھ کر دُنیا نے بے شمار فائدے حاصل کیے ہیں۔ سورہ الرحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ﴾[2] "دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے"

کے الفاظ بول کر اس امر کی ایسی عمدہ تعبیر کی جو قدیم مشاہدے کے اعتبار سے بھی ٹکرانے والی نہ تھی، جدید ترین ریسرچ پر بھی وہ پوری طرح حاوی ہے۔ " بَرْزَخٌ" سے مراد وہ سطح کا تناؤ(surface tension) ہے جو دونوں پانیوں کو آپس میں ملنے سے روکے رکھا ہوا۔

دو دریاؤں کا پانی نہ ملنے کی سائنسی وجہ

اگر آپ گلاس کو پانی سے بھریں تو وہ کنارے پر پہنچ کر فوراً نہیں بھرے گا، بلکہ ایک سوت کے بقدر اُٹھ کر گلاس کے کناورں کے اوپر گولائی میں ٹھہر جائے گا، اب گلاس کے کناروں کے اوپر گولائی میں پانی کیسے ٹھہرا ہے؟

اس کو جواب یہ ہے کہ رقیق اشیاء کی سطح کے سالمات(Molecules) کے بعد چونکہ کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کا رُخ اندر طرف ہوجاتا ہے۔ اس طرح سالمات(Molecules) کے درمیان کشش اتصال بڑھ جاتی ہے، اور قانون اتصال(Cohesion) کے عمل کی وجہ سے پانی کی سطح کے اوپر ایک قسم کی لچک دار جھلی سالما تس(Elastic film) سی ہو جاتی ہے۔ پانی کا غلاف ملفوف ہو جاتا ہے۔ سطح کا یہی پردہ اوپر ٹھہرے ہوئے، پانی کو روکتا ہے۔ یہ پردہ اس حد تک مضبوط ہوتا ہے کہ اگر اس کے اوپر سوئی ڈال دی جائے تو وہ ڈوبے گی نہیں بلکہ پانی کی

---

[1] قادری، ڈاکٹر، حقانی میاں، **قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن**، (کراچی، دار الاشاعت، 1999ء) ص 220

[2] الرحمٰن:55/20-19

سطح پر تیرتی رہے گی، اسے سطحی تناؤ کہا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے تیل اور پانی آپس میں مکس نہیں ہوتے یہ وہ آڑ ہے جس سے کھاری اور میٹھا پانی باہم نہیں ملتے [1]۔

قرآن حکیم کے بلیغ سائنسی اور تفسیری اشارات کے ذریعے کائنات کے جو اکتشافات معلوم ہوئے ہیں وہ قرآن مقدس کی پیش کردہ دعوت کی صداقت کو ثابت کر رہے ہیں۔

جیک وی کوسٹو (Cousteau) [2] نے یہ دریافت کیا کہ بحیرہ روم اور بحیرہ اقیانوس کیمیاوی اور حیاتیاتی لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت کی کھوج لگانے کے لئے آبنائے جبل الطارق کے قریب سمندر کے اندر ریسرچ کر کے بتایا کہ جبل الطارق کے جنوبی ساحلوں (مراکش) اور شمالی ساحلوں (اسپین) پر بالکل غیر متوقع طور پر میٹھے تازہ پانی کے چشمے اُبلتے ہیں، یہ سمندری پانیوں میں ہوتے ہیں، یہ بہت بڑے چشمے ایک دوسرے کی طرف 45 ڈگری کے زاویہ پر تیزی سے بڑھتے ہوئے ایک ڈیم کی طرح کنگھی کے دندانوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، لیکن عمل کی وجہ سے بحیرہ روم اور اوقیانوس اندر سے ایک دوسرے سے نہیں ملتے [3]۔

اس حقیقت کے بعد جب کوسٹو کو یہ مذکورہ آیات دکھائی گئیں تو بے حد حیران ہوا اور قرآنی کی معنویت کا اعتراف کرتے ہوئے مسلمان ہو گیا۔

اسی طرح دوسری جگہ کیپ ٹاؤن ہے وہاں پانی آپس میں نہیں ملتے ہیں۔ تیسری جگہ گلف آف الاسکا ہے۔ وہاں پانی باہم نہیں ملتے یہاں تک کہ ان دونوں کی مچھلیاں بھی الگ الگ ہیں کھارے پانی کی مچھلی میٹھے پانی میں نہیں جاتی اور شریں اور خوشگوار پانی کی کڑوے تلخ پانی میں نہیں جاتی ہیں [4]

---

[1] خان، مولانا، وحید الدین، **علم جدید کا چیلنج**، (لکھنو، مجلس تحقیقات و نشریات، 1979ء)، ص 169-170

[2] جیک وی کوسٹو فرانس کا مشہور سائنس دان جو علم بحریات پر عبور رکھتا ہے اور کافی شہرت کا حامل ہیں۔

[3] Dr.Haluk Nurbaqi, Verses from the Quran and facts of science, translated by Metin Beynam (Karachi 74200 ,Indus publishing corporation ,3-D,257 R.A. lines ,High court Road P.O.Box 552, ,p80-81

ڈاکٹر ہلوک نورباقی / **قرآنی آیات اور سائنسی حقائق**، مترجم محمد فیروز شاہ گیلانی، (انڈس پبلشنگ کارپوریشن، 1996ء)، ص 53

[4] https://www.youtube.com/watch?v=5E9WOS2ru7o&t=1797s,5/8/2022,11:00 AM

خلاصہ بحث

قرآن مجید نے انسانی عقل کو محرک کرنے کے لئے مختلف چیزوں میں غور وفکر کی دعوت دی اُن میں سے زمین وآسمان کی تخلیق بھی ہے۔ معاصر سائنس دانوں کے مطابق یہ کائنات ایک زبردست دھماکے سے وجود میں آئی جس کا انکشاف اللہ نے سورہ انبیاء کی آیت تیس میں کیا۔ قرآن مجید نے زمین کو دوبڑی اقسام بری اور بحری میں منقسم کیا ہے۔ اس کے بعد دعوت دی ہے کہ اگر تمہیں ان حقائق کے بارے میں کچھ شک وشبہ ہے تو متعلقہ شعبہ وعلم کے مستند علماء وماہرین ارضیات سے رجوع کرکے اپنے شکوک وشبہات کو رفع کرو۔

کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادے اور پلان کے تحت وُجود میں آئی ہے، ستہ ایام سے مراد چھ تخلیق کے چھ تدریجی ادوار ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی اس دعوت میں تمام آسمانوں کروں، کہکشاؤں، ستاروں، سیاروں، اور خلاؤں کی پیدائش کا زمانہ بیان ہورہاہے، اس وقت دن اور رات کا ظہور کہاں تھا، قرآن مجید کے بیان کردہ لفظ "یوم" سے مراد، ہزاروں زمینی سال کا دورانیہ ہے، اور زمین اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا نتیجہ ہے۔

سماء ہر بلند چیز کو کہتے ہیں قرآن مجید میں اس لفظ کی طرف 310 دفعہ دعوت دی گئی ہے، یہ لفظ سات معانی میں استعمال ہوا ہے، جو یہ ہیں، آسمان، گھر کی چھت، کرہ ہوائی، بادلوں کی فضا، بارش، بادل، اور آسمانی کائنات اور عالم کائنات ابتدأ دھواں تھی، پھر اس کو سات مضبوط طبقوں میں تقسیم کیا۔ سائنس آسمانوں کی تخلیق کے باب میں بھی قرآنی دعوت کی تصدیق کرتی ہے۔

کائنات کی وسعت پذیری کا اللہ نے انکشاف یوں فرمایا کہ " وَاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ "یعنی ہم ہر وقت اس کو وسیع کر رہے ہیں۔ روسی اور امریکی طبیعیات دانوں نے اپنے تجربات سے اسے ثابت کردیا، یوں قرآن کا نظریہ "کائنات کا پھیلنا" آج ایک مسلمہ سائنسی حقیقت ہے۔ جس طرح کائنات کے آغاز میں ایک بڑا دھماہوا اسی طرح کائنات کے خاتمہ میں تمام ستاروں اور سیاروں کی اِجتماعی موت جو سائنسی اندازوں کے مطابق ایک دھماکہ ہوگا، جسے "بگ کرنچ" (Big Crunch) کا نام دیا گیاہے۔ یہ کائنات کی اِجتماعی قیامت کا دِن ہوگا۔ عصر حاضر میں سائنس جوں جوں حجابات اٹھاتی جارہی ہے قرآنی صداقتیں ثابت ہورہی ہیں اور اس سے ایمان باللہ کی تصدیق ہوتی جارہی ہے۔

فصل دوم

انسانی ارتقاء کے بارے میں قرآنی نقطہ نظر

اس کائنات کا ذرہ ذرہ ایک زبردست خالق کی طرف اشارہ کرتا ہے، کہ اس کائنات کا خالق ومالک اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے نہ صرف اس کائنات کو بلکہ اس کے اندر موجود چھوٹے سے چھوٹے جزو کو خود ڈیزائن کیا ہے۔ انسان کی مرحلہ وار تخلیق سے پتہ چلتا ہے کہ یہ تخلیق ایک ایسا زبردست ربّ کے ہاتھوں عمل میں آتی ہے جو اس کی جزئیات تک سے خوب اچھی طرح علیم ہے۔ ظاہر ہے وہ قوت، وہ منبع حیات اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہی ہے جس نے قرآن مجید میں یہ ساڑھے چودہ سو سال پہلے وہ باریک طبعی حقائق اشارتاً بیان کر دئے، جو انسان پر حال ہی میں آشکار ہوئے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن فی الحقیقت اللہ ہی کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ اس انسان کی تخلیق میں وحدہ لاشریک ہے اور یہی اسلام کی بنیادی دعوت ہے کہ وہ تخلیق میں اکیلا ہے عبادت میں یکتا ہے۔

تخلیق لغوی معنی:

تخلیق خلق سے ہے، خلق لغت میں تقدیر کو کہتے ہیں جس طرح کہ کہا جاتا ہے کہ کپڑا بنایا گیا اور میں نے بنایا اس کی کوئی چیز نہیں تھی مگر اندازہ تھا[1]۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔

"الخلق أصله التقدير المستقيم ويستعمل في إبداع الشئ من غير أصل ولا احتذاء[2]"۔

"اصل میں خلق کے معنی (کسی چیز کو بنانے کے لئے پوری طرح اندازہ لگانا کہتے ہیں۔ اور کبھی خلق بمعنی ابداع بھی آجاتا ہے یعنی کسی چیز کو بغیر مادہ کے اور بغیر کسی کی تقلید کے پیدا کرنا"۔

امام النسفیؒ اس کی تفسیر فرماتے ہیں:"والخلق إيجاد المعدوم على تقدير واستواء [3] "۔

"الخلق۔ معدوم کو ایک اندازے اور درستگی سے ایجاد کرنا"۔

ان دونوں تعریفوں کا حاصل یہ ہے کہ خلق کے معنی عدم سے وجود میں لانا مکمل درست طریقے سے۔

---

[1] العسکری، الحسن بن عبد اللہ بن سہیل، **الفروق اللغویۃ**، (موسسہ النشر الاسلامی 1412ء)، 1/ 224

[2] الاصفہانی، **مفردات غریب القرآن**، 1/ 157

[3] نسفی، أبو البرکات عبد اللہ بن أحمد النسفي، تفسیر النسفي، **مدارک التنزیل وحقائق التأویل**، (دار الکلم الطیب، بیروت، 1419ھ)، 1/ 4

قرآن کا نظریہ ارتقاء

انسانی تخلیق کے بارے میں اسلام کا موقف وہی ہے جو یہودیوں اور عیسائیوں کا ہے یعنی انسان اللہ کی براہ راست تخلیق کردہ مخلوق ہے۔ قرآن مجید میں لفظ "خلق" بمعنی پیدا کرنا، یہ لفظ 261 مرتبہ استعمال ہوا ہے[1]۔

البتہ قرآن نے جو انکشافات کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا﴾[2]

"اور ہم ہی نے تم کو (ابتدا مٹی سے) پیدا کیا پھر تمہاری صورت (شکل) بنائی پھر فرشتوں کو حکم دیا آدم کے آگے سجدہ کرو"

سید مودودیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے پہلے تمہاری تخلیق کا ارادہ کیا اور تمہارا "مادہ افرنیش" تیار کیا، پھر اس مادے کو انسانی صورت عطا کی، پھر جب ایک زندہ ہستی کی حثییت سے انسان وجود میں آگیا تو اسے سجدہ کرنے کے لئے فرشتوں کو حکم دیا۔ اس آیت کی یہ تشریح خود قرآن مجید میں دوسرے مقامات پر بیان ہوئی ہے[3]۔

﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ﴾[4]

"یاد کرو جب تمہارے رب نے ملائکہ سے کہا کہ میں گارے سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں، چنانچہ جب میں اسے برابر (پوری طرح) بنادوں اور اس میں اپنی "روح" پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدہ میں گر جانا"۔

قرآن مجید میں سورہ زمر میں اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ

﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ﴾[5]

---

[1] مفتی، محمد نعیم، **لغات القرآن**، (کراچی، مکتبہ النور، 2007ء) ص 102

[2] الاعراف: 11/7

[3] مودودی، تفہیم القرآن، 2/ 10۔

[4] ص: 38/ 71-72

[5] الزمر: 39/6

"وہ تمہیں ماؤں کے پیٹ میں تاریکیوں کے تین پردوں کے اندر (اس طور پر) کہ ایک حالت کے بعد دُوسری حالت میں مرحلہ وار "تخلیق" فرماتا ہے"۔

سترھویں صدی میں "لیون ہوک" کی ایجاد کردہ دوربین سے ماں کے بطن میں تاریکیوں کے تین پردوں کی صحیح سائنسی تعبیر معلوم ہوئی۔ اس جدید ترین نظریہ سے یہ انکشاف ہوا کہ بچے کی نشوونما تین حجابات میں ہوتی ہے۔ قرآن مجید کے اس اعترافی بیان کی مزید تصریح ہوئی پس معلوم ہوا کہ اس کے بیان کردہ حقائق و انکشافات اٹل اور یقینی ہیں۔

اس طرح دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾[1]

"اے لوگو اگر ہو تم شک میں اٹھ کر کھڑے ہونے میں پس بیشک ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے مٹی سے پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو پوری ہے اور جو ادھوری ہے تاکہ ہم بیان کریں تمہارے سامنے اور ہم ٹھہراتے ہیں رحموں میں جو ہم چاہتے ہیں ایک مدت مقرر تک پھر ہم نکالتے ہیں تم کو بچپن کی حالت میں پھر تاکہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت اور جوانی کو اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں اور بعض وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف تاکہ نہ جانے وہ علم کے بعد کچھ بھی"۔

﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾[2]

یعنی ہم نے تمہاری اصل تمہارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا، یا ہم نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، بایں طور کہ مٹی سے نباتات پیدا کیے، نباتات سے غذا بنائی، غذا سے منی بنائی اور منی سے تمہیں پیدا کیا[3]۔ اگر وہ کسی جانور کا گوشت بھی کھاتا ہے، تو اس کی پرورش بھی مٹی سے حاصل ہونے والی غذا سے ہی ہوتی ہے[4]۔ ثُمَّ مِنْ نُطْفَة: یہ مادہ اسی جسم کی

---

[1] الحج:22/5

[2] الحج:22/5

[3] قرطبی، الجامع الاحکام القرآن، 12/9

[4] ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، 5/ 117۔

پیدوار ہے جو مٹی سے بنا اور مٹی سے فراہم ہونے والی غذا پر پلا بڑھا[1]۔ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ :عام طور پر اس کا معنی جما ہوا خون کیا جاتا ہے درست نہیں ہے[2]۔

جنین کے وہ حالت، جو خون کے بعد گوشت کے لوتھڑے کی شکل بنتی ہے۔ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ: پہلے مرحلے میں اس لوتھڑے پر کسی قسم کے کوئی نشانات نہیں تھے۔ پھر رفتہ رفتہ مختلف مقامات پر نشانات بننے لگے۔ بازوؤں اور ٹانگوں کی جگہوں پر دو دو نشانات بنے اور اسی طرح دوسرے اعضاء کے نشانات اُبھرنا شروع ہوئے[3]۔

لِنُبَيِّنَ لَكُمْ: تاکہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں ظاہر فرمادیں، مٹی سے انسان بننے تک سات مرتبہ تبدیلی ہوتی ہے، مٹی، منی، علقہ، (خون کی پھٹک)، مضغہ، (گوشت کا لوتھڑا)، بچہ، بالغ، بڑھاپے سے وفات یا بڑھاپے کی نکمی عمر۔ انسانی پیدائش کے بتدریج تغیرات، کائنات کے حقائق ہماری قدرت کاملہ پر واضح نشانیاں ہیں، جو رب ان اشیاء کو ابتداء پیدا کرنے پر قادر ہے وہ ان کے اعادہ پر بھی قادر ہے۔[4]

﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾[5]

"اور ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں ماؤں کے پیٹ میں جسے چاہیں ایک مقررہ میعاد تک"۔

مرد اور عورت کے ملنے سے مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں داخل ہونے، اس کے خون بننے، پھر گوشت کا لوٹھڑا بننے، پھر اس میں انسانی اعضاء کے بننے، پھر اس میں روح ڈالنے اور پھر بچہ کی پیدائش کے فطری اور قدرتی عمل کا ایک وقت متعین ہے، بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل ہونے کا وقت مقرر ہے۔ مقررہ میعاد تک بچہ کا ماں کے پیٹ میں ٹھہرائے رکھنے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء سے متعلق فرمادیا ہے[6]۔

قرآن مجید کا انسان کی مرحلہ وار پیدائش کا نقشہ سامنے رکھا اس سے موت کے بعد کی زندگی کے منکرین کو دعوت فکر دی گئی ہے کہ اے انسان ہماری تخلیقی قدرت کا مشاہدہ کرنا چاہو تو تم زندگی اور اس کے مختلف مراحل پر غور کرو، یعنی یہ اس بات کی عقلی دلیل ہے کہ جس اللہ نے پہلی بار پیدا کیا وہ دوسری مرتبہ بھی پیدا کرے گا، اس بات سے بھی نظریہ ارتقاء کے قائلین کا رد ہوتا ہے۔

---

[1] ایضا، 5 / 117۔

[2] ایضا،5 / 117۔

[3] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**،5 / 117۔

[4] ابن جوزی، ،**زاد المسیر فی علم التفسیر**، 5/407۔

[5] الحج:22/5

[6] مولانا محمد جلال الدین قادری، **احکام القرآن**، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2007ء)، 6 / 113۔

انسانی تخلیق اور ارتقائی مراحل

1۔ کیمیائی ارتقاء کیمیائی عمل جیسے مٹی سے پیدا ہونا اس کے سات مراحل ہیں۔

2۔ حیاتیاتی ارتقاء اس سے مراد زندگی کا نمود اس کے چھ مراحل ہیں۔

کیمیائی ارتقاء اور مراحل

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسان کی پیدائش کے سات کیمیائی مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں
۔

1 ۔تراب ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾[1] تراب بمعنی خشک مٹی۔ (Inorganic Matter)

2۔ الماء ﴿ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا﴾[2] الماء بمعنی پانی [3] ۔

3۔ طین ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ﴾[4] طین "بمعنی گیلی مٹی یا گارا"۔

4۔ طین لازب ﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ﴾[5] "طین لازب معنی لیس دار مٹی"۔

5۔ حماٍ مسنون ﴿إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾[6] "حماٍ مسنون بمعنی بدبودار کیچڑ "۔

6۔ صلصال کالفخار ﴿خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾[7] "صلصال کالفخار بمعنی ٹن سے بجنے والی ٹھیکری یعنی حرارت سے پکائی ہوئی مٹی"۔

7۔ ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾[8] "جس کے معنی گندگی سے پاک صاف کر دینا"۔

---

[1] غافر: 67/40

[2] فرقان: 54/25

[3] نوح: 17/71

[4] انعام: 2/6

[5] الصافات: 11/37

[6] الحجر: 26/15

[7] الرحمن: 16/55

[8] المومنون: 12/23

1۔تراب(خشک مٹی) کے قرآنی سائنسی انکشافات

قران مجید میں مختلف مقامات پر لفظ" تُرَابٍ "17 مرتبہ استعمال ہوا ہے[1]"۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾[2] "وہی(اللہ) ہے جس نے تمہیں (تراب)مٹی سے (تخلیق)پیدا کیا"۔

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا﴾[3]

"اور اللہ نے پیدا کیا تم کو مٹی سے نطفہ سے پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا"۔

مذکورہ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارتقاء انسانی کے ادوار(مراحل) کو بیان کیا ہے، تمہاری پیدائش اور تمہارے بنانے میں مٹی اور خاک کا بڑا عنصر ہے اولاً تم کو خاک ہی سے بنایا یعنی" آدم"کو، پھر ان کی نسل کو نطفہ سے جو مٹی کا ایک جوہر ہے اس سے پیدا کیا، یہ سلسلہ تدریجی ہے، انسان جو کھاتا ہے اس کی غذا مٹی سے نکلتی ہے۔اس حوالے سے انور بن اختر اپنی کتاب قرآن کے سائنسی انکشافات میں کہتے ہیں کہ:

"جدید ایلو پیتھک ریسرچ کے نتائج بھی ہمیں بتاتے ہیں کہ انسانی جسم میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جو زمین میں بھی پائے جاتے ہیں کیونکہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے 94 عناصر میں سے 88 عناصر باقاعدہ پہچانے جاچکے ہیں۔جو انسانی باڈی میں موجود ہیں[4]"۔

پس انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی، قرآن کی آفاقی دعوت برحق ہے اور اس کے بیان کردہ حقائق بالکل سچ ہیں۔

2۔ پانی اور سائنسی نقطہ نظر

انسان کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو غور وفکر کرنے کی خصوصی دعوت دیتا ہے ۔

اگر پانی پر غور کریں تو پانی ہر چیز کی اساس وبنیاد ہے۔زمین پر ہر طرح کی زندگی کے وجود کا منبع اور سرچشمہ بھی پانی ہے اور پھر پانی پر ہی زندگی کی بقا کا انحصار بھی ہے۔جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[1]

---

[1] مفتی محمد نعیم، **لغات القران**، ص17

[2] غافر:67/40

[3] فاطر:11/35

[4] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص290

" اور ہم نے ماء (پانی) سے ہر جاندار کو بنایا، کیا پھر بھی یہ (اللہ) پر ایمان نہیں لائیں گے ؟"۔

اس طرح ایک اور جگہ پر یوں فرمایا کہ:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا﴾[2] "اور وُہی (اللہ) ہے جس نے ماء (پانی) سے آدمی کو بنایا (پیدا) کیا"۔

آیتِ مبارکہ میں بھی " تخلیقِ اِنسانی" کے مرحلے کے ذِکرِ بیان کے بعد باری تعالیٰ کی شان قدرت کاملہ کا ذکر ہے:

﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾[3] "اور تمہارا رب قدرت والا ہے"۔

گویا یہاں یہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ " تخلیقِ بشری "کا یہ سلسلہ اللہ (ربّ العالمین) کے نظامِ قدرت کا مظہر ہے۔اِنسان کے علاوہ کرہ زمین پر بسنے والی لاکھوں کروڑوں "مخلوقات "کی اوّلین پیدائش میں بھی پانی کی وُہی معنویت ہے جتنی اِنسان کی کیمیائی ارتقاء میں۔ پس سورہ انبیاء کی مذکورہ آیتِ مبارکہ اِنسانی زندگی یا حیاتِ اَرضی کے اِرتقائی مراحل پر تحقیق کرنے والے سائنسدانوں کے لئے دعوتِ فکر بھی ہے اور دعوتِ ایمانی بھی۔

3۔ مٹی (طین) قرآنی تناظر میں

کیمیائی عمل میں یہ تیسرا مرحلہ " طِينٍ "ہے، تراب اور پانی مل جانے سے طین کو وُجود ملا، طین کر ذکر اللہ کے کلام میں یوں بیان ہوا﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ﴾[4] "وُہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں (انسان کو) مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا"۔

قرآن مجید میں لفظ "طین "12 دفعہ استعمال ہوا ہے[5]۔ پس مذکورہ آیت مطہرہ میں کائنات ارضی پر انسان کی پیدائش کا کیمیائی عمل اس میں بیان ہوا ہے۔

---

[1] الانبیاء:30/21

[2] فرقان:54/25

[3] فرقان:54/25

[4] انعام:2/6

[5] محمد نعیم، **لغات القران**، ص22

تُراب اور طین میں فرق:

تُراب "خشک مٹی "کو کہا جاتا ہے اور طین کا معنی "مٹی کا گارا "کے ہیں۔ امام راغب راقم طراز ہیں کہ "التُراب" الارض نفسها "تراب کے معنی فی نفسہ "زمین "ہے۔ جبکہ "طین "سے مراد پانی سے گوندھی ہوئی مٹی ہے"۔الطين" : التراب والماء المختلط[1]"۔ مٹی اور پانی باہم ملے ہوئے ہوں تو اُسے "طین" کہتے ہیں۔ جیسا کہ لوئیس معلوف(Lewis Ma'luf) ،المنجد فی اللغۃ[2] میں اس کے معنی کی تائید یوں کرتے ہیں کہ: الطين : التراب الذي يجبل بالماء [3]"۔"طین کے معنی وہ مٹی ہے جو"پانی"کے ساتھ گوندھی گئی ہو"۔

4۔ طین لازب قرآنی تناظر میں

تُراب،ماءاور طین کے بعد طینِ لازِب کا چوتھامرحلہ آتا ہے اس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں آیا ہے۔

﴿إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ﴾[4] " ان کو تو ہم نے پیدا کیا ہے ایک لیس دار گارے سے"۔

لغت میں "طین لازب "گارے کی گاڑی شکل کو کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اینٹ بنانے کے لئے گارا بنایا جاتا ہے۔ یا کمہار برتن بنانے کے لئے گارا تیار کرتا ہے۔ یعنی وہ ایسا گارا تھا جس میں عمل تخمیر کی وجہ سے چپچپاہٹ اور لیس پیدا ہوچکی تھی۔ واضح رہے کہ انسان کے مادہ تخلیق کے بارے میں قرآن نے مختلف مقامات پر تُراب (مٹی)' طِین (گارا) ' طِینٍ لاَّزِب (لیس دار گارا)' صَلصالٍ مِّن حماٍ مسنون (سڑاند والا گارا) اور صلصالٍ کا لفخّار (ٹھیکری جیسی کھنکھناتی ہوئی مٹی) کے الفاظ کو استعمال کیا ہے۔

---

[1] اصفہانی، **المفردات**، ص312

[2] لوئس معلوف(Lewis Ma'luf) جو راہب فادر (1867 - 1946م) ہیں وہ زہلے (لبنان) میں پیدا ہوا اور اس کے والد نے اس کا نام ظاہر، پھر لوئس بن نکولس معلوف رکھا۔ انہوں نے بیروت کے جیسوٹ کالج، انگلینڈ میں فلسفہ اور دینیات میں تعلیم حاصل کی۔ اُن کی مشہور لغت المنجد ہے، یہ نہایت سہل انداز میں نے 1908 عیسوی میں لکھی گئی ہے۔ یہ ضخیم سوا لاکھ کے قریب قدیم و مروجہ الفاظ، مرکبات، مشتقات، محاورات، ضرب الامثال نیز جدید علمی، ادبی اور فنی اصطلاحات پر مشتمل ہے۔ (الأعلام للزركلي،5/247)

[3] لویس معلوف، **المنجد في اللغة والأعلام**، (بیروت: دار المشرق، ط33، 1992م).) ص496

[4] الصافات:37/11

5۔ صلصال من حماء مسنون کا مفہوم

مٹی کی پانچویں حالت جس سے گارا خمیرا ہو جائے یعنی اس میں بو آ جائے۔ یہ دھوپ اور کیمیائی اثرات کی وجہ سے تبدیل ہو کر ہلکا کالا سا ہو جاتا ہے۔ طین لازب کے بعد اس مرحلہ کو "صلصال من حماء مسنون" کہتے ہیں ۔اس کا مادہ "صلل" ہے۔ "تردّد الصوت من الشئ اليابس، سمّي الطين الجافّ صلصالًا [1]"۔

خشک چیز کے بجنے اور کھنکنے کو صلصال کہتے ہیں، اسی وجہ سے خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں۔ اس پر انگلی ماری جائے تو بجتی ہے اور کھنکتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ٹھیکرے کی طرح بجتی ہوئی مٹی سے، مشکیزہ میں بچے ہوئے پانی کے ہلنے سے جو کھڑ کھڑاہٹ کی آواز آتی ہے۔ اس کو صلصلہ کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے خشک بجنے والی مٹی کا نام صلصلہ رکھا گیا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سڑی ہوئی بدبودار مٹی کو صلصال کہتے ہیں، جب گوشت سڑ جائے تو عرب والے کہتے ہیں صل اللحم اور اصل میں لفظ صلال تھا، پھر لفظی تغیر کے بعد یہ لفظ صلصال ہو گیا[2]"۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ:

﴿إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾[3]

"اور بلاشبہ ہم نے پیدا کیا انسان کو سڑے ہوئے گارے کی (ٹھیکرے کی طرح) بجتی مٹی سے"۔

الحماء: سیاہ بدبودار مٹی کو حمء کہتے ہیں، قرآن مجید "من حماء مسنون" دریا سے جو مٹی نکالی جاتی ہے اس کو حماۃ کہتے ہیں[4]"۔ علامہ راغب اصفہانی نے فرمایا کہ "الحماۃ "کا معنی ہے سیاہ بودار مٹی، جب کنوئیں کی تہہ سے مٹی نکالی جائے تو کہتے ہیں "حمئت البير[5]"۔ المسنون کا معنی وہ چیز جو متغیر ہو گئی، یعنی سڑ گئی ہو[6]"۔

خشک مٹی جو آگ پر پکائی نہ گئی ہو اس کو "صلصال" کہتے ہیں اور جب آگ پر پکائی جائے تو اس کو "فخار" ٹھیکرا کہتے ہیں اور "الحماء" کا معنی ہے سیاہ سڑی ہوئی مٹی۔ المسنون کا معنی ہے ڈھالی ہوئی یعنی اس مٹی میں انسان کی صورت ڈھالی گئی تھی یا اس کا پتلا بنایا گیا تھا اور ابن الکیت نے کہا کہ اس کا معنی سڑی ہوئی بدبودار چیز [1]"۔

---

[1] اصفہانی، **المفردات**، ص274

[2] ایضا، 2/374

[3] الحجر: 15/26

[4] الفراهيدي، أبي عبد الرحمن الخليل بن أحمد، **كتاب العين**، (دار ومكتبة الهلال) 1/493

[5] امام راغب اصفہانی، **المفردات**، 1/ 175

[6] ایضا، 2/ 323

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ انسان کو تین مرتبہ بنایا گیا، چمٹنے والی مٹی سے، خشک مٹی سے اور سیاہ بدبودار کیچڑ سے۔[2] علامہ ابو المظفر السمعانی[3] فرماتے ہیں:

بعض آثار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے گارے کا خمیر بنا کر چھوڑ دیا، حتیٰ کہ وہ سیاہ بدبودار گار ہو گا۔[4]

اس سے یہ نتیجہ حاصل ہوا کہ جس طرح اللہ نے عالم کبیر کو تدریجاً چھ دنوں میں پیدا فرمایا اسی طرح اس نے انسان کو بھی پانی کیچڑ اور خشک مٹی سے تدریجاً پیدا کیا پھر اس کو تمام قوتوں اور صلاحیتوں سے آراستہ فرمایا جو مقصد تخلیق کے لئے اشد ضروری تھیں، "حَمَإٍ مَسْنُونٍ" سے اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا بھی ہے کہ جس زندگی کا آغاز ایسے حقیر عنصر سے ہوا انسان کے لئے یہ زیب نہیں وہ اس قادر مطلق خالق کے سامنے اکڑے۔

6۔ صلصال کالفخار کا مفہوم

یہ چھٹا مرحلہ ہے۔ سورہ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴿[5]

"اُس نے اِنسان کو ٹھیکرے کی طرح بجنے والی مٹی سے پیدا کیا"۔

جب مٹی کو پکایا جاتا ہے جیسے کہ بھٹے میں اینٹ کو پکایا جاتا ہے اس طرح خشک ہو کر ٹھیکرے کی طرح پک کر خشک ہو جانا اس کو "کالفخار" کہا جاتا ہے۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

"يعبّر عن كل نفيس بالفاخر، يقال ثوب فاخرة وناقة فخور[6]"۔ " اعلیٰ، نفیس (عمدہ) چیز کو "الفاخر" کہتے ہیں۔ اِس لئے عمدہ کپڑے کو "ثوبِ فاخر" اور عمدہ اُونٹنی کو "ناقۂ فخور" کہا جاتا ہے۔ الفاخِر و الجيد من كل شيئ[7]"۔ ہر شئے کا اعلیٰ وعمدہ (حصہ) ہے۔

---

[1] امام ابو عبد اللہ بن مسلم، **تفسیر غریب القرآن وغائب الفرقان**، 4/ 219

[2] رازی، تفسیر کبیر، 7/138

[3] منصور بن محمد علامہ سمعانی کے نام سے مشہور ہیں شافعی المسلک تھے، 426ء میں مرو میں پیدا ہوئے، 489ھ کو وفات پائی۔ ان کی تصنیفات میں تفسیر القرآن مشہور ہے۔

[4] السمعانی ابو المظفر الشافعی، **تفسیر القرآن**، (ریاض، مطبوعہ دار الوطن، 1318ھ)، 3/137

[5] الرحمٰن: 55/16

[6] امام راغب اصفہانی، **المفردات**، ص374

[7] فیروز آبادی، **القاموس المحیط**، 2/112

اگر لیس دار گارا زیادہ دیر تک زمین پر پڑا رہے تو یہ سیاہ بدبودار کیچڑ ہو جاتا ہے، آپ کے مشاہدے میں آیا ہو گا جب آپ کا گزر کسی دلدلی زمین یا دریا کے ساحل پر گزر ہوا ہو تو وہاں زمین کے اوپر سخت پپڑی سی آجاتی ہے، اگر اس پر چلنا شروع کریں تو آواز پیدا کر کے ٹوٹ جاتی ہے اسے کے لیے قرآن مجید نے " **صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ** " کی اصطلاح استعمال کی ہے۔

سلالہ من طین کے معنیٰ

انسانی تخلیق میں یہ ساتواں مرحلہ ہے جو کیمیائی ہے۔ اس بارے میں رب العالمین فرماتے ہیں:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ﴾[1] "اور بلاشبہ ہم ہی نے اِنسان کی پیدائش (کی اِبتدا) مٹی (کے کیمیائی اجزا) کے ست (خلاصہ) سے فرمائی"۔

سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ:سُلِلة ،سل یُسل سے بنا ہے جس کے معنیٰ گندگی سے پاک صاف کر دینا۔

اِمام راغب اِصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے معنیٰ یوں بیان کیے ہیں کہ " سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ " سے مراد الصَّفْوُا الَّذِيْ يُسَلُّ مِنَ الْأَرْض [2] ہے۔ سلالہ سے مراد "مٹی" میں سے چنا ہوا وہ جوہر جس کو اچھی طرح (میلے پن) سے پاک صاف کر دیا گیا ہو۔

پاک وشفاف خاک جوہری حالت کیمیائی تغیرات سے گزرنے کے بعد اب اس قابل ہو چکی ہو کہ اُس میں اللہ تعالیٰ کی روح پھونکی جاتی۔ خالق کائنات فرماتے ہیں:

﴿فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُواْ لَهُ سَاجِدِينَ﴾[3]

پس انسان کے مادہ تخلیق کے لئے قرآن نے یہ سات الفاظ استعمال کیے (تُرَابٍ، طِينٍ، طِينٍ لَّازِبٍ، صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ ،صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِاور سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ)۔ ان الفاظ سے تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر ہوا۔ زمین کے حیوانی حیات کے بارے میں سائنس بھی قرآن سے متفق ہے کہ تمام مخلوق مٹی اور پانی سے بنی ہے ،قرآن مجید کے مطابق مبدا حیات پانی ہے اور اس سلسلے میں سائنس کا نظریہ بھی یہی ہے کہ ساحلی علاقوں میں مٹی اور

---

[1] المومنون:23/12

[2] اصفہانی، **المفردات**:ص347

[3] الحجر:15/29

پانی کے اتصال سے دلدل بنی، پھر اس دلدل کے اندر عمل تخمیر کے ذریعے سڑاند پیدا ہوئی تو وہاں "ایلجی یا امیبا" کی صورت میں نباتاتی اور حیوانی حیات کا آغاز ہوا چنانچہ سائنسی تحقیقات یہاں قرآن سے اتفاق کرتی ہیں۔

1۔نطفہ

﴿ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ﴾"پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام پر اُچھلتے ہوئے پانی میں تبدیل کیا"۔

2۔ علقہ۔

﴿ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾۔ "پھر اس اُچھلتے ہوئے پانی کو لوتھڑے کی شکل دی"۔

3۔مضغہ

﴿ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً﴾۔۔ "پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا"۔

4۔عظام

﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾۔ "پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں"۔

5۔لحم

﴿ فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا﴾ "پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا"۔

6۔خلق اخر

﴿ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾[1]۔ "پھر اسے ایک دوسری شکل میں بنا کھڑا کیا۔بڑی بابرکت ذات ہے اللہ کی، بہترین پیدا کرنے والوں میں سے ہے"۔

حیات انسانی کے ارتقاء میں قرآن مجید کا دعوتی فکر

اللہ تعالیٰ نے جب اپنے خزانے کو آشکار کرنا چاہا، تو انسانی تخلیق کا آغاز کیا، جب انبیاء اکرام کی آمد کا دعوتی سلسلہ ختم ہو گیا تو قرآن اور عقل و شعور جیسی نعمتیں ہمیں دی گئی ہیں۔ انسانی پیدائش میں جو سائنسی حقائق ہیں جنہیں کتاب اللہ نے آج سے سوا چودہ سو سال پہلے واضح کیا آج جدید سے جدید تر سائنس نے اُن کی تصدیق و توثیق کر دی

[1] المومنون:23/12-14

ہے۔ سائنسی تشریحات (صدیوں) کی تفتیش کے بعد آج جس ابتدائی ارتقائی مدارج کی تلاش (کھوج) لگانے میں سرخرو ہوئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُسَمًّى وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾[1]

"وہی تو اللہ ہے جس نے تمہیں مٹی سے تخلیق کیا، پھر اچھلتے ہوئے پانی سے، پھر جمے ہوئے خون سے۔ پھر وہ تمہیں (چھوٹے) بچے کی شکل میں باہر لاتا ہے، پھر (وہ تمہاری پرورش کرتا ہے) تاکہ تم اپنی بھرپور طاقت کو پہنچ جاؤ اور پھر بوڑھے ہو جاؤ اور تم میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس سے پہلے ہی وفات پا جاتے ہیں اور تاکہ تم ایک مقرر میعاد تک پہنچو اور تاکہ تم عقل سے کام لو"۔

ملا احمد جیونؒ فرماتے ہیں کہ:

"پھر ہم نے نطفہ کو علق بنایا، وہ اس طرح کہ ہم نے سفید نطفہ کو سرخ بوند میں تحلیل کر دیا[2]"۔

انسان زندگی کے حیاتیاتی مراحل کو دیکھ کر، اللہ تعالیٰ کی صنعت و کارگری، کرشمہ سازی اور قرآن کی اس دعوت غور و فکر کو دیکھ کر ورطہ حیرت انسان میں ڈوب جاتا ہے اور بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے۔ ﴿فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾[3] "غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے"۔

تخلیق انسانی کے حیاتیاتی مراحل

انسان زندگی کے حیاتیاتی عمل میں دو مراحل آتے ہیں۔ ایک کا تعلق رحم مادر اور اس کے نظام کے ساتھ ہے۔ دوسرے کا تعلق جسمانی تشکیل کے ساتھ ہے۔ انسانی حیاتی عمل جس کا تعلق رحم مادر کے ساتھ ہے اس کو پہلے چار مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں۔

---

[1] غافر:40/67

[2] ملا احمد جیون، **تفسیرات احمدیہ**، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2006ء) ص728

[3] المومنون:23/14

1۔نطفہ کا معنی و مفہوم:

یہ دوسرا مرحلہ ہے، ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ : لغوی معنی ہے: صاف پانی تھوڑا ہو یا زیادہ، ڈول سے بچا ہوا پانی، مرد یا عورت کی منی۔[1] نطفہ کے معنی پانی کی معمولی مقدار ہے اور قطرہ کے ہیں۔امام قرطبیؒ اور امام رازی نے نطفہ سے مراد تھوڑا سا پانی لیا ہے[2]۔

نطفہ کی سائنسی اور قرآنی توضیح

قرآن کریم نے نطفہ کا لفظ جنین کے پہلے مرحلہ کے لیے استعمال کیا ہے اور یہ مرحلہ مرد کے تھوڑے سے پانی نطفہ اور کچھ والدہ کے سیال مادہ بیضہ پر مشتمل ہوتا ہے[3]۔

نطفہ کا لفظ قرآن مجید میں 12 دفعہ استعمال ہوا ہے اور اس کے معنی قطرہ منی ہے[4]۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہریؒ میں امام بیضاویؒ کے حوالے سے راقم ہیں کہ چوتھے ہضم کے جواہر اعلی سے نطفہ بنتا ہے، نطفہ کی پیدائش میں سب سے بڑا مددگار دماغ ہوتا ہے۔تولید نطفہ کے لئے دوسرا نمبر حرام مغز کا ہے۔حرام مغز پشت کے مہروں کے اندر ہوتا ہے اس کی زیادہ ترشاخیں سینہ کی ہڈیوں تک پھیلی ہیں، ظروف منی سے زیادہ قرب، صلب اور ترائب کو ہی ہوتا ہے، اس لیے خصوصیت کے ساتھ آیت میں انھی دونوں کا ذکر کیا گیا[5]۔

---

[1] زبیدی، **تاج العروس**، 2/357۔

[2] الرازی، **تفسیر کبیر**، 9/12۔

القرطبي ، محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين (المتوفى : 671 ھ)**الجامع لأحكام القرآن**،(الرياض، دار عالم الكتب، المملكة العربية السعودية، الطبعة:1423ھ/ 2003م)12/108

[3] الازہری، ڈاکٹر احمد جان، عبدالوھاب جان الازہری، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں)**، برجس، جولائی۔دسمبر 2016ء جلد3، شمارہ2، ص129

[4] مفتی محمد نعیم، **لغات القران**، ص25

[5] پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، **تفسیر مظہری**(لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، دسمبر2002ء)10/294۔

رحم مادر، نطفہ اور تدریجی مراحل

رحم مادر میں نطفے سے انسان کے بننے کے کئی مراحل ہیں۔ علم جنین کی جدید سائنسی تحقیق نے ان مراحل کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ طب کی کتب میں تفصیل درج ہے، لیکن اس سے بہت پہلے قرآن مجید نے جنین کی تخلیق کے جو مراحل درج ہیں اس پر غیر مسلم اطباء بھی یہ اقرار کیے بغیر نہ رہ سکے کہ موجودہ جدید آلات کی غیر موجودگی میں یہ تفصیل جاننا اور بیان کرنا کسی انسان کی بات نہیں ہے۔ پہلا مرحلہ رحم مادر سے باہر کا ہے جیسے قرآن نے نفس واحدہ سے تعبیر کیا ہے، مرد کی طرف سے نطفہ (spermatozoon) اور ماں کی طرف سے بیضہ (ovum) ملتے ہیں تو لاحقہ، جفتہ (zygote) وجود میں آتا ہے۔ اسی کو قرآن مجید نے "نفس واحدہ" کہا ہے۔ پھر دوسرا مرحلہ ماء دافق ہے پھر تیسرا مرحلہ ماء مھین اور چوتھا مرحلہ نطفہ امشاج کا ہے۔ جیسا کہ ان آیات مبارکہ میں بیان ہوا ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ () ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾ [1]

"اور یقیناً ہم نے انسان کو پیدا کیا مٹی کے جوہر (خلاصہ) سے، پھر ہم نے اس کو ایک مدت تک ایک بوند کی شکل میں ایک محفوظ قرار گاہ میں، پھر اس نطفے کو ہم نے ایک لوتھڑا بنادیا، پھر اس لوتھڑے کو ایک بوٹی بنادیا، پھر اس بوٹی کی ہم نے ہڈیاں بنادیں، پھر ان ہڈیوں پر ہم نے گوشت چڑھادیا۔ پھر اس سب تبدیلیوں کے بعد اس میں روح ڈال کر ہم نے اسے ایک اور ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا۔ سو بڑا ہی برکت والا ہے اور اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے"۔

شمس پیر زدہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اور غایت حکمت کو ثابت کرنے کے لیے انسان کی تخلیق کے مدراج بیان کیے ہیں۔ اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ جس انسان کو اس نے اہتمام سے پیدا کیا اور زندگی دے کر عمل کی مہلت دی، اسے یونہی ضائع نہ کردے۔ پہلے انسان کچھ نہ تھا "انسان" کو (عدم) سے وجود میں لایا اور اس کے پیدائش کو مختلف مراحل سے گزار کر اسے ایک صحیح وسالم انسان کی شکل دی [2]"۔

---

[1] المومنون:23/12-14

[2] شمس پیر زادہ، **دعوت القرآن**، 3/734

ان مظاہر قدرت کو رب تعالیٰ نے کمال دانائی سے اس وقت پیش کر دیا جب انسان شعور اس تک نہیں پہنچا تھا ۔اِن اکتشافات سے اللہ تعالیٰ کے نظامِ کی کاملیت، عظمتوں کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی حقانیت، صداقت وقطعیت کی ایسی ٹھوس عقلی دلیلیں بھی میسر آتی ہے جس کا کوئی بھی سلیم طبع انسان انکار نہیں کر سکتا ہے۔

نفس واحدہ

جنین ماں باپ کے تولیدی خلیات سے مل کر بنتا ہے۔ یہ تولیدی خلیات یا جاندار نامیے ماں اور باپ کے تولیدی اعضاء میں بنتے ہیں۔ ان اعضاء کا بنیادی مقصد تولیدی خلیات (Reproductive Cell) پیدا کرنا ہوتا ہے جو کہ عرس (gamete) کہلاتے ہیں ۔ مرد کے تولیدی خلیے کو، جو فوطوں (testes) میں بنتا ہے، نطفہ (sperm) کہتے ہیں اور عورت کے تولیدی خلیہ جو بیضہ دانی میں بنتا ہے اس کو بیضہ (ovum) کہتے ہیں۔ نطفے کی لمبائی 65 ملی میٹر (0.065) ہوتی ہے اور بیضہ اس سے تقریبا بیس گنا بڑا یعنی 13 ملی میٹر (0.13) ہوتا ہے۔

شوہر ایک دفعہ جو "ماء دافق یعنی منی" بیوی کے رحم میں داخل کرتا ہے اس میں نطفوں کی اوسطاً مقدار 5 سے 10 کروڑ تک ہوتی ہے اور کم سے کم چار کروڑ۔ جبکہ عورت کی بیضہ دانی سے ہر ماہ صرف ایک بیضہ اس کے رحم میں داخل ہوتا ہے نطفہ اور بیضہ کے ملاپ سے بننے والے خلیہ کو لاحقہ (Zygote) کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کو نفس واحدہ کہا ہے۔ عصر حاضر کی اصطلاح میں (Zygote) یا (fertilized ovum) بھی کہتے ہیں۔ یہ ایک سیل انسان کی پیدائش کے کافی ہوتا ہے یہ سیل حیات انسانی کے ارتقاء ونشو ونما کے لئے پورے "یونٹ" کے طور پر کام کرتا ہے ۔[1]

قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں آیا ہے:

﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾[2]

"یقیناً ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا، ایک ملے جلے نطفے سے، تاکہ ہم (مکلف بنا کر) اس کی آزمائش کریں سو (اس غرض کے لئے) ہم نے اس کو بنایا سننے والا دیکھنے والا"۔

رسول اللہ ﷺ سے ایک یہودی نے سوال کیا کہ:

((يَا مُحَمَّدُ مِمَّ يُخْلَقُ الإِنْسَانُ؟ قَالَ: يَا يَهُودِيُّ مِنْ كُلٍّ يُخْلَقُ مِنْ نُطْفَةِ الرَّجُلِ وَمِنْ نُطْفَةِ الْمَرْأَةِ))[1]

---

[1] پروفیسر، ڈاکٹر نجیب الحق، **تشریح علم ابدان** (پشاور، پرائم فاؤنڈیشن پاکستان، 2018ء) ص 44

[2] الدھر: 76/2

"اے محمد انسان کی تخلیق کس سے ہوئی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کی پیدائش مرد وعورت دونوں کے نطفے سے ہوتی ہے"۔

اسلام کے دو بنیادی مآخذ جن سے ہم حضرت انسان کی تخلیق اور خود انسان کے بارے میں صحیح اسلامی تصور اخذ کرسکتے ہیں، وہ کتاب اللہ اور اقوال رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ہیں۔

اسلام کے ان دو اساسی ماخذ میں زوجین کے باہم نطفہ کے ملنے سے انسان کی پیدائش کی شہادت بیان کی گئی ہے۔ قرآن وحدیث کے ان انکشافات کی اہمیت یہ ہے کہ آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے قرآن جو محمد صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر نازل ہوا اور احادیث نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بھی چودہ سو سال بیشتر نبی پاک صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زبان مبارک نے شہادت دی کہ کہ نطفے ملنے سے پیدائش کا عمل ہوتا ہے ستر ہویں صدی تک ریسرچ یہ تھی کہ صرف مرد ہی کا نطفہ مکمل انسانی شکل کی عکاسی کرتا ہے لیکن اٹھارہویں صدی میں یہ انکشاف ہوا کہ عورت کا سیل بچہ کی پیدائش میں اہم کردار ادا کرتا ہے اور مرد کا نطفہ صرف افزائش کا کردار ادا کرتا ہے۔ بیسویں صدی میں ریسرچ آخری مراحل میں داخل ہوئی معلوم ہوا کہ یہ کام مختلف مراحل سے گزرتا ہے، جبکہ قرآن کریم کے خلقت کے بارے میں نظریات پندرہ صدی قبل یہی حقائق سائنس والوں کے دماغ سے پوشیدہ تھے لہذا سائنس کی دنیا نے کتاب الہٰی کے اس پوشیدہ اور دقیق ادوار کے تذکرہ نے ششدر کردیا۔[2]

قرآن وحدیث میں ایسے سائنسی حقائق موجود ہیں جن کا انکشاف موجودہ زمانے کے سائنس دان اپنے سائنسی طریقوں اور جدید ترین سائنسی آلات کے ذریعے کررہے ہیں۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ غیر مسلم سائنس دان اور ماہرین بھی قرآنی صداقتوں اور احادیث نبوی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے مبارک الفاظ کی تصدیق کررہے ہیں۔ اگرچہ قرآن واحادیث ان شہادت کے محتاج نہیں ہیں[3]۔

﴿خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾[4]

---

[1] النسائي، أحمد بن شعيب أبو عبد الرحمن، **سنن النسائي الكبرى**، كتاب عشرة النساء، صفة ماء الرجل وصفة ماء المرأة،،(بيروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1411 – 1991)، ج5، 9075/339۔

[2] الازہری، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں** ، ص124

[3] ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، **انسانی جنین کا ارتقاء قرآن مجید، احادیث نبوی اور جدید سائنسی کی روشنی میں**، ربیع الاول 1421ھ، ص195

[4] الزمر: 39/6

"جس نے پیدا فرمایا تم سب کو ایک ہی جان سے پھر اسی نے بنایا اس جان سے اس کا جوڑا اور اسی نے اتارے تمہارے لئے مویشیوں میں سے (نر و مادہ) کے آٹھ جوڑے وہی تمہیں پیدا فرماتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں (اس طور پر کہ) وہ تمہیں ایک پر ایک شکل دیئے چلا جاتا ہے تین تاریکیوں میں، یہ ہے اللہ رب تم سب کا، اسی کی ہے بادشاہی (اور فرمان روائی) کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں سوائے اس کے تم لوگ کہاں (اور کیسے) پھر جاتے ہو راہ حق و صواب سے ؟"۔

اس ضمن میں ایک اور آیت وارد ہوئی ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ﴾[1]

"اے لوگو! ڈرو تم اپنے اس رب سے جس نے تمہیں پیدا فرمایا تم سب کو ایک ہی جان سے"۔

اسی طرح سورہ انعام میں یوں بیان فرمایا۔

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[2]

"وہی (رب) ہے، ایک جان سے پیدا کیا تم سب کو"۔

ایک اور مقام پر یوں فرمایا۔

﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ﴾[3]

"تم سب کو پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا (اللہ کے لیے) ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان کو (پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا)"۔

پس رحم میں خلیاتی تقسیم تین طرح سے ہوتی ہے کہ نفس واحدہ یعنی زائیگوٹ (جفتہ) یا فرٹیلائز اوم (Fertilized Ovum) کا انسان کے پیدائشی عمل کی ابتداء سب سے پہلے نفسِ واحدہ سے ہوتی ہے۔ ابتدا میں زندگی واحد خلیہ جاندار پر مشتمل تھی، عرف عام میں ہم اسے ایمیبا بھی کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش کے اِرتقاء کو تمام مرحلوں کو مکمل بیان کیا ہے اور اُس وقت ان اکتشافات کو ذکر کیا جب علمی (سائنسی) تحقیقات اور علم جنین[4] جیسے (سائنسی) علوم کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ یہ سب کچھ قرآن مجید اور اسلام کی دعوت کی سچائی اور صداقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ یہ قرآن اللہ کا نازل کردہ کلام

---

[1] النساء:4/1

[2] الانعام:6/98

[3] لقمان:31/28

[4] ایمبریو سے ایک مکمل جاندار بننے کے عمل یعنی ڈیویلپمنٹ کا مطالعہ ایمبریولوجی کہلاتی ہے۔(**بائیولوجی**،،سندھ بورڈ، ص7)

ہے جس کی یہ تمام کرشمہ سازیاں ہیں۔ سائنس جوں جوں انسانی آنکھ سے چھپے ہوئے پردوں سے راز اُٹھاتی جارہی ہے قرآنی صداقتیں توں توں کشف ہو کر سامنے آتی جارہی ہیں۔

بدن انسانی کی بناوٹ اور قرآنی اکتشافات

انسان کا بدن سیلز (خلیوں) پر مشتمل ہے۔ ہر عضو میں خلیے کی ساخت اور شکل اس کی ضرورت کے مطابق ہوتی ہے۔ ہر سیل کے تین حصے جھلی (cell membrane)، مائع (cytoplasm)، اور مرکزہ (nucleus) ہوتے ہیں۔[1] مرکزے میں کروموسوم ہوتے ہیں[2]۔ سب سے پہلے خلیہ کو رابرٹ ہک (Robert Hooke) نے 1665ء میں دریافت کرکے اپنی مشہور ریسرچ (Micrographia) مائیکروگرافی میں پیش کیا[3]۔

جدید سائنس سے ایک اقتباس اس بات کی مزید وضاحت کرتا ہے۔

A typical human chromosome contains 140 million nucleotide in its DNA.[4]

ایک نارمل انسان کے DNA (اوکسی رائبو نیو کلیک ایسڈ) میں کروموسوم 140 ملین نیوکلوٹائیڈ[5] پر مشتمل ہوتا ہے۔ انسانی سیل کے مرکزے میں کروموسومز کی تعداد 46 ہوتی ہے اور ان میں ایک جنسی کروموزوم ہوتا ہے۔ جنسی کروموزوم میں مادہ XX اور نر XY کروموسوم ہوتے ہیں اور نر صرف مرد کی طرف سے ہوتا ہے۔ بچہ تب ہی لڑکا ہوتا ہے جب Y باپ کی طرف سے آئے اور اسمیں ماں کا کوئی کردار نہیں ہوتا۔ اس کروموسوم میں ڈی این اے ہوتا ہے۔ ڈی این اے کے ایک مخصوص چھوٹے ٹکڑے کو "وراثہ یا جین" کہتے ہیں[6]۔

جین وہ چیز ہے جس کے ذریعے والدین کی خصوصیات بچے کو منتقل ہوتی ہیں جو صورت (مثلا قد۔ آنکھوں کی رنگت اور چہرے کی شکل وغیرہ) میں بھی ہو سکتی ہے اور سیرت یا عادات (مثلا بولنے کا طریقہ، ذہانت اور غصہ وغیرہ) میں بھی، موروثی بیماروں بھی اسی کے ذریعے ماں یا باپ سے بچے کو منتقل ہوتی ہیں۔

---

[1] رابرٹ براؤن نے مرکزہ کو 1831ء میں دریافت کیا، اس کے بعد جرمن زوالوجیسٹ ٹھیوڈر شیوان (theodor schwann) اور جرمن بوٹنیسٹ شیل ڈن (schleiden) نے 1838ء میں ایک سیل تھیوری پیش کی۔ جس میں خلیہ کی جھلی اور مائع کو دریافت کیا۔ بائیولوجی، اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ، کلاس 11th، ص 64۔

[2] **بائیولوجی**، اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ، کلاس 11th، ص 46۔

[3] **ایضا** 11th، ص 48۔

[4] **جنرل سائنس**، اے جے کے بورڈ مظفر اباد، آزاد کشمیر، کلاس 8th، ص 21

[5] نیوکلوٹائیڈ بنیادی اکائی ہے نیوکلیک ایسڈ کی ہے۔ نیوکلیک ایسڈ جنیٹک مٹیریل ہے۔

[6] **ایضا** 8th، ص 22

ہر انسان کے ڈین این اے میں کچھ ایسی مخصوص ساخت ہوتی ہے جو دوسرے انسان سے نہیں ملتی،[1] البتہ ایک ہی خاندان یا نسل کے لوگوں میں کچھ مشترکہ ساخت موجود ہوتی ہے۔ بدن کے کسی بھی سیل کے مرکزے سے ڈی این اے کی جانچ کرکے اس کی ساخت کو معلوم کیا جاسکتا ہے۔ دو مختلف افراد کے ڈی این اے کی ساخت میں قدر مشترک معلوم کرکے ان کے ہم نسل یا ایک ہی خاندانی رشتے میں ہونے کا پتہ لگایا جاسکتا ہے۔ کسی بھی چیز مثلاً کپڑے یا بدن کے کسی حصے وغیرہ پر موجود سیل کے ڈی این اے کی ساخت معلوم کرکے اس کو مشتبہ شخص کے ڈی این اے سے موازنہ کرکے یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ کپڑے وغیرہ پر موجود سیل اسی شخص کا ہے یا نہیں[2]۔

قرآن مجید انسان کو دعوت فکر دیتا ہے کہ:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ﴾[3]

"اللہ زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے، جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے"۔

﴿اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾[4]

"یا جسے چاہتا لڑکے اور لڑکیاں ملا جلا کر دیتا ہے، اور جسے چاہتا ہے بانجھ کر دیتا ہے، وہ سب کچھ جانتا اور ہر چیز پر قادر ہے"۔

تخلیق انسان اور اس کے نسلی تسلسل کے بارے میں قرآن کا بیان زیادہ منطقی اور مدلل ہے۔ اس بیان سے انسان کی اخلاقی شخصیت، ذمہ دارانہ حیثیت اور اشرف المخلوقات ہونے کا تصور زیادہ بہتر طور پر اجاگر ہوتا ہے۔ قرآن کے مطابق وہ خلیفہ ہے جو نیابت الٰہی جیسے عظیم فریضہ کی ادائیگی پر مامور کیا گیا ہے۔

2۔ نطفہ امشاج کا مفہوم (Mingled fluid')

بشری تخلیق کے ارتقائی مدارج میں دُوسری اہم چیز "مخلوط ماء (نطفہ امشاج)" ہے۔

---

[1] DNA لچھے دار دوہرا دھاگہ نما مالیکیول ہوتا ہے۔ اس کا ہر دھاگہ پولیمر ہوتا ہے جو بہت سے یونٹس سے بنا ہوا ہے جو نیو کلوٹائیڈ کہلاتا ہے۔ 1953ء میں ڈی این اے کی ساخت اور فعل دریافت ہوا۔ (**بائیولوجی** (اردو)، اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ، کلاس 10th، ص194۔)

[2] **بائیولوجی**، اے جے کے ٹیکسٹ بک بورڈ، کلاس 10th، ص126۔

[3] الشوریٰ: 42/49

[4] الشوریٰ: 42/50

جس کا تعلق فرٹیلائزیشن کے نظام سے ہوتا ہے۔نطفہ امشاج کاذکر کتاب اللہ میں 11 مرتبہ کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرٹیلائزنگ لیکوڈ(Fertilizing liquied) کے مندرجہ ذیل پہلوں میں غور و فکر کرنے دعوت دی ہے۔

1۔منی یمنی (Sperm)

سورہ الشوریٰ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ﴿أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى﴾

"کیا یہ ایک حقیر بوند نہیں تھا منی کا، جس کو ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر یہ ایک لوتھڑا بنا پھر اس(قادر مطلق اللہ)نے اس کا جسم بنایا اور اس کے اعضاء برابر کیے"۔

منی یمنیٰ جفتہ جس کو سپرم یا (Spermatic liquid) کہتے ہیں۔اس کے تین حصہ سر، جسم اور دُم ہیں[1]۔

2۔ماء دافق : (A liquid poured out)

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ﴾
﴿يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾[2]

"پھر ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے، ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

اب انسان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ اسے ایک اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

دافق کا اصل مادہ دف ق ہے معنی ہیں اچھلنے والا، یا جس کے معنی چیخ کر اور کود کر چلنے کے ہیں[3]۔

صاحب معارف القرآن نے اطباء اور امام بیضاویؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ نطفہ کی تولید میں سب سے بڑا دخل دماغ کو ہے اور دماغ کا خلیفہ و قائم مقام نُخاع ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے اندر دماغ سے پُشت اور پھر خصیتین تک آیا ہوا ہے، اسی کے کچھ شعبے سینے کی ہڈیوں میں آئے ہیں، ہو سکتا ہے کہ عورت کے نطفہ میں سینے کی ہڈیوں سے آنیوالے نطفہ کا اور مرد کے نطفہ میں پشت سے آنیوالے نطفہ کا دخل زیادہ ہو[4]۔

---

[1] القادری۔ **اسلام اور جدید سائنس**۔4/ 24

[2] الطارق:86/5-7

[3] مفتی محمد نعیم، **لغات القران**، ص178

[4] مفتی، محمد شفیع، **معارف القرآن**،8/718

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہریؒ میں امام بیضاویؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ نطفہ کو تخلیق میں دماغ کا عمل دخل بتایا اوراس کے دلیل کے طور پر فرمایا کہ جماع کی زیادتی سے دماغ کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ پھر حرام مغز کو دماغ کا حصہ قرار دے کر اسے صلب سے تعبیر کر دیا[1]۔

جدید سائنس کی اصطلاح کے مطابق "صُلب" کو(sacrum)اور "ترائب کو(Symphysis pubis) کہا جاتا ہے، اس سے مراد جو "کولھے کی ہڈیوں" کا جوڑ ہے۔[2]

معاصر اناٹومی نے اس امر کو ثابت کیا ہے، مرد کا پانی جو (Semen) "سیمنز" پر مشتمل ہے اُسی "صلب اور ترائب میں سے گزر کر ماں کے رحم کو سیراب کرتا ہے۔ جبکہ ساتویں صدی کی اناٹومی میں اس بات کا کوئی وجود نہ تھا ۔ لیکن قرآن مجید نے اُس وقت اس حقیقت کی طرف دعوت دی۔

3۔ماءمهين (A despise liquid)

﴿أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ﴾ "کیا ہم نے تمھیں ایک حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پھر ہم نے اسے مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ ایک معلوم اندازہ تک"۔ مَھِین یعنی حقیر چیز کو کہتے ہیں۔ یعنی انسان کی تخلیق حقیر چیز سے کی گئی۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ﴾[3]

"پھر اُس کی نسل کو ایک حقیر پانی کے نطفہ سے پیدا کیا جو اس کی غذاؤں کا نچوڑ ہے"۔

اسی طرح حدیث میں بھی ہے کہ:

((عن بسر بن جحاش القرشي ، قال: بزق النبي ﷺ في كفه . ثم وضع أصبعه السبابة وقال " يقول الله عزوجل : أنى تعجزني ، ابن آدم ! وقد خلقتك من مثل هذه))[4]

"سیدنا بسر بن جحاش القرشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے اپنی ہتھیلی پر اپنا لعاب ڈالا اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے ابن آدم! بھلا تو مجھے عاجز کر سکے گا، میں نے تو تجھے اس جیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا ہے[1]"۔

---

[1] پانی پتی، **تفسیر مظہری**،10/294۔

[2] ڈاکٹر طاہر القادری۔ **اسلام اور جدید سائنس**۔45، 24/

[3] السجدہ:32/8

[4] محمد بن یزید، **السنن**، کتاب الوصایا، باب النھی عن الامساک فی الحیوۃ وتبذیر عند الموت: حدیث نمبر2707، 3/183

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ﴾[2]

"یقیناً ہم نے انسان کو ملے جُلے نطفے سے تخلیق کیا"۔ امشاج کے معنی اختلاط کے ہیں یعنی مرد اور عورت کے ملے جُلے نطفے سے پیدا کیا۔ یعنی یہ مادہ رطوبتوں سے مخلوط مجموعہ ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے مخلوط کہا ہے[3]۔

اسی طرح ایک حدیث میں بھی ہے۔

((أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ حَدَّثَتْ أَنَّهَا سَأَلَتْ نَبِيَّ اللَّهِ -ﷺ- عَنِ الْمَرْأَةِ تَرَى فِي مَنَامِهَا مَا يَرَى الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- « إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلاَ أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ))[4]

"سیدہ ام سلم رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"مرد کا پانی سفید گاڑھا اور عورت کا پانی پتلا زرد ہوتا ہے، ان میں سے جو غالب آجائے یا سبقت کر جائے اسی سے بچے کی مشابہت ہوتی ہے[5]۔

اور جدید سائنسی ریسرچ نے اس کی تصدیق کر دی ہے۔ کہ یہ مادہ ذیل غدُدوں سے آتا ہے:

1. Seminal vesicles glands سیمینل ویسلز گلینڈ 2. Prostate glands پروسٹیٹ گلینڈ

3.(Testicular glands ٹیسٹیکلر گلینڈ 4. Glands of urinary tract گلینڈ آف یوریزی ٹریکٹ

حمل کے وقوع پذیر ہونے کے فوراًبعد وہ بیضہ انثی جس میں حمل واقع ہوا ہے۔نطفہ دو خلیوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ دونوں خلیے چار میں تقسیم ہو جاتے ہیں اور تقسیم کا یہ عمل برابر جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ 72 گھنٹوں میں یہ توت کے سائز کا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی بڑھوتری آہستہ آہستہ ہوتی ہے ،اس مرحلے میں اسکو "کرہ جرثومیہ" کہتے ہیں۔ کرہ جرثومیہ خصیہ الرحم کی نالی میں ان باریک اور چھوٹے چھوٹے بالوں کے زیر اثر حرکت کرتا ہے جو خصیتہ الرحم کی نالی میں موجود ہوتے ہیں۔

---

[1] حسن، الصحیحۃ۔(محمد ناصر الدین الألباني صحیح وضعیف سنن ابن ماجۃ، مرکز نور الاسلام لأبحاث القرآن والسنۃ بالإسکندریۃ)1/207

[2] الدھر:2/76

[3] شمس پیرزادہ، **تفسیر دعوت القرآن**،5/605

[4] **الجامع الصحیح**، کتاب الحیض، باب وُجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْمَنِيِّ مِنْهَا، ح736، 1/171،

[5] یہ حدیث صحیح ہے۔(شیخ البانی، **السلسلۃ الصحیحۃ المجلدات الکاملۃ**،5/186)

یہاں تک یہ حرکت کرتے کرتے پانچ سے سات دن میں بچہ دانی تک پہنچ جاتا ہے اور پردے سے چمٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر احمد جان الازہری اپنے مقالے میں راقمطراز ہیں کہ: ماہرین علم جنین کا کہنا ہے نطفہ چھٹے دن رحم کی دیوار کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے اور دیوار کو کُرکنا شروع کر دیتا ہے۔[1]

قرآن مجید اس امر کی طرف یوں دعوت فکر دیتے ہوئے انکشاف کرتا ہے:

﴿ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ () خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ﴾[2]

"پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی"۔

اس طرح سورہ المومنون میں اللہ تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ:

﴿ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً﴾[3]

"پھر اسے ایک محفوظ جگہ (رحم مادر) ٹپکی ہوئی بُوند (تولیدی قطرہ) میں تبدیل کیا، پھر اس بُوند کو لوتھڑے کی شکل دی"۔

اسی طرح قرآن مجید اس سائنسی انکشاف کی شہادت دیتا ہے کہ ﴿وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى﴾[4] "ہم (ماؤں کے) رحموں میں ایک معین مدت تک ٹھہرائے رکھتے ہیں، جسے چاہتے ہیں"۔ یوں ایک انسان کی حیات کا آغاز مرد وزن کے نطفہ اور بیضہ کے اختلاط کے وجہ سے ہوتا ہے۔۔ اب اس کے بعد ایک نئے مرحلے کی طرف سفر شروع ہوتا ہے، جسے "علقہ" کہتے ہیں۔

3۔ علقہ کا معنی و مفہوم:

عَلَقَةٍ: کچے گوشت کا وہ چھوٹا ٹکڑا جو چبایا جا سکے۔ جنین کے وہ حالت، جو خون کے بعد گوشت کے لوتھڑے کی شکل بنتی ہے[5]۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں[1]۔ قرآن مجید میں یہ لفظ پانچ مرتبہ آیا ہے۔ لفظ علقۃ کے تین معنی ہیں۔

۔

[1] الازہری،، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں)** ص132

[2] العلق: 96/1-2

[3] المومنون: 23/13-14

[4] الحج: 22/5

[5] اصفہانی، **المفردات فی غریب القرآن**، ص469

1۔جونک 2۔ معلق چیز 3۔ منجمد خون

اگر ہم جونک کا جنین کے مرحلے کا تجزیہ کریں تو معلوم ہو گا کہ دونوں کے درمیان مطابقت ہے۔

اس مرحلے میں جنین ماں کے خون سے خوراک حاصل کرتا ہے۔ جیسے جونک دوسرے کے خون سے خوراک حاصل کرتی ہے[2]۔

لفظ علقہ کا دوسرا معنی "معلق چیز" کے ہیں، رحم مادر میں "علقہ" کے اس مرحلے کے دوران جنین معلق ہوتا ہے[3]۔

تیسرا معنی منجمد خون ہے۔ علقہ کے اس مرحلے کے دوران جنین اور اس کے تھیلے کی بیرونی ظاہری شکل منجمد خون سے مماثل ہوتی ہے[4]۔ اس ضمن میں مفسر شہاب الدین محمود الالوسیؒ نے فرمایاہے:

"کہ علقہ خونِ منجمد کو کہتے ہیں، مگر اس میں رطوبت موجود ہو ورنہ خون نہیں ہو گا[5]"۔

حمل کے قرار پانے کے دوسرے ہفتے میں، علقہ کی بیرونی جھلی اور اندرونی جھلی ظاہر ہو جاتی ہے اور تیسرے ہفتے میں اس کی درمیانی جھلی ظاہر ہو جاتی ہے۔ بیسویں اور اکیسویں دن کے درمیان علقہ کے محور کے دونوں جانب جسمانی ٹکڑے ظاہر ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب علقہ یعنی جما ہوا خون کا محور ریڑھ کی ہڈی کی شکل میں تبدیل ہو جاتاہے۔ اب اس مرحلے کے بعد "مضغہ "کا مرحلہ آتا ہے[6]۔

قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ارتقائی مراحل کی طرف اُس وقت دعوت فکر دی جبکہ علم جنین جیسے سائنسی مضامین کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کی حقانیت و صداقت کو ماننے کے لئے کافی نہیں؟ یقیناہے

مضغة کا مفہوم

---

[1] قرطبی، **الجامع الاحکام القرآن**، بیروت لبنان، 12/10

[2] Dr keith l,Moore,**The developing Human , clinically oriented embryology** ,(, Jeddah , dar al Qiblah,1983.)p5.

[3] Keith l.More,Human development as described in the quran and sunnah E.Marshal Johnson and others, Makkah , commission on scientific sighns of the Quran and sunnah ,p37,38.

[4] Keith l.More ,**The Developing Human,clinicallay Oriented embryology** 3rd ed ,Jeddah ,Dar al ,qiblah ,p65.

[5] شہاب الدین محمود الالوسی، **روح المعانی**، (بیروت، دارالفکر 1210ء، 10/ **172**

[6] الازہری، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں**، ص202

چوتھا مرحلہ ہے کہ مضغہ کے معنی" دانت سے چبائی ہوئی چیز، اس معنی کو زبیدی اور ابن فارس نے لیا ہے [1] عرب کہتے ہیں مضغ الطعام یعنی کھانے چبانا۔ اس کے ایک معنی گوشت کا ٹکرا جیسے چبایا جائے [2]۔

مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ: ایسا گوشت کا لوتھڑا جس میں انسانی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں، کہتے ہیں۔ سر، ہاتھ، پاؤں وغیرہ، اور گوشت کی بوٹی میں اعضاء نہ بنے ہوں تو وہ غیر مخلقہ ہے، کچا حمل۔ [3] ایسا گوشت کا لوتھڑا جس میں انسانی اعضاء ظاہر نہ ہوتے ہوں، کہتے ہیں۔

اگر کوئی چیونگم لے کر اپنے منہ میں رکھے اور اس کو چبائے اور پھر منہ کے "مضغۃ" کے مرحلے سے اس کا موازنہ کرے تو اس نتیجے پر پہنچے گا اور پھر جنین نے "مضغہ" کے مرحلے کی استداد حاصل کر لی ہے، اور اس کی ظاہری شکل وصورت دانتوں سے چبائے ہوئے مادے کی طرح ہے۔ اس وجہ یہ ہے کہ جنین کے پشت پر نشانات ہوتے ہیں، جو کہ دانتوں سے چبائے ہوئے مادے کی طرح ہیں اور دانتوں کے نشانات کی شکل سے ملتے ہیں [4]۔

ایمریالوجی کی رو سے یہ وہ مرحلہ ہے جس میں جنین اپنے لیے غذا حاصل کرتا ہے اور اس کی نشوونما تیزی سے ہو رہی ہوتی ہے۔ پھر پانچویں ہفتہ کے آغاز ہی میں اعضاء کے باہم ممتاز ہونے کا عمل شروع ہوتا ہے اور تیسرے مہینے کے آخر میں اعضاء کی تخلیق کا عمل مکمل ہو جاتا ہے، اس مرحلے کو "مضغہ مخلقہ" کا نام دیا جاتا ہے [5]۔

قرآن مجید اس مرحلہ کی جانب یوں دعوت دیتا ہے کہ:

﴿فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ﴾ [6]

"تمہیں پیدا کیا ہے مٹی سے پھر نطفے سے پھر جمے ہوئے خون سے پھر گوشت کے ٹکڑے سے جو پوری ہے اور جو ادھوری ہے"۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے ان مختلف مراحل کی طرف اشارہ کیا ہے جن سے گزر کر جنین کی نشوونما مکمل ہوتی ہے اور موجودہ علم تخلیق انسانی نے مضغہ کا صحیح مفہوم استعمال کر کے اس نتیجہ پر پہنچ

---

[1] أبي الحسين أحمد بن فارس بن زکریا، **مقاييس اللغة**، (اتحاد الکتاب العرب، الطبعة: 1423ھ = 2002) ج5، ص265

[2] محمد بن مکرم بن منظور الأفريقي المصري، **لسان العرب**، 8/ 450

[3] امام ابو بکر محمد بن عبد اللہ المعروف ابن العربی، **احکام القرآن**، (مطبوعہ بیروت لبنان،) 3/ 1271۔

[4] Dr Keith l.More ,**The Developing Human , clinically oriented embryology** ,5th ed, philadelphia, W,B Saunders, company p.8.

[5] الازہری،، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں)**، ص202

[6] الحج: 22/5

چکے ہیں کہ اس مرحلہ میں جنین اس قابل ہو جاتا ہے کہ جسمانی شکل اختیار کرتا ہے البتہ جسم غیر متوازن، غیر متساوی منظر سے دوچار ہو جاتا ہے[2]۔

عصر حاضر میں میڈیکل سائنس نے حمل، عمل تولید، اور ہم شکل انسان بنانے جیسے نئے مسائل کو پیدا کیا ہے، سلاف کی کُتب میں ان کا ذکر نہیں ہے، تاہم نصوص شرعیہ سے ان مسائل کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اسلام میں تخلیق و تولید کا غیر متبدل اصول و تصور ہے اس اصول کو سمجھنے لیے اس آیت کی دعوت پر غور کریں، تو ارشاد باری تعالیٰ یوں فرماتے ہیں کہ:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ﴾[3]

اس آیت بینات میں انسان کی تخلیق کا مرکز مٹی بتایا گیا ہے، جبکہ میڈیکل سائنس میں انسانی تخلیق کا مرکز "خلیہ" بتایا گیا ہے، اس خلیہ (CELL) میں ایک خاص قسم کا مادہ پروٹوپلازم پایا جاتا ہے، سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود اس پروٹوپلازم کو مصنوعی طور پر بنانے پر قادر نہیں۔ گویا سائنس اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے باوجود اُس ذات کی محتاج ہے جس نے سیل میں مادہ حیات پیدا کیا ہے[4]۔

نطفہ کے متعلق جدید سائنسی اکتشافات

وہ نظریات غلط تھے جن میں کہا گیا کہا انسان نطفہ کے ذریعہ رحم مادر میں پیدا ہوتا ہے۔ 1672ء کو ڈی گراف نے اسے غلط ثابت کر دیا۔ دنیا میں پہلی دفعہ یہ معلوم ہوا کہ بیضہ دان (Ovary) سے متعارف ہوا اور بتایا گیا جنین (Embryo) رحم مادر کی ریزش (نزلہ کی طرح کا پانی بہنا) نہیں بلکہ یہ بیضہ دان (Ovary) سے بنتا ہے 1677ء میں لی ون ہوئک (lee uwen Hoek) اور ہیم (Hamm) نے مرد کے جرثومہ منویہ (Spermatozoom) کی تشریح کی۔ اب معلوم ہوا کہ نطفہ اور بوئضہ دونوں کے ملاپ سے حمل کا ٹھہراؤ ہوتا ہے[5]۔

---

[1] جنین اس وقت انسان کہلائے گا جب اس میں اعضاء پیدا ہوں گے، ورنہ وہ جنین نہیں کہلائے گا، اسی طرح اگر عورت کے پیٹ پر مارنے سے جنین گر گیا اور حیات اس میں موجود تھی اس کی دیت پورے انسان کی دیت ہے۔ (قادری، احکام القرآن، ص119)

[2] الازہری، **علم الجنین و تخلیق جنین کے مختلف ادوار اور مراحل (قرآن اور سائنس کے تناظر میں)**، ص2۔

[3] المومنون: 23/12-14

قادری، [4] مولانا محمد جلا ل الدین، **احکام القرآن**، (لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2007ء)، 6 / 130۔

[5] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص199

1977ء میں ہام اور لیونیوخ پہلے سائنس دان تھے جنہوں نے مردانہ انسانی خلیے (Sperm cells) کا جدید اور طاقت ور خردبین کے ذریعے مشاہدہ کیا، جبکہ ہادی برحق ﷺ نے ساڑھے چودہ سال پہلے اس کے متعلق آگاہ کر چکے تھے[1]۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید اپنے ماننے والوں کو دعوت تدّبر دیتا ہے کہ وہ قرآنی نظریات کو بڑی خوشی کے ساتھ سائنسی طرز عمل کے ذریعے پرکھیں دلچسپ بات یہ ہے کہ چودہ سو سال ہو گئے اور کسی بھی طریقے سے قرآنی نظریات کو حقانیت پر حرف نہ آسکا۔

العظام (ہڈیاں) کا مفہوم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ لفظ "العظام "13 دفعہ استعمال کیا ہے اور اس کے معنی ہڈی ہے[2]۔ پانچواں درجہ وہ ہے کہ اب جنین کی شکل بمع مجموعہ صفات تدریجی طور پر آگے بڑھ رہے ہیں تو یہ مرحلہ ہڈیوں کا ہے جب اس الْمُضْغَةَ کی ہڈی کا ڈھانچہ نشو ونما پانے لگتا ہے اور ایک ایسا وُجود نمایاں ہو جاتا ہے جسے مچھلی سے مشابہ کہا گیا ہے' قرآن مجید اس مرحلے کا ذکر یوں کرتا ہے۔ ﴿فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا﴾[3]

اسی درجہ میں آکر جنین حیوانات فقاریہ (Vertebrate) کی امتیازی خصوصیت پیدا کرلیتا ہے[4]۔ یہ مرحلہ ساتویں ہفتہ سے شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے تو اسکی صورت تکوینی سمع وبصر جلد وگوشت اور ہڈی کی افزائش کا عمل لایا جاتا ہے۔

اس کے بعد سائنسی حقائق قرآن مجید نے یوں بیان کیے ہیں۔

﴿ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ﴾[5]

---

[1] Https://www.islam-guide.com/truth.htm. August,29,2021,(Speech)

[2] محمد نعیم، **لغات القران**، ص23

[3] المومنون:23/12-14

[4] **فقاریہ** (Vertebrate): ان جانوروں کو کہا جاتا ہے جو ریڑھ کی ہڈی والے ہوتے ہیں، اب تک تقریباً اٹھاون ہزار (58000) اقسام کے جانور فقاری قرار دے جا چکے ہیں۔ اس کی مثال مچھلی، بطخ، شاہین وغیرہ

[5] السجدہ:32 / 9

"پھر اِس کو نِک سُک سے درست کیا اور اس کے اندر اپنی رُوح پھونک دی اور تم کو کان دیے، آنکھیں دیں اور دل دیے، تم لوگ کم ہی شکر گزار ہوتے ہو"۔

اس سائنسی اکتشاف کی مزید توضیح ڈاکٹر کیتھ ایل مور[1] (Dr. Keith L.Moore) اس بیان سے ہو جاتی ہے کہ:

"Embryologists confirm that this is exactly the order of development of special senses. Moore also confirms that the primordial internal ears appear before the beginning of the eyes, and that the brain, which is the site of comprehension, differentiates last. Sura 32: 9 indicates that special senses of hearing, seeing, and feeling develop in this order, which is correct[2]".

" ایمبرالوجی کے ماہرین کے مطابق انسانی حواس مذکورہ ترتیب سے ہی وجود میں آتے ہیں پروفیسر مور تصدیق کرتے ہیں کہ کانوں کے اندرونی عضویات آنکھوں کی ابتدا سے پہلے ظاہر ہوتے ہیں پھر دماغ (سمجھنے کی صلاحیت) اسے ممیّز کرتی ہے سورہ سجدہ کی آیت نمبر 9 کا یہ حصہ اِس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ مخصوص حسِ (سامعہ، حسِ باصرہ اور حسِ لامسہ) بالترتیب نمو پاتی ہیں، اور یہی حقیقت ہے"۔

راقم کی اس تحقیق کاوش سے بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ تخلیق انسان اللہ کی صفت خلق کا نتیجہ ہے اور قدرت کے اس قدرت کے اس عجائب گھر کی حیرت انگیزیاں انسانی فہم ادارک سے ماوراء ہیں۔

گوشت پوست کا مرحلہ

چھٹا مرحلہ ہے، دیگر عضلات سے پہلے جب ہڈی کی نشوونما شروع ہوتی ہے تو ساتھ ساتھ رگوں کا جال بھی بننا شروع ہو جاتا ہے، قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر اس کے بعد ہڈیوں اور گوشت پوست کا الحاق تکمیل تک پہنچتا اور ایک حیوانی صورت متشکل ہو کر نمایاں ہو جاتی ہے 'اسی کو ﴿فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا﴾[3] کے درجہ سے تعبیر کیا ہے۔ جدید سائنسی تحقیق نے اس بات کا انکشاف کیا ہے کہ ہڈی کے بعد گوشت بنایا جاتا ہے۔

---

[1] کینیڈا کی ٹورانٹو یونیورسٹی میں شعبہ اناٹومی کے پروفیسر ہیں۔

[2] Dr. Ibrahim B. Syed, Attitude of a Muslim Scholar at Human Embryology,- [Presented at the Islamic Attitude and Practice in Science Seminar, Organized by the International Institute for Islamic Thought, Washington, D.C. February 28-March 1, 1987.

[3] المومنون:23/12-14

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں ہر علم کے لئے اشارہ موجود ہیں مگر ان سے استفادہ حاصل کرنے کے گہرے مطالعہ کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید اور آپ علیہ السلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے یہ انکشاف کیا تھا کہ ہڈی کے بعد گوشت بنایا جاتا ہے جدید سائنس اب کہیں جا کر اُن زرین اُصولوں کی افادیت سے آگاہ ہوئی ہے۔

جنین کے تین اندھیروں کے حجاب

قرآن مجید میں دو طرح کی آیات مبارکہ ہیں، اول محکمات جو واضح ہیں دوسری قسم آیات تشابہات ہیں، ان آیات کا تعلق ماورائے عقل حقائق سے ہے اور انسان اپنے محدود علم اور حواس کے ذریعے ان کا کامل ادراک نہیں کر سکتا ہے، ان کا صحیح مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے البتہ راسخوں فی العلم یعنی اس فیلڈ کے ماہرین اور اس فن میں پختہ اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں، قرآن مجید نے حقائق واکتشافات سے متعلق کوئی بات نامکمل نہیں رہنے دی، قرآن مجید تین اندھیروں کے حجابات کے انکشاف کا تذکرہ یوں کیا۔

﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَأَنَّى تُصْرَفُونَ﴾[1]

"وہ تمہیں ماؤں کے پیٹ میں تاریکیوں کے تین پردوں کے اندر ایک حالت کے بعد دُوسری حالت میں مرحلہ وار تخلیق فرماتا ہے۔ یہی اللہ تمہار ربّ ہے اُسی کی بادشاہی ہے۔ سو اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پھر تم کہاں بھٹکے چلے جاتے ہو!"۔

سترھویں صدی میں "لیون ہوک"(leeuwen Hook)نے خوردبین ایجاد کی، صاف ظاہر ہے اس سے پہلے اندروں کی بطن میں اُن پوشیدہ حقیقتوں کی صحیح سائنسی تعبیر کس کو معلوم ہو سکتی تھی! آج سائنس نے ان حجابات کے حقائق کو ظاہر کر دیئے اور اس امر کی تصدیق ہو چکی ہے کہ واقعی ماں کے بطن میں، بچے کی نشوونما تین حجابات میں ہوتی ہے۔ ان حجابات کی مزید کئی تہیں ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ظُلمت کا لفظ استعمال کیا ہے[2]۔

یہ تین ظلمات آپ ﷺ کو کیسے معلوم ہوئے ۔جس کو آج جدید سائنس نے دریافت کئے ہیں ۔وہ تین حجاب (Veils) یہ ہیں۔ 1۔ پہلی مادری شکمی دیوار 2۔ رحمی دیوار 3۔ غلاف جنین

[1] الزمر: 6/39

[2] القادری۔ **اسلام اور جدید سائنس**، 5/ 526

ساتواں مرحلہ خلق آخر(NEW CREATION)

جب جنین تخلیق کے مراحل پورے کر چکا تب اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور تخلیق کی تکمیل رحمِ مادر میں نطفہ قرار پانے کے بعد ایک سو بیس دن میں مکمل ہوتی ہے۔ جنین میں روح پھونکے جانے سے وہ ایک دوسری مخلوق ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ حرکت کرنے اور سماعت سننے کے قابل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم اس امر کی حقانیت کی طرف یوں دعوت دی ہے اور یہی آخری مرتبہ تحول ہے جسے "﴿ ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ -﴾ [1] پھر ہم نے اس کو دوسری مخلوق بنایا، سے تعبیر کیا ہے۔

اسقاط حمل کے بعد کے مراحل

اس کے بعد کے مراحل قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے۔

﴿ثمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَنْ يُرَدُّ إِلَى أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا﴾ [2]

"پھر ہم نکالتے ہیں تم کو بچپن کی حالت میں پھر تا کہ تم پہنچ جاؤ اپنی قوت اور جوانی کو اور تم میں سے بعض وہ ہیں جو فوت ہو جاتے ہیں جوانی میں اور بعض وہ ہیں جو لوٹائے جاتے ہیں نکمی عمر کی طرف تا کہ جانے وہ علم کے بعد جو کچھ بھی ہے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچپن جوانی اور بڑھاپے کے مراحل کی طرف توجہ دلائی۔

اس حوالے سے جدید سائنس کے اعتراف سے قرآنی انکشافات کی مزید توضیح ہو جاتی ہے۔

"It wasn't until the 15th century that scientists realised the human embryo develops in stages. Descriptions of the early stages of the chick embryo were made afteلاr Leuven Hook discovered the microscope in the 17th century. Human embryo staging was not described until the twentieth century. Streeter (d.1941) created the first staging system, which has

---

[1] المومنون:23/12-14

[2] الحج:22/5

since been superseded by a more accurate system proposed by O'Rahilly (d.1972) [1]".

"حیاتیاتی نشو و نما کی مرحلہ وار تخلیق کے متعلق پندرھویں صدی تک کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی ۔بطن مادر میں انسان کے حیاتیاتی نشو و نما کے یہ مدارج معلوم کرنے کا باقاعدہ سائنسی نظام سب سے پہلے 1941ء میں سٹریٹر (Streeter) نے ایجاد کیا جو بعد ازاں 1972ء میں O, Rahilly کے تجویز کردہ نظام کے ذریعے زیادہ بہتر اور صحیح شکل میں بدلا گیا اور اب اکیسویں صدی کے آغاز تک یہ نظام مرحلہ وار تحقیق کے بعد بھرپور مستحکم ہو چکا ہے" مگر قرآن مجید کا ان مدارج کو اس ترتیب سے بیان کرنا ایک ناقابل انکار معجزہ ہے جس کی جدید سائنس بھی معترف ہے"۔

کیتھ مور کے اس اعترافی بیان سے، قرآن مجید کے بیان شدہ "مدارج تخلیقِ انسان" کی مزید حقانیت واضح ہوتی ہے۔

سولہویں صدی میں خردبین کی ایجاد کے بعد میڈیکل سائنس کے ماہرین اور معالجین نے سترہویں صدی میں اس بات کو جان لیا کہ بنی نوع انسان کا نقطہ آغاز مکمل طور پر مرد کے مادہ منویہ (semen، سیمنز) پر ہوتا ہے اور خاص طور پر مرد کے منوی حونیات (Male, Sperm) میں۔ یہ انکشاف سترہویں صدی اور اٹھارویں صدی میں سائنس دانوں کی شہادتوں کے بعد سامنے آیا۔

سائنس دانوں نے انیسویں صدی میں یہ دریافت کیا کہ انسانی جنین مختلف مراحل کے ساتھ وقوع پذیر ہوتا ہے۔ پروفیسر مارشل جانس کو جب یہ بتایا گیا کہ قرآن وحدیث میں چودہ سو سال پہلے اس بات کا انکشافات کیا گیا ہے تو بہت زیادہ حیران ہوئے اور انہیں قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ دیا گیا اور ان کو قرآن مجید کی یہ آیت دکھائی گئی۔

﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا﴾[2]

"کیا ہوا ہے تم کو، کیوں امید نہیں رکھتے ہو اللہ سے بڑائی کی اور اس نے تم کو بنایا طرح طرح سے"۔

﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ﴾[3]

"وہ تمہاری تخلیق تمہاری ماؤں کے پیٹ میں اس طرح کرتا ہے کہ تین اندھیریوں کے درمیان تم بناوٹ کے ایک مرحلے کے بعد دوسرے مرحلے سے گزرتے ہو۔"۔

یہ سنتے ہی پروفیسر جانسن ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔

---

[1] Keith L. Moore, A Scientist's Interpretation of References to Embryology in the Qur'an, The Journal of the Islamic Medical Association, Vol.18, Jan-June 1986, Pp.15-16

[2] نوح:71/13

[3] الزمر:39/6

پھر اُن پر یہ بات بھی منکشف ہوئی کہ محمد ﷺ کے پاس کوئی طاقت ور خور بین یا لیبارٹری نہیں تھی، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسول تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے سچی نشانیاں اور تابندہ معجزات اور سب سے بڑھ کر ہمیشہ رہنے والا قرآن مجید کا معجزہ قرآن مقدس ساتھ بھیجا تھا۔

پروفیسر جانسن نے نے قرآن کی حقانیت وافادیت کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن مجید نہ صرف جنین بلکہ رحم مادر میں بچے (Fetus)کی بیرونی تشکیل (External)کی وضاحت کرتا ہے ،بلکہ اندرونی مراحل(internal stages)پر بھی زور دیتا ہے اور جنین کے اندرونی مراحل، اس کی تخلیق اور اس کی افزائش کی بھی وضاحت کرتا ہے۔ وہ یہ اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

> "if I were to transpose myself into that era, knowing what I know now about describing things, I would be unable to describe the things that were described. I see no evidence of the events described. I see no evidence to refute the are idea that this individual, Muhammad, had to have developed this information from somewhere"[1].

" اگر میں خود کو ان چیزوں کی تشریحات وتوضیحات کے ساتھ اس زمانے میں لے جاؤں جو آج میں جانتا ہوں اور جن کی وضاحت ہو چکی ہے تو میں ان اشیاء کی وضاحت نہیں کر پاؤں گا۔ محمد ﷺ نے جہاں سے یہ اطلاعات حاصل کی ہیں میں اس کے ابطال واسترداد کی کوئی گنجائش نہیں پاتا۔!"۔

کائنات کے رب کی طرف سے ہر مخلوق کی تخلیق ہے جس کی صداقت وحقانیت میں کوئی شک نہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ یہ نشانیاں دریافت ہوتی جائیں گی جو کہ ثابت کر دیں گی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔

نظریہ بقاء اصلاح (Survival of the fittest)

اس نظریہ کو سب سے پہلے رابرٹ ڈاروِن [2] نے پیش کیا جس کا حاصل یہ ہے دنیا میں وہی چیزیں باقی رہتی ہیں ،جن میں زندہ رہنے کی صلاحیت موجود ہو صلاحیت سے مراد قوت ایثار و قربانی، علم وعزم ،عزت و کردار اور یہ کہ جو اشیاء یا اجناس وغیرہ دنیا اور دنیا والوں کے لئے مفید نہ رہیں، قدرت اُن کو مٹا دیتی ہے۔ یہ اس نظریہ کو سب سے پہلے

---

[1] Https://www.islam-guide.com/truth.htm. August,29,2021,(Speech)

[2] رابرٹ ڈارون(1809-1882ء)چارلس ڈارون کے موئدین میں سے ہے۔ کے نظریہ بقاء واصلح یہ تھا کہ کائنات کو بعض ایسی چیزیں وراثتاً ملی تھیں جو رفتہ رفتہ بے کار ہو کر مٹ گئیں اور مفید اشیاء باقی رہ گئیں۔

رابرٹ ڈاروِن سپینسر نے سب سے زیادہ تشریح کی ہیں۔ بہرحال یہ طے ہے کہ یہ نظریہ ڈارون سے سوا ہزار سال قبل انکشاف کرنے والی کتاب صرف قرآن مجید ہی ہے[1]۔

قرآن مجید اس بارے میں فرماتا ہے کہ:

﴿وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ﴾[2]

"اور زمین پر وہی اشیاء باقی بچتی ہیں جو لوگوں کے لئے مفید ہوں"۔

اگر رابرٹ ڈاروِن اور سپینسر قرآن کی بالا آیت کا مطالعہ کر لیتے تو یا تو وہ اس قدر طویل و تحقیق و تجربات سے بچ جاتے یا اس آیت کا ذکر ضرور کرتے۔

نظریہ ارتقاء کا ردّ اور معاصر نظریات

جدید تحقیق کے مطابق ناسا نے ٹھوس ثبوت اور شواہد پیش کیے ہیں جن سے پتہ چلا کہ کرّہ ارض پر زندگی کی ابتداء مٹی سے ہوئی تھی۔ اور اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مٹی میں توانائی کو محفوظ رکھنے اور اسے منتقل کرنے کا وصف پایا جاتا ہے یہی دو اوصاف ہیں جو زندگی کی پیدائش کے لئے ضروری ہیں۔ ناسا کی تحقیقاتی ٹیم کے سربراہ جوئے اسٹیٹ یونی ورسٹی کی کیمسٹ ڈاکٹر لیلا کوینی نے کی۔ پیدائش زندگی کی یہ نئی تحقیق ڈارون کے نظریہ ارتقاء کے جواب میں پیش کی گئی ہے، تجربات سے ثابت ہو گیا کہ نئی تھیوری درست ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرمایا کہ

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ﴾[3] "وُہی ہے جس نے تمہیں مٹی کے گارے سے پیدا فرمایا"۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ﴾[4] "وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا"۔

جدید ترین ریسرچ جس کی تصدیق ممتاز ماہرین حیاتیات اور سائنس دانوں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس میں بھی کی گئی جس میں دو نوبل انعام یافتہ سائنس دان بھی شامل ہیں کہ زمین کے 94 عناصر میں سے 88 عناصر باقاعدہ جانے جا چکے ہیں جو جسم انسانی میں موجود ہیں۔ چونکہ انسان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے[5]۔

---

[1] شاہد محمود ملک، **انکشافات حق**، (لاہور، انتخاب جدید پریس، رائل پارک، سن نادر) ص42

[2] الرعد:17/13

[3] انعام:2/6

[4] غافر:67/40

[5] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص292۔

جن تحقیقات وانکشافات نے نظریہ ارتقاء کو ناقابل فہم اور ناقابل قبول ثابت کیا ان میں سے ایک زمین کی عمر تعین بھی ہے جدید سائنسی طریقوں کے ذریعے زمین کی عمر تقریباً متعین طور پر معلوم ہوگئی ہے لیکن ارتقائی نظریہ ان معلومات سے موافقت نہیں رکھتا ہے کیونکہ سائنس نے زمین کی جو عمر بتائی ہے وہ اتنی کم ہے کہ نظریہ ارتقاء کے لیے ناکافی ہے۔

آج سے بیس ہزار سال پہلے کا انسان بولنے کی صلاحیت سے عاری گونگا اور بہرا تھا۔ لیکن وائس آف امریکہ کے 11 مئی 1979ء کے ایک نشریے میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ اسرائیل کے ماہرین آثار قدیمہ نے آج سے ساٹھ سال پہلے کے ایک ایسے انسان کا ڈھانچہ دریافت کیا ہے۔ جس پر تحقیق سے یہ پتہ چلا ہے کہ اس دور کے انسان میں وہ ہڈی بھی موجود تھی جو نطق یعنی بولنے کے نظام میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے نیز تالو اور تھوڑی کی ہڈی بھی موجود تھی جو بولنے کے نظام میں خاص اہمیت رکھتی ہے نیز تالو اور تھوڑی کی ہڈی کی ساخت کے اعتبار سے بھی اس وقت کے انسان کے قدرتی طور پر بولنے کی صلاحیت کا ثبوت ملا ہے۔ اس پیش رفت سے ثابت ہوتا ہے کہ نظریہ ارتقاء کی تردید ہوتی ہے[1]۔

ضد تخلیق کے خلاف ایک اور ثبوت اسپین کی کھدائیوں سے ملنے والے تین ہزار رسالہ پرانے ڈھانچہ کو دیکھ کر ملتا ہے حیاتیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ حجری دور میں بھی انسان ہماری طرح کا تھا، بن مانس یا بے دم کے بندر سے کوئی مشابہت نہیں ملتی۔

انگلینڈ کے برٹش میوزیم میں ایک انسانی کھوپڑی کی نمائش کی گئی تھی۔ جس کے نیچے لکھا تھا "Pilt Down Man" اس تختی پر یہ بھی لکھا گیا تھا کہ یہ انسان سے ملتی جلتی مخلوق کی کھوپڑی ہے۔ جو پانچ لاکھ سال قبل زندہ تھا اور یہ مخلوق موجودہ انسان کی جد امجد کی تھی۔ چالیس سال تک اس پر بحث ہوتی رہی، مختلف کتابیں لکھی گئیں، یہ الحاد والے لوگوں کے لئے ایک سرمایہ افتخار تھی۔ لیکن جب ناپنے کا ریڈیو کاربن طریقہ ایجاد ہوا تو یہ انکشاف ہوا کہ یہ کھوپڑی دار صل ایک انسان کی تھی۔ جب کہ اس کا جبڑا ایک بندر APE کا تھا۔ انسان کا کاسئہ ایک سو پچاس سال پرانا تھا جب کہ بندر کے جبڑے کی عمر محض ساٹھ سال تھی۔ یہ ایک سائنسی اسکینڈل تھا۔ حیران کن بات تو یہ ہے کہ اس پر جو کتابیں لکھی گئی ان کو جھوٹا نہ کہا گیا[2]۔

انسانی ارتقاء پرستوں (Evolutionists) کی تحریروں کا بھی کافی جھوٹ واضح ہو چکا ہے، در حقیقت ارتقاء انسانی کے ادارک کیلئے عقل کو وحی کے تابع کرنا پڑتا ہے، یعنی قرآنی علوم کے لئے انسانی خیالات کو توجہ میں بدلنا ہے، توجہ کو لگن میں لگن کو محبت میں، پھر اس محبت کو عشق میں جو معراج قرب حق قرآن ہے۔

---

[1] ایضاً، ص 293۔

[2] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص 294

خلاصہ بحث:

قرآن مجید نے جنین کی تخلیق کے جو مراحل جدید آلات کے بغیر جس تفصیل سے بیان کیے یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں جس کا اعتراف غیر مسلم اطباء نے بھی کیا ہے، جیسے ڈاکٹر مارشل جانسن، ڈاکٹر کیتھ مور جو ایمریالوجی میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

رحم مادر کے باہر پہلا مراحلہ "نفس واحدہ (سیل) کا ہے نطفہ اور بیضہ کے ملاپ سے بنے خلیہ کو قرآن مجید نے نفس واحدہ کہاہے، عصر حاضر کی اصطلاح میں لاحقہ یعنی زائیگوٹ کہتے ہیں، اسی طرح، ماء دافق، منی یمنی (جفتہ یا سپرم)، ماء مھین (حقیر پانی) اور نطفہ امشاج (مخلوط پانی) جس کے بارے میں غور وفکر کرنے کی دعوت گیارہ مرتبہ دوہرائی ہے۔

انسان کے مادہ تخلیق کے بارے میں قرآن نے مختلف مقامات پر تُراب (مٹی)، الماء بمعنی پانی، طِین (گارا)، طِینٍ لّازِب (لیس دار گارا)، صَلصالٍ مِّن حمإٍ مسنون (سیاہ بدبودار کیچڑ) اور صلصالٍ کالفخّار (ٹھیکری جیسی کھنکھناتی ہوئی مٹی) مِن سُلَالَۃٍ مِّن طِینٍ (مٹی (کے کیمیائی اجزا) کے ست (خلاصہ) سے فرمائی) کے الفاظ سے کیمیائی عمل کے سات مراحل کا تذکرہ فرمایاہے، قرآن مجید کا ان مدارج کو اس ترتیب سے بیان کرنا ایک ناقابل انکار معجزہ ہے جس کی جدید سائنس بھی معترف ہے۔

قرآن مجید نے انسان کے حیاتیاتی مراحل کا تذکرہ کرتے ہوئے، نطفہ، (مرد وعورت کی منی) علقہ، (منجمد خون) مضغہ (لوتھڑا نما گوشت) عظام، (ہڈی)، لحم (گوشت پوست) اور خلق آخر (روح پھونکنے کا عمل) کے الفاظ سے چھ مدارج کا انکشاف کیا جبکہ جدید سائنس نے مرحلہ وار تخلیق کا، بیسویں اور اکیسویں صدی میں اعتراف کیا۔

اسقاط حمل کے بعد طِفلًا، (بچپن)، اَشُدَّکُم (جوانی)، اَرْذَلِ الْعُمُرِ (بڑھاپے) کے مراحل کی طرف توجہ دلائی۔ قرآن مجید نے تخلیق انسانی کے ارتقائی مراحل کی طرف اُس وقت دعوت فکر دی جبکہ علم جنین جیسے سائنسی مضامین کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ کیا یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کی حقانیت وصداقت کو تسلیم کرنے کے لئے کافی نہیں ؟یقیناہے

قرآن مجید نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کیاہے۔ دیگر عضلات سے پہلے جب ہڈی کی نشوونما شروع ہوتی ہے تو ساتھ ساتھ رگوں کا جال بھی بننا شروع ہو جاتا ہے، جدید سائنسی تحقیق نے اس بات کا انکشاف کیاہے کہ ہڈی کے بعد گوشت بنایا جاتاہے، یہ قرآن کی صداقت کی دلیل ہے۔

جدید سائنس نے اٹھاوہویں صدی میں میکروسکوپ کے ترقی سے، اُن تمام نظریات غلط ثابت کیا جن میں کہا گیا کہ ا نسان نطفہ کے ذریعہ رحم مادر میں پیدا ہو تا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ نطفہ اور بوئضہ دونوں کے ملاپ سے حمل کا ٹھہراؤ ہو تا ہے۔ یہ کام مختلف مراحل سے مکمل ہو جاتا ہے۔ قرآن نے جن دقیق حقائق کا انکشاف کیا ہے وہ سچ اور قرآنی حقانیت کا مظہر ہے اانسان بے ساختہ پکار اُٹھتا ہے، فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے۔

فصل سوم

علم طب و نباتات کے متعلق سائنسی اکتشافات

قرآن حکیم نہ صرف رُوحانیت کا سرچشمہ ہے بلکہ جسمانی صحت کے لئے بھی مکمل طور پر ضابطۂ حیات ہے۔ جدید سائنسی تحقیقات اور اس سے حاصل ہونے والے حقائق اور سچائیوں پر غور و فکر کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی، کہ دینِ اسلام ہی آفاقی صداقتوں والا مذہب ہے۔ جو زندگی کے ہر میدان میں بنی نوح انسان کا رہبر ہے۔

علم قطعی (جیسا کہ دعوت و تبلیغ، حلال و حرام) کے حصول فرض عین ہے، جبکہ علم ظنی (طب، علم میکانیات) فرض کفایہ ہے، علم ظنی کے ذریعہ بھی کوئی بات ثابت ہو جائے تو اس پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہوتا ہے[1]۔

قرآن مجید اور طب

حیات انسانی میں علم طب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ علم طب کا ارتقاء بھی علم الاشیاء کی تعلیم کا نتیجہ ہوا، اس لیے کہ جناب آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے خواص و آثار بتا دیے۔ انہیں مختلف غذاؤں، پھلوں اجناس، جڑی بوٹیوں، درختوں اور مختلف پودوں کی تاثیر کا علم تھا۔ جناب آدم علیہ السلام نے اپنے طویل عہد میں معاشرے میں پیدا ہونے والے جسمانی عوارض اور بیماریوں کا علاج اپنے اس علم ہی کی بنیاد پر کیا۔

جیسا کہ اس اقتباس سے مزید وضاحت ہو جاتی ہے:

"علم طب کا آغاز علاج بالغذا سے شروع ہوا ہو، لیکن بعد میں تجربہ اور علم کی روشنی میں اس فن کو مسلسل ترقی ملتی رہی ہو گی، اس طرح وہ علم جو حضرت آدم علیہ السلام کو بذریعہ وحی عطا ہوا تھا، نئے نئے تجربات اور عمل کے ذریعہ اولاد آدم کو منتقل ہوتا ہے، مسلسل عمل اور تجربہ اس فن کو مزید ترقی کی راہ پر

[1] ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فنی، **سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ و شریعت کے تناظر میں**، فکر و نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این ،4055-0430،ج 50 شمارہ 2، ص20

گامزن کرتا اور علاج کے لئے غذاؤں کے ساتھ بہت سی جڑی بوٹیوں اور پودوں وغیرہ کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، اس طرح علم طب ایک مستقل فن کی صورت میں ترقی کرتا رہا[1]"۔

سائنس اور طب کی جتنی بھی تحقیقات ہوئی ہیں آخر میں وہ اس نتیجے پر پہنچی ہیں کہ آپ ﷺ کی ہر بات وہ چاہے قرآن مجید ہو یا محمد ﷺ کا قول ہو مبنی بر حق ہے۔ جینیاتی انجینئرنگ[2] کی تفتیش و تحقیق سے جسمِ انسانی کے ہر خلیے میں لاتعداد معلومات مہیا کر دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[3]

"اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان کیا ہے"۔

قرآن مجید میں علاج کے لئے شفاء کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سورہ الشعراء میں ہے: ﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾[4] "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفاء دیتا ہے"۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں "المرض الخروج عن الاعتدال الخاص بالانسان[5]"۔

"المرض کے معنی ہیں انسان کے مزاج خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا "۔

والشفاء من المرض موافاة شفاء السلامة وصار اسما للبرء، قال في صفة العسل: (فيه شفاء للناس – هدى وشفاء – وشفاء لما في الصدور – ويشف صدور قوم مؤمنين[6]۔

" الشفاء من المرض" سلامتی سے ہمکنار ہونا یعنی بیماری سے شفا پانا یہ مرض سے صحت یاب ہونے کے لئے بطور اسم استعمال ہوتا ہے"۔

قرآن میں شفاءٍ کے متعلق فرمایا:

﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ﴾ [7]اس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے ۔

﴿هُدىً وَشِفَاءٌ﴾ [8] وہ ہدایت اور شفا ہے۔

---

[1] ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فقی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ و شریعت کے تناظر میں، ج50 شمارہ2، ص20

[2] اس انجیرنگ کو ڈسپلن بھی کہا جاتا ہے، اس میں ڈین این اے کی تبدیلی ایک حیاتیات سے دوسرے حیاتیات میں منتقل کرنا شامل ہے، جینیاتی انجیئرنگ کی وجہ سے مواد میں ترمیم کرنا اور مرکبات تیار کرنا، جینیاتی نقائص کو حل کرنا ممکن ہے۔

[3] النحل:16 / 89

[4] الشعراء:26/80

[5] اصفہانی، مفردات غریب القرآن، 1 /466

[6] ایضاً، 1 / 264

[7] النحل:16 / 69

[8] فصلت:41 / 44

﴿وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ﴾ [1] وہ دلوں کی بیماریوں کی شفا ہے۔

﴿وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ﴾ [2] اور وہ (اللہ) مومنین کے سینوں کو شفاء بخشے گا۔

یہ آیت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ بیماریاں انسان کے اپنے عمل سے پیدا ہوتی ہیں اور شفاء کا راستہ اللہ تعالیٰ ہی دکھاتا ہے۔ اللہ کے نبی ابراہیم علیہ السلام بیماریوں کے علاج کے مسئلہ کو ایک مکمل علم کی صورت دینا چاہتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے اپنی اولاد میں سے اور خدا کے پہلے گھر کے مضافات میں ایک ایسے نبی کی تمنا کی جو لوگوں کو علم او رحکمت سکھائے۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور مکہ معظمہ ہی میں ان کی اولاد سے ایک عظیم ہستی پیدا ہوتی جنہوں نے یہ خوشخبری عطا فرمائی۔ قرآن مجید نے معالجات میں شہد، زیتون کا تیل، کھجوریں، کیلا، انجیر، بارش کے پانی، ادرک، یاقوت اور کستوری کے علاوہ متعدد چیزیں کا تذکرہ کیا ہے جن سے شفاء حاصل کی جا سکتی ہے۔

سورہ الشعراء کی مذکورہ آیت کی تفسیر میں غلام رسول سعیدیؒ فرماتے ہیں:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ [3] "اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا اور جب میں بیمار ہوتا ہوں یہ نہیں کہ جب وہ مجھے بیمار کرتا ہے کیونکہ صحت اس وقت قائم رہتی ہے جب جسم کی تمام اخلاط اعتدال پر رہیں اور جب بعض اخلاط بعض پر غالب ہو جائیں یا کھانے پینے میں بے اعتدالی کی وجہ سے ان میں تعفن پیدا ہو جائے تو انسان میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔[4]

پس جب انسان اسلام کے احکام اور فطرت کے اصولوں سے روگردانی کرتا ہے تو وہ امراض اور مصائب کا شکار ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ﴾[5]

"تم پر جب مصائب آتے ہیں وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا بدلہ ہے اور بہت سے باتوں کو تو اللہ درگزر فرمالیتا ہے"۔

جو انسان رب سے بغاوت نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرتے وہ ان مہلک بیماریوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور امن اور سکون کے ساتھ زندگی گزار دیتے ہیں۔

---

[1] یونس:10/ 57

[2] التوبۃ:9/ 14

[3] الشعراء:26/80

[4] سعیدی، **تبیان القرآن**، 8/337

[5] الشوریٰ:42/30

قرآن مجید میں ہے۔﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾[1]
"جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ان ہی کے لیے امن اور سلامتی ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں"۔

غرض یہ کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہ کہا کہ بیمار میں ہوتا ہوں اور یہ نہیں کہا کہ اللہ مجھے بیمار کرتا ہے کیونکہ اللہ ہی نے انسان کو صحیح سالم بدن دیا تھا حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اس قول سے یہ تنبیہ فرمائی کہ انسان بے اعتدالی اور بے راہ روی سے خود اپنے آپ کو بیمار کر لیتا ہے[2]۔

اسی طرح دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ﴾[3]
"لوگو تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو آپ کے رب کی طرف سے ایک نصیحت ہے، اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے"۔

اس طبی آیات کریمہ میں دعوت فکر کہ قرآن سینے کے مسائل کے لئے شفاء ہے۔اس بشارت کے بعد ہمیں اس کی مدد سے امراض سینہ اور چھاتی کا علاج تلاش کریں۔ سینے کی اکثر بیماریاں مریض کے قریب سانس لینے سے پیدا ہوتی ہیں۔ مریض کے قریب سانس نہ لینے سے یہ ترکیب سینے کی آدھی بیماریوں سے بچاؤ کا باعث ہو سکتی ہے[4]۔

یہ کتاب اللہ کی افادیت و معنویت ہے کہ وہ دل و دماغ کی بیماریوں اور دیگر بے شمار امراض کے لیے نسخہ اکسیر ہے جس طرح انسان کو جسمانی اور ظاہری امراض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح روحانی اور باطنی امراض بھی لاحق ہوتے ہیں۔ قرآن مجید جُملہ بیماریوں کے لئے موجب شفاء ہے۔

علاج بالماء اور قرآنی اور سائنسی انکشافات

قرآن مجید میں ہمیں حفظان صحت کے لئے علاج بالماء کا نظریہ بھی ملتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانی زندگی کا بنیادی عنصر پانی کو قرار دیا ہے۔﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[5]

---

[1] انعام:6/82

[2] سعیدی، **تبیان القرآن**،8/338

[3] یونس:10 / 57

[4] ڈاکٹر خالد غزنوی، **سانس کی بیماریاں اور علاج نبوی ﷺ**،(لاہور، الفیصل ناشران،،2006)ص13

[5] الانبیاء:21/30

"اور ہم نے پانی سے ہر جاندار کو پیدا کیا، کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے ؟"

نہ صرف انسانی زندگی کا انحصار پانی پر ہے بلکہ زمین کی شادابی اور اس کی زندگی کی بقاء کا انحصار بھی پانی پر ہے۔ اور زمین کی زرخیزی اور شادابی پر انسانی معیشت کا دارومدار ہے۔

﴿وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ﴾[1]

"اور اللہ تعالیٰ نے تم پر بارش نازل فرمائی تاکہ اس کے ذریعہ تمہیں پاکیزگی حاصل ہو اور تم سے شیطان کی پیدا کردہ آلودگیاں دور کرے، اور تمہارے دلوں کی تقویت عطا فرمائے اور اس کی وجہ سے تمہیں (میدان عمل و جہاد میں) ثابت قدم رکھے"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض پانیوں میں یہ خواص رکھے ہیں کہ ان سے جسم انسانی کی صفائی کا کام لیا جاسکتا ہے، " لِيُطَهِّرَكُمْ " کے مفہوم میں صرف ظاہری گندگی ہی داخل نہیں، یہ پانی باطنی آلودگی اور بعض امراض میں مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اسی طرح " رجز الشیطان " سے مرد شیطانی وسوسے، اندیشے، خوف اور توہمات بھی شامل ہیں، تیسری خاصیت یہ بتائی کہ وہ دل کی تقویت کا باعث ہوتا ہے، جب انسان کا دل مضبوط و مطمئن ہو تو وہ میدان عمل اور جہاد میں بھرپور ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ حضرت ایوب علیہ السلام جب بعض جلدی امراض میں مبتلا ہوئے، مرض کی تکلیف کی وجہ سے انہوں نے دعا مانگی۔

﴿أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ﴾[2]

"اے اللہ مجھے شیطان نے بہت تکلیف اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے (تو مجھ پر رحم فرما)"

اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور انہیں حکم دیا:

﴿ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾[3]

"اپنا پاؤں زمین پر مارو، چنانچہ انہوں نے زمین پر پاؤں مارا تو وہاں سے ایک چشمہ جاری ہو گیا پس ہم نے ان سے کہا کہ تمہارے لیے نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا"۔

ایوبؑ کو چشمہ کے اس پانی سے صحت حاصل ہو گئی۔ پس معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایسے چشمے پیدا کرتا ہے جن میں جِلدی اور دیگر امراض کا علاج موجود ہوتا ہے، یہ کام انسان کی دریافت کا ہے کہ تحقیق کرے کہ کس قسم

---

[1] انفال:8/11

[2] ص:38/41

[3] ص:38/42

کے چشموں، کنوؤں اور کن علاقوں کے پانی، کس قسم کے امراض میں مفید ثابت ہوسکتے ہیں، پانی کے ذریعہ علاج کا دائرہ بہت وسیع ہو سکتا ہے، بعض بخار یا گلے کی تکلیف میں برف یا ٹھنڈی اشیاء کو بطور علاج تجویز کیا جاتا ہے۔

یہ پانی کی خصوصیت اور برکت ہے غسل اور وضو کرنے سے ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے، فشار خون[1] کی صورت میں پانی پینا یا وضو کا عمل مفید ثابت ہوتا ہے[2]۔

پانی کے ذریعے علاج کا تصور حضرت ایوب علیہ السلام کے دور میں سامنے آیا، اسی طرح علم طب میں ایک نئے طرز علاج کا ذریعہ ثابت ہوا، علم طب ترقی کرتا ہوا حضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں علم طب اور علم طبعیات کا بہت چرچا تھا، یونان کے اطباء و حکماء کی طب و حکمت گردوپیش کے ممالک وامصار کے ارباب کمال پر بہت زیادہ اثرانداز تھی، صدیوں سے بڑے بڑے طبیب اور فلسفی اپنی حکمت و دانش اور کمالات طب کا مظاہرہ کر رہے ہیں[3]۔

خالق کائنات نے حضرت عیسی علیہ السلام کو بعض ایسے معجزات عطا فرمائے جن کا تعلق ایسے امراض سے تھا جن کا علاج اس دور میں موجود نہ تھا، مثال کے طور پر نابینا کو بینائی عطا کر دینا، جذام کے مریض کو درست کر دینا۔ پیغمبر خدا نے بطور معجزہ ایسا کیا کہ بغیر کسی دوا کے اور بغیر کسی معالجہ، بغیر کسی سبب کے مادر زاد اندھوں اور جذام کے مریضوں کو اچھا کر دیا لیکن یہ تصور اطباء کو ضرور دیا کہ اس قسم کے لاعلاج امراض کا علاج تلاش کیا جاسکتا ہے اس معجزہ نے فن طب کے ماہرین کو اس بات کی دعوت دی کہ وہ اپنی تحقیق و تجربات کا میدان وسیع کریں اور کئی قسم کے امراض کا علاج تلاش کریں[4]۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اگر پانی سے علاج پر مزید ریسرچ کی جائے تو شاید اور بہت سے امراض کا علاج اس میں مل جائے گا۔

اس حدیث سے بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔

((وكَانَتْ عَائِشَةُ تُحَدِّثُ أَنَّ النَّبِيَّ -ﷺ- قَالَ بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ أَهْرِيقُوا عَلَيَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ ». فَأُجْلِسَ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ -ﷺ- ثُمَّ طَفِقْنَا نَصُبُّ عَلَيْهِ تِلْكَ حَتَّى طَفِقَ يُشِيرُ إِلَيْنَا أَنْ قَدْ فَعَلْتُنَّ ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى النَّاسِ))5

---

[1] فشار خون: خون جسم میں گردش کرتا ہے تو وہ دورانِ گردش رگوں پر دباؤ ڈالتا ہے۔ اِس دباؤ کو فشارِ خون یا خونی دباؤ کہا جاتا ہے۔

[2] ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، **فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ و شریعت کے تناظر میں**، فکر و نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این، 0430-4055، ج50 شمارہ2،

[3] حفظ الرحمان سیوہاروی، **قصص القرآن** (لاہور، پو گریسو بکس، ،ن)، 4/67

[4] ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، **فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ و شریعت کے تناظر میں**، فکر و نظر اسلام آباد ،ج50 شمارہ2

[5] ، **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، **باب اللدود**، ح5384، 5/2160۔

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حجرے میں داخل ہوئے اور آپ کا درد بہت شدید ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر ایسی سات مشکوں کا پانی انڈیلو جن کا منہ کھولا نہ گیا ہو شاید میں لوگوں کو وصیت کروں آپ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ٹب میں بٹھا دیا گیا پھر ہم نے آپ کے اوپر مشکوں سے پانی انڈیلنا شروع کیا حتیٰ کہ آپ نے ہماری طرف اشارہ کرکے فرمایا بس کرو پھر آپ لوگوں کی طرف چلے گئے"۔

پس رحمت العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی پانی سے علاج کیا اور علاج کے لئے معروف طریقوں پر عمل بھی فرمایا۔

((رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ))[1].

"حضرت رافع بن خدریج رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بخار جہنم کی گرمی کی شدت سے ہے، اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔"

جدید طبی تحقیق بھی یہی ہے کہ جب بہت تیز بخار ہو تو مریض کو برف سے ٹھنڈک پہنچائی جائے[2]۔

غزوہ احد میں آپ علیہ السلام کے چہرے، سر اور ہونٹوں پر زخموں کی وجہ سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی ڈھال میں بار بار پانی لاتے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیٹی فاطمہ الزہر رضی اللہ عنہا ان زخموں کو دھوتی رہیں ،اس کی بدولت ان سے سوزش کا امکان کی وجہ سے ہونے والے صدمہ (surgical Shock) کو دور کر دیا جاتا گیا اور بعد کی تکالیف ختم ہو گی[3]۔

پس قرآن کی دعوت کی افادیت یہ معلوم ہوئی کہ قرآن تمام بیماریوں کے واسطے موجب شفاء ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہر (عہد) زمانہ میں اس کی طرف رجوع کرنے والے افراد صحت مند کردار کے حامل بنے۔ عصر حاضر میں بھی اس کے سایہ میں زندگی گزارنے والے اپنے اندر "اخلاقی پاکیزگی" کا وصف رکھتے ہیں۔ یہ بات مشاہدے اور تحقیق سے ثابت شدہ ہے کہ تمام بشری امراض خواہ وہ باطنی، قلبی، یا روحانی ہوں اُن سب کا علاج قرآن میں ہے۔

---

[1] **الجامع الصحیح**، کتاب الطب، باب الحمی من فیح جهنم، ح5394 (بیروت، دار ابن کثیر، الیمامة-الطبعة الثالثة، 1407 – 1987) 5/2163۔

[2] سعیدی، **تبیان القرآن**، 8/341

[3] ڈاکٹر خالد غزنوی، **سانس کی بیماریاں اور علاج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم**، (لاہور، الفیصل ناشران، 2006) ص34

طہارت اور قرآنی سائنسی تفسیر:

اللہ کے پسندیدہ دین میں طہارت کو اساس قرار دیا گیا ہے اور صحت کی حفاظت کے لئے پہلا اُصول بھی طہارت کو قرار دیا گیا ہے، فقہاء اسلام نے اس افادیت کے پیش نظر اپنی اپنی دینی کتب میں طہارت کے ابواب کو پہلے رکھا ہے۔

وضو اور جدید سائنسی حقائق

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿فَاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُواْ بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَينِ﴾[1]

"پس دھولیا کرو اپنے چہروں کو، اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک، اور مسح کر لیا کرو تم اپنے سروں کا، اور (دھولیا کرو تم) اپنے پاؤں کو ٹخنوں تک۔ تو (وضو کے لئے) اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو اور اپنے سروں کا مسح کرو اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں سمیت (دھولو)"۔

اس ضمن میں نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ:

((الطهورُ شطرُ الإيمانِ))[2]

"صفائی ایمان کا لازمی جزو ہے۔ دین اسلام حفاظت صحت اور طبی تدابیر کو فروغ کا سبق دیتا ہے"۔

فضلات خارج ہونے والی جگہ کی طہارت کرنا اسلام کا پہلا اُصول ہے اس کے بغیر طہارت مکمل نہیں ہو سکتی ہے۔

وضو کی افادیت

وضو بہترین اُصولوں میں سے ایک ہے۔ روز مرہ زندگی میں جراثیموں کی وجہ سے بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، یہ جراثیم ہوا زمین اور ہماری استعمال کی چیزوں میں بکثرت پائے جاتے ہیں ہمارا جسم کی جلد اللہ نے

---

[1] المائدہ:5 /6

[2] صحیح مسلم، کتاب الطہارت، باب فضل الوضوء، ح230، 1/ 203

اس حکمت سے بنائی ہے کہ یہ اس میں نہیں جاتے ہیں۔ البتہ منہ اور ناک اور زخمی حصہ ہر وقت ان جراثیم کی زد میں رہتا ہے۔

اسلام کی عالم گیر دعوت ان کو دھونے کا امر دیتی ہے۔ سانس اور اور مختلف کھانوں کے ساتھ جراثیم باڈی میں داخل ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ گلے کی طہارت کے لئے غرارہ کرنے کا امر ہے۔ جبکہ ناک کے اندر ہڈی تک پانی سے تر کرنے کا امر ہے۔ پھر چہرے کو تین مرتبہ دھونے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس سے مسلسل آنکھوں پر پانی پڑتا رہتا ہے جس سے امراض چشم کا خاتمہ ہوتا ہے۔ وضو کرنے سے کثیر تعداد میں امراض کا علاج خود ہی ہو جاتا ہے، جن کا ہمیں تصور نہیں ہوتا۔ پاکیزگی کے ابواب میں معاصر میڈیکل سائنس جن تصورات کو واضح کرتی ہے، شریعت مطہرہ نے عملاً تصور طہارت میں سمو دیا ہے[1]۔

رفع حاجت اور طہارت کے سائنسی فوائد

جدید دور میں اہل مغرب اور اور جدید لادینی ذہنیت نے قدرتی (فطری) اُصول طہارت کو ترک کر کے ٹیشو کے استعمال کو اپنایا جس سے کئی خرابیوں نے جنم لیا، جدید میڈیکل سائنس کی ریسرچ کے مطابق "بشری تقاضا" کے بعد پاکیزگی کے واسطے ماء (پانی) کے بجائے فقط کاغذ کے استعمال سے "PILONIDAL SINUS"[2] ہو جاتا ہے۔[3]

وضو صحت انسانی کے لئے زرین اصول ہے۔ جو جراثیم نہیں دیکھے جاسکتے ہیں ان کے لئے بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ لاتعداد بیماریاں موذی جراثیم سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ مہلک جراثیم ہمارے گردونواح میں بکثرت پائے جاتے ہیں حتی کہ ہوا، زمین اور روز مرہ کی چیزوں میں بھی بکثرت ہوتے ہیں۔

اگر رفع حاجت کے بعد پاکی پانی سے حاصل کی جائے تو ان ہلاک کرنے والی بیماریوں سے بچا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جراثیم کے لئے انسانی جسم کو ایک محفوظ قلعہ بنایا ہے۔ لیکن ہماری جلد کو اللہ نے قدرت کاملہ نے اس اپنی کرشمہ سازی سے بنایا ہے کہ جراثیم اسے کے ذریعے سے بدن میں داخل نہیں ہوسکتے ہیں۔ البتہ جسم کے حصے، ناک

[1] قادری، **اسلام اور جدید سائنس**، 5 / 579

[2] یہ ایک بادار پھوڑا ہے جو پاخانے کی جگہ کے قریب ہو جاتا ہے اور اس کا علاج آپریشن کے بغیر ممکن نہیں۔

[3] القادری، **اسلام اور جدید سائنس**، 5 / 578

اور منہ سے جراثیم اس میں جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وضو کے ذریعے سے ان کو دھونے کا حکم دیا اور ساتھ ہر اس حصے کو جس جو کپڑے سے ڈھانپا ہوا نہیں ہے پانچ مرتبہ دھونے کا حکم دیا ہے۔

کم کھانے کے قرآنی سائنسی اکتشافات

قرآنِ حکیم اسرف و تبذیر سے بچ کر اعتدال والی خوراک کی طرف دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں فرماتے ہیں : ﴿كُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾[1]

"کھاؤ پیو، پر حد سے نہیں بڑھنا، کہ بیشک وہ (وحدہ لاشریک) پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو"۔

زیادہ کھانا، ذیابیطس جیسی مہلک بیماری کا سبب بنتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے، زیادہ کھانے کی وجہ سے لبلبے کو زیادہ کام کرنا پڑتا ہے اور وہ ایسا کرنے سے تھک جاتا ہے، اور ایک وقت ایسا آتا ہے وہ کام کرنا ہی چھوڑ دیتا ہے۔ "انسولین" کی کمی کی ایک وجہ زیادہ خوراک ہے۔ ذیابیطس" اُم الامراض" ہے وہ جس جسم میں ہو گی وہاں پر بڑے امراض بلڈ پریشر، فالج اور دل کی بیماریاں کے بڑھ جانے کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے[2]۔

بہت زیادہ بڑے کھانے اور بہت زیادہ "کلیلوریز" اور چکنائیوں والی خوراک صحت کے لئے نقصان دہ ہونے کے ساتھ ساتھ دل کی بیماریوں اور دیگر بے شمار مہلک بیماریوں مثلا انفشار خون اور شوگر کا سبب بھی بنتا ہے۔ اس لئے قرآن نے بھوک لگنے پر متوازن غذا کھانا کھانے کی تعلیم دی ہے۔

سفید گوشت اور قرآنی حقائق

پرندوں اور مچھلی کے لحم میں چکنائی اور کولیسٹرول کم ہوتا ہے اسی وجہ سے قرآن و سنت نے اس کی کھانے تعلیمات دی ۔ قرآن مجید نے پرندے کا گوشت کو جنت کی خوراک کہا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ﴾[3]

"اور ان پرندوں کا گوشت بھی جس کی وہ خواہش کریں گے"۔

---

[1] الاعراف:7/31

[2] قادری، اسلام اور جدید سائنس، ج5، ص594

[3] الواقعہ:56/ 21

اور یہ حقیقت ہے کہ پرندوں کا گوشت انسان کے لئے ایک مرغوب غذا ہے۔امام بغوی اس آیت کی تفسیر ابن عباس کے حوالے سے ارشاد فرماتے ہیں:

((قال ابن عباس يخطر على قلبه لحم الطير فيصير ممثلا بين يديه على ما اشتهى ويقال إنه يقع على صحفة الرجل فيأكل منه ما يشتهي ثم يطير فيذهب-))[1]

"حضرت ابن عباس نے فرمایا: جونہی جنتی کے دل میں کسی پرندے کے گوشت کا خیال گزرے گا 'فوراً وہ پرندہ جنتی کی خواہش کے موافق مجسم اس کے سامنے آپڑے گا"۔

انسان کی صحت کے لیے گوشت مفید ہے۔جن جانداروں کا لحم (گوشت) جسم انسانی کے لئے مضر ہے، قرآن نے ان کو مکمل ممنوع قرار دیا، اور جن جانوروں کا گوشت نسبتاً کم غیر مفید تھا اُس کا استعمال تو جائز رکھا مگر اُسے ناپسند کیا۔جو لحم انسانی صحت کے لئے مفید ہے اس کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے۔اگرچہ اسلام نے چھوٹے اور بڑے گوشت دونوں کو حلال اور جائز کہا ہے، لیکن "سفید لحم" (پرندوں اور مچھلی کا گوشت) کو فوقیت دی گئی ہے، وہ اس وجہ سے کہ اُس میں چکنائی نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔اس سے قلب کے عارضہ کے لئے کسی نقصان کا سبب نہیں بناتا ہے "پرندوں کا گوشت لذت، غذائیت اور قوت تینوں اعتبار سے چوپایوں کے گوشت سے اعلیٰ اور عمدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا بالخصوص پرندوں کے گوشت کا ذکر کیا گیا[2]۔

قرآن کی دعوت کی آفاقیت اور فوقیت ثابت کرتی ہے کہ قرآن نہ سائنس کے مخالف ہے اور نہ سائنس ہی حقائق قرآن کے خلاف ہے بلکہ موجودہ سائنس تو قرآن مجید کے بیان کی تائید وتوثیق کرتی ہے.

قرآن کریم میں زیتون اور انجیر کی افادیت اور جدید سائنس

زیتون کا پھل سبز اور سیاہ دو رنگ کا ہوتا ہے۔یہ فلسطین 'عرب 'ایران اور جنوبی یورپ میں پیدا ہوتا ہے ' زیتون کا تیل بہت مفید ہے۔زیتون کی معنویت اس بات سے واضح ہوتی ہے کہ خالق کائنات نے اس کی قسم کھائی ہے۔

﴿وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ﴾[3] "انجیر و زیتون کی قسم"[1]

---

[1] البغوي، **معالم التنزيل**،(دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة: الرابعة، 1417ھ - 1997م)8/10

[2] کیلانی، **تیسیر القرآن**، 4/ 359

[3] التین:95/ 1

﴿يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ﴾[2]

"وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی"۔

زیتون وہ درخت ہے جو دنیا میں سب سے پہلے اگایا گیا اور یہی درخت طوفان نوح کے بعد سب سے پہلے اگا۔ یہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کے مقامات پر اگایا گیا ہے اور ارض مقدسہ میں اس کے لئے ستر انبیاء (علیہم السلام) نے برکت کی دعا کی[3]۔

اس مضمون کی معنویت واہمیت یہ ہے کہ زیتون کا وہ درخت جس پر زیادہ سے زیادہ دھوپ پڑتی ہو اور مشرق ومغرب دونوں سمتوں سے پڑتی ہو 'اس کے پھلوں کا روغن بہت صاف 'شفاف اور اعلیٰ معیار کا ہوتا ہے[4]۔

زیتون کی افادیت کو رسول اللہ ﷺ نے یوں بیان کیا:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ))[5]

"حضرت عمر روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "تم زیتون کے تیل کو کھاؤ اور اُس کا استعمال بیرونی بدن پر بھی کرو کیونکہ وہ مبارک درخت سے ہے"۔

احمد بن محمد بن ابراہیم الثعلبي النيسابوري، الكشف والبيان میں اپنی سند کے ساتھ اس رویت کو بیان کرتے ہیں:

((أنه أهدي لرسول الله ﷺ طبق من تين فأكل منه وقال لأصحابه كلوا فلو قلت : إن فاكهة نزلت من الجنة لقلت هذه لأن فاكهة الجنة بلا عجم فكلوه فإنه يقطع البواسير وينفع من النقرس))[6]

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی (ﷺ) کی خدمت میں انجیر کا ایک تھالی ہدیہ کیا گیا، آپ نے اس میں سے انجیر کھائیں اور اپنے اصحاب سے فرمایا: کھاؤ، پھر آپ نے فرمایا: اگر میں یہ کہوں کہ یہ

---

[1] انجیر یونان، فلسطین اور اسپین، ترکی، اور جنوبی فرانس میں پیدا ہوتا ہے اور وہیں سے درآمد کیا جاتا ہے۔ زیتون یہ زیادہ تر بحیرہ روم کے ساحلی ملکوں میں پیدا ہوتا ہے ز(محمد لقمان سلفی، تفسیر تیسیر الرحمن لبیان القرآن،2000ء)

[2] النور:24/35

[3] سعیدی، **تبیان القرآن**،8/142

[4] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**،5/215

[5] **سنن الترمذي**، كتاب الأطعمة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب ماجاء في أكل الزيت، ح1851، 4 /154

[6] أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري، **الكشف والبيان** (بيروت، دار إحياء التراث العربي-لبنان الطبعة: الأولى1422ه- - 2002م) 7،/361

پھل جنت سے نازل ہوا ہے تو کہہ سکتا ہوں، کیونکہ جنت کے پھل بغیر گٹھلی کے ہوتے ہیں، اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور (نقرس) گھٹیا[1] کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے[2]"۔

اس طرح آپ علیہ السلام نے زیتون کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

((كلوا الزيت وادهنوا به ، فإن فيه شفاء من سبعين داء منها الجذام))[3]

"تم زیتون کا تیل کو کھاؤ اور اُس کا استعمال بیرونی جسم پر بھی کرو، اس میں شفاء ہے ستر امراض کی اس میں سے ایک جذام ہے"۔

امام ناصر الدین أبو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد البیضاوي زیتون کی منعویت کی تفسیر یوں کرتے ہیں۔

"لا فصل له وغذاء لطيف سريع الهضم ، ودواء كثير النفع فإنه يلين الطبع ويحلل البلغم ويطهر الكليتين ، ويزيل رمل المثانة ويفتح سدد الكبد والطحال ، ويسمن البدن وفي الحديث " أنه يقطع البواسير وينفع من النقرس"۔[4]

"اس میں فضلہ اور فالتو مادہ نہیں ہوتا، اس میں لطیف غذائیت ہوتی ہے، یہ زود ہضم ہے، نفع آور دوا ہے، طبیعت کو نرم کرتا ہے، بلغم کو تحلیل کرتا ہے، گردوں کو صاف کرتا ہے، مثانہ کی پتھری کو توڑتا ہے، جگر اور تلی کے سدوں کو کھولتا ہے اور بدن کو فربہ کرتا ہے اور حدیث میں ہے یہ بواسیر کو قطع کرتا ہے اور گٹھیا کے درد میں فائدہ پہنچاتا ہے"۔

زیتون کے پھل کو "زیتونہ" کہاجاتاہے اور تیل کو زیت پھر زیت کا اطلاق ہر قسم کے تیل پر ہونے لگا[5]"۔

ابن قیم الجوزی[6] "تین" کی افادیت یوں بیان کرتے ہیں:

---

[1] نقرس (گٹھیا) ایک مشہور بیماری ہے جو پیر کے چھوٹے جوڑوں میں ہوتی ہے، اس کی صورت ورم کی ہوتی ہے، جو ٹخنوں اور پیروں کی انگلیوں کے جوڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔(ابن قیم، طب نبوی، مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی، (لاہور، مکتبہ محمدیہ، فروری 2008ء) ص 257

[2] اس حدیث کو امام ابو نعیم نے 'طب'' میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔(حاشیہ الکشاف ج ٤ ص 778)

[3] امام جلال الدین عبد الرحمن بن أبي بکر السیوطي، **الجامع الصغیر في أحادیث البشیر النذیر**، ح6393، 3/291

[4] ناصر الدین أبو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد البیضاوي، **أنوار التنزیل وأسرار التأویل**، (دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1417ھ) 5/ 407

[5] کیلانی، **تفسیر تیسیر القرآن**، 4/663

[6] ابن قيم والجوزية، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين (المتوفى : 751ه-، **زاد المعاد في هدي خير العباد**: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان، الطبعة : الثالثة، 1406ه-/1986م) 4/292

محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (، **الطب النبوي** (لبنان، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة: الأولى، 1410ه-/1990م) 1/224

"وأجوده: الأبيض الناضج القشر،ويُؤمِّن من السُّموم،وهو أغْذَى من جميع الفواكه- ويَغذُو البدن غِذاءً جيداً"۔"قال "جالينوسُ": وَإِذَا أُكِلَ مَعَ الْجَوْزِ وَالسّذَابِ قَبْلَ أَخْذِ السّمّ الْقَاتِلِ نَفَعَ وَحَفِظَ مِنْ الضّرَرِ [1]"۔

عمدہ قسم کی انجیر پختہ سفید چھلکے والی ہوتی ہے، ہر قسم کے زہر میں مفید ہے، اسمیں تمام پھلوں سے زیادہ غذائیت پائی جاتی ہے، اور بدن کو شاداب بناتی ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا ہے زیتون بالوں کو سفید ہونے سے روکتاہے، حکیم جالینوس نے لکھاہے کہ اگر زہر قاتل کے استعمال سے پہلے اخروٹ اور سداب [2] کے ساتھ اس کو استعمال کرلیں تو زہر سے نجات ہوتی ہے اور نفع بھی پہنچتاہے"۔

انجیر کے افادیت ہے کہ رگوں میں جو فاسد مادے جمع ہوجاتے ہیں انجیر کے ذریعے وہ تحلیل ہوجاتے ہیں۔ بلغمی مادہ جمع ہوجائے تو فالج ہوجاتاہے۔ اس کو بھی خارج کرتاہے۔ خون کو صاف کرتاہے، جوڑوں کے دردوں کے لیے بطور علاج کے استعمال ہوتاہے۔ یہ تجربے سے ثابت ہے اور دوسرے دردوں کے لیے بھی مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت سے فائدے رکھے ہیں تازہ ہو یا خشک۔ بعض دفعہ ہاتھوں اور پاؤں میں ایسا درد ہوتاہے کہ ہاتھ پاؤں ٹیڑھے ہوجاتے ہیں جس کو گنٹھیا کہتے ہیں۔ اس کے علاج کے لیے حکیم حضرات مستقل طور پر انجیر استعمال کرتے ہیں۔

زیتون کی افادیت اور جدید سائنسی تحقیق

چودہ سوسال گزرنے کے بعد جدید طب نے ثابت کیاہے کہ جمنے والی چیزیں جیسے بناسپتی گھی وغیرہ کی جگہ تیل کا استعمال کیاجائے، تاکہ انسانی جسم میں کولیسٹرول کو کنٹرول کیاجاسکے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے چودہ سوسال پہلے اس کی افادیت ومعنویت کے طرف دعوت دی تھی۔ عصر حاضر میں زیتون پر یہ ریسرچ ہوچکی کہ دل کی

شمس الدین ابو عبداللہ محمد ابی بکر ابن القیم الجوزیہ، زرعی، دمشقی، 691ھ میں پیدا ہوئے آپ مفسر قرآن، علم نحو، اور فن کلام کے استاد تھے۔ 13رجب المتوفی: 751ھ- کو وفات پائی، آپ کی تصانیفات میں سے زاد المعاد، اعلام الموقعین، حاوی الارواح، الطریق الحکمیہ، زاد المسافرین، ہیں (طب نبوی، مترجم حکیم عزیز الرحمن اعظمی، (لاہور، مکتبہ محمدیہ، فروری2008ء)

[1] ابن قیم الجوزیۃ، **الطب النبوي**،1/ 376

[2] سداب: ایک سبز رنگ مائل بہ نیلگوں پوداہے۔ جس سے تیز خوشبو کی لپٹ نکلتی ہے، اس کے پتے بیضوری شکل کے پر کی طرح نقطہ دار ہوتے ہیں، ستاروں کے شکل کے پھول جولائی اور اگست میں آتے ہیں رنگ زرد مائل بہ سبز ہوتاہے۔(ابن قیم، طب نبوی، ص357)

بیماریوں، انجائنا، بلڈ پریشر اور امراض سینہ تیل مفید ہے۔یہی ایک خاص وجہ کہ ملک اٹلی میں امراض قلب کے مریض انتہائی قلیل ہیں اس کی وجہ وہاں کے رہنے والے مکھن اور گھی کے بجائے زیتون کا استعمال زیادہ ہے[1]۔
زیتون کے تیل میں اگر کوئی چیز بنالی جائے تو وہ شدید گرمیوں میں بھی خراب نہیں ہوتی اور کئی کئی دن ترو تازہ رہتی ہے۔غذائیت اور افادیت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے[2]۔

زیتون دردوں کے لیے مالش کے طور پر مفید ہے۔ ہمارے ہاں چوں کہ رواج نہیں ہے اور مہنگا بھی ہے ور ہم گھی کھانے کے عادی ہیں اس لیے ہمیں اس کا ذائقہ اچھا نہیں لگتا ورنہ دیسی گھی سے یہ بہت اچھا ہے۔ لیکن آج نہ تو لوگوں کے اندر یقین رہا ہے اور نہ اس کی طرف توجہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ان سادہ دیسی علاجوں میں بڑا اثر رکھا ہے۔

قرآن مجید نے اُمی دور میں بہت سے سائنسی حقائق ایسی درستگی اور صحت کے ساتھ پیش کیے کہ کوئی بھی سلیم عقل انسان یہ بات تسلیم کرنے سے گریز نہیں کرتا کہ یہ کلام اللہ کی ذات ہی سے صادر ہو سکتا ہے۔

شہد کے سائنسی شواہد اور قرآنی حقائق

شہد ایسی غذا اور دوا ہے جو پوری دُنیا میں معروف ہے۔ شہد چونکہ بیشمار پھولوں اور پھلوں کا خلاصہ ہے، جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی بیماری کا علاج ہے، شہد کی مکھی پھولوں سے رس چوس کر پھر اس سے اپنے جسم کے اندر شہد بنا کر موم کے چھوٹے چھوٹے خانوں میں جمع کر دیتی ہے۔ عسل مختلف الوان ہوتا ہے۔زرد، سفید جس قسم کے پھلوں اور ثمر کا رس شہد کی مکھی چوستی ہے، اس کی مناسبت سے ذائقہ، رنگ، اور میڈیکل (طبی) خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔

شہد صحت کے لئے مفید اور بہترین نسخہ ہے۔رب تعالیٰ نے جملہ ضروریات کو جمع کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ

﴿وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ثُمَّ كُلِي مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[3]

---

[1] قادری، **اسلام اور جدید سائنس**، ص 601

[2] پروفیسر ڈاکٹر شہراز ایم اے بٹ، **شہد سے اپنا علاج خود کیجئے**، (لاہور، زاہد بشیر پریس، 2012ء) ص 72

[3] النحل: 16/ 68-69

"اور (دیکھو کس طرح) تمہارے رب نے شہد کی مکھی کی جی میں یہ بات ڈال دی، کہ وہ پہاڑوں میں، اور درختوں میں اور اونچے چھپروں میں گھر بنائے۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے اپنی خوراک حاصل کر، پھر ان راستوں پر چل جو تیرے رب نے تیرے لیے آسان بنا دیے ہیں۔ (سو اس کے نتیجے میں) اس کے پیٹ سے پینے کی ایک ایسی (عظیم الشان) چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اور اس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے، بلاشبہ اس میں بڑی بھاری نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں"۔

آیت میں " ثمرات " کا لفظ گُلوں اور زمینی پیدوار و خوراک کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جڑی بوٹیوں، پھلوں اور پھولوں کا رس جو مکھیاں چوستی ہے۔ یہ اس کے بطن میں ایک جگہ (ایک مخصوص تھیلی) میں اکھٹا ہو جاتا ہے ۔اس کے بعد یہ تدریجاً شہد میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے وہ اُلٹ کر (اُگل) مسدس خانوں میں ڈال دیتی ہے۔ ایک پونڈ (453 گرام) کی تیاری پر مکھی کو چالیس ہزار میل کا سفر طے کرنا ہوتا ہے۔ ایک چھتے میں تقریبا بیس سے اسی ہزار تک مکھیاں ہوتی ہیں۔[1]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ﴾[2] "اُس میں لوگوں کے لئے شفاء ہے"۔

شہد کی قرآنی دعوت کے تناظر میں جدید سائنسی افادیت و معنویت کے بارے میں مفسر عبد السلام بھٹوی تحریر کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت شہد میں لذت بھی ہے اور شفا بھی۔ اس کی ایک افادیت یہ بھی ہے کہ وہ نمی کو جذب کرتا ہے اور اس میں جراثیم زندہ نہیں رہ سکتے، اس لیے زخم اور پھوڑے پر لگانے سے وہ درست ہو جاتا ہے۔ آنکھوں اور پیٹ کی بیماریوں کا علاج ہے، رسول اللہ (ﷺ) کے اسہال (دستوں) کے مریض کو بار بار شہد پلانے اور آخر کار اس کے تندرست ہونے میں حقیقت یہ ہے[3]"۔

پس آیت کے آخری حصہ میں شہد کی مکھی کے احوال سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور وحدانیت میں غور و فکر کرنے دعوت دی گئی ہے۔

سورہ محمد میں اللہ تعالیٰ شہد کی افادیت کو اہل جنت کے لئے یوں بیان فرما رہے ہیں:

---

[1] ملک بشیر احمد، **پاکیزہ شہد، پاکیزہ زندگی**، لاہور ہدی اکیڈمی سٹریٹ 43 گلزیب کالونی سمن آباد، ص 68

[2] النحل: 69/16

[3] بھٹوی، **تفسیر القرآن العظیم**، 399/2

﴿وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى﴾ [1] "پاکیزہ شہد کی نہریں بھی ہوں گی"۔

شہد سردیوں میں جم بھی جاتا ہے۔ شہد جو ہر شکر ہے جو ایک خاص قسم کی مکھی سے حاصل ہوتا ہے اور باعتبار قانون اور مکافات کے کبھی جما ہوا ہوتا ہے اور کبھی پتلا، کبھی سفید اور کبھی زردی مائل، ہوتا ہے۔[2]

عسل (شہد) ایک مفید اور خوش خوراک ہونے کے علاوہ مختلف امراض کے لئے آزمودہ نسخہ کیمیا ہے۔ معاصر طبی ریسرچ کی رو سے شہد میں مختلف قسم کے وٹامن اور معدنیات پائی جاتی ہیں۔ گویا شہد ایک اچھا خاصا ٹانک بھی ہے۔

اسی طرح حدیث میں اس کی افادیت یوں بیان ہوئی ہے۔

((عن عبد الله ﷺ قال : قال النبي صلى الله عليه و سلم : عليكم بالشفائين العسل و القرآن))3

"حضرت عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تم پر دو علاج ضروری ہیں شہد اور قرآن کریم"۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث بھی ہے۔

((عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي عَنْ الْكَيِّ)) [4]

نیز عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا" تین اشیاء میں علاج ہے، (اول) شہد پینے میں اور آگ سے داغنے میں مگر میں اپنی اُمت کو داغنے سے منع کرتا ہوں[5]۔

شہد صحت کے مفید اشیاء میں سے ایک اہم دوا کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ اس سے بہت سی بیماریوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ کے ایک صحابی کو ایک موزی مرض ہو گیا۔

---

[1] محمد:47/15

[2] داکٹر خالد غزنوی، **طب نبوی اور جدید سائنس**، ص177

[3] النيسابوري، محمد بن عبد الله أبو عبد الله الحاكم، **المستدرك على الصحيحين، كتاب الطب**، ح8225 (بیروت، دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى، 1411 - 1990) 4/ 447

[4] **صحیح، بخاری**، کتاب الطب، باب الشفاء فی ثلاثۃ، ح5681، ج5، ص2152

[5] امام البانی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ الالبانی، 3/145)

ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول نے فرمایا:

((أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ قَدْ فَعَلْتُ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ اسْقِهِ عَسَلًا فَسَقَاهُ فَبَرَأَ))[1]

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، ایک شخص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، کہنے لگا میرے بھائی کا پیٹ خراب ہو گیا ہے (دست آ رہے ہیں)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو شہد پلا، وہ پھر دوسری مرتبہ آیا اپ نے فرمایا: شہد پلا، (تیسری بار) آیا (اور کہنے لگا میں نے شہد پلایا مگر فائدہ نہ ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہد پلا، وہ پھر آ کر کہنے لگا یا رسول میں پھر وہی کروں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ سچ فرماتا ہے (کہ شہد میں شفا ہے) اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے (جس کو دوا فائدہ نہیں دیتی) اس کو شہد پلا، اس نے پھر شہد پلایا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔

اس طرح حدیث میں ہے۔

((عن عَائِشَةَ ، كَانَ النَّبِيُّ عليه السلام يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ))2

"حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شرینی اور شہد بہت پسند تھا[3]"۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

((الْعَسَلُ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ، وَالْقُرْآنُ شِفَاءٌ لِمَا فِي الصُّدُورِ[4].

عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءَيْنِ الْقُرْآنِ وَالْعَسَلِ))[5]

شہد ہر بیماری سے شفایابی کے لئے ہے اور قرآن سینوں کی بیماریاں دور کرتا ہے۔ تمہارے لیے (اللہ کی طرف) دو چیزوں میں شفا ہے۔ ایک قرآن میں دوسرے شہد میں۔

شہد کی افادیت کو بیان کرتے ہوئے ابو ھریرہ روایت کرتے ہیں۔

((عن أبي هريرة قال قال رسول الله ﷺ مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِنَ الْبَلَاءِ))[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح5360، 5/2152

[2] ، صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل، ح5358، 5/2152

[3] امام ترمذی نے کہا، ھذا حدیث حسن صحیح غریب (شرح البخاري لابن بطال، 17/494)

[4] أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي، مصنف ابن أبي شيبة، (159 - 235ھ-)، ح30643، (مكتبة الرشد–الرياض الطبعة الأولى، 1409) 10/485

[5] سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العسل، ح3452، 2/1142

"ابو ھریرہ (عبد الرحمن بن صخر) سے مروی ہے، کہ اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص ہر مہینے تین یوم صبح کے وقت شہد چاٹا کرے گا، اسے کوئی بھی بلائے عظیم ایذا نہیں دے سکتی، یعنی کوئی بڑا مرض لاحق نہیں ہو سکتی"۔[1]

قرآنی آیات مبارکہ اور جگہ جگہ حدیث مبارکہ کی دعوت سے جدید عصری دور میں بھی شہد کی شفاء بخش قوت کی توثیق ہوتی ہے۔ جسمانی قوتیں بحال کرنی ہوں یا امراض کا علاج کرنا ہو شہد کا استعمال شفاء اور برکت کا باعث ہے۔

انسان کے علم میں صرف دو سو سال قبل یہ بات آئی کہ شہد کی مکھی کے پیٹ سے نکلتا ہے۔ مگر قرآن نے اس کے بارے میں دعوت 1400 برس قبل بتادی تھی۔ قرآن مجید میں شہد کی مکھی سے خصوصیت کے ساتھ اس لیے دعوت دی گی ہے کہ شہد کی مکھی کے گھر بنانے میں عجیب و غریب دقائق ہیں اور شہد میں بہت زیادہ منافع ہیں۔

ایک زمانے تک یہ سمجھا جاتا تھا شہد کا ایک رنگ ہوتا ہے، ایک زمانے تک پوری حیاتیاتی دنیا یہی سمجھتی رہی لیکن بیسویں صدی کے وسط میں ایک ماہر حیات "کیٹ لووَل (kate lovell) نے ایک عرصے کے مطالعہ و تحقیق کے بعد انکشاف کیا کہ شہد میں ان گنت رنگ ہوتے ہیں۔ اس کے مطابق یہ بالکل ایک نئی دریافت تھی۔ لیکن جب قرآن کی اس آیت کی دعوت کو پڑھا تو اس کی آنکھیں ورطہ حیرت میں ڈوب گئی۔

﴿يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[2]

"ان کے پیٹوں سے پینے کی ایک شے (شہد) اس میں رنگ مختلف ہوتے ہیں، لوگوں کے لئے اس میں شفاء ہے یقیناً اس میں علامت (نشانی) ہے ایسے لوگوں کے لیے جو غور و فکر کرتے ہیں"۔

قرآن کی اس دعوت سے انسان یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پھل یا مویشی یا جاندار پیدا کیے ہیں۔ ان سب کے ماحصل سے انسان ہی فائدہ اٹھاتا ہے۔ پھر اللہ کی ان معجز نما قدرتوں میں بھی غور و فکر کرے کہ یہ مویشی یا مکھیاں وغیرہ جن محیر العقول طریقوں سے انسان کو یہ چیزیں فراہم کرتی ہیں ان میں انسان کے غور و فکر کے لیے بڑا وسیع میدان موجود ہے۔ اصل میں 'يَتَفَكَّرُونَ' کا لفظ آیا ہے۔ اس سے پہلے اسی مقصد سے 'يَسْمَعُونَ' اور 'يَعْقِلُونَ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی سنتے ہیں، عقل سے کام لیتے ہیں اور تدبر و تفکر کرتے ہیں۔

---

[1] سنن ابن ماجہ، کتاب الطب، باب العسل، ح3450، ج2، ص1142

[2] نحل:16/69

پس سائنسی تجربات سے ثابت ہوا کہ شہد، عسل، النحل بڑی بڑی قدرتی غذاؤں میں سے ایک ہے جو انسانی صحت کے لئے ایک بہترین غذا ہے۔ یہ انسان کو کئی اقسام کے حیاتین فراہم کرتی ہے، اور انسان کو طاقت اور توانائی میسر آتی ہے، ضعیف عمری میں قوت بخشتی ہے۔ جب اعضائے رئیسہ کمزور ہوں تو ان میں طاقت کی نئی روح پھونکتی ہے۔ سائنس جوں جوں چشم انسانی کے حجابات اُٹھاتی جارہی ہے قرآنی حقیقتیں توں توں بے نقاب ہو کر سامنے آتی جارہی ہیں۔

قرآنی تعلیمات اور کھجور کی معاصر سائنسی تحقیق

پھلوں میں یوں تو انگور، انجیر، انار اور زیتون کا تذکرہ قرآن مجید میں کئی بار بار آیا ہے لیکن کھجور کا حوالہ سب سے زیادہ دیا گیا ہے۔ کھجور کے لئے قرآن مجید میں "رطب اور نَخل، نَخِیل نَخْلَة "کے ناموں سے بیس مرتبہ دعوت دی گئی ہے[1]۔ مختلف ناموں کے حوالے سے کھجور کا ذکر قرآن حکیم میں اٹھائیس بار ہوا ہے۔ احادیث میں ان کے آٹھ نام آئے ہیں۔ اور اس کے گچھوں کے لئے "دوال" کا نام آیا ہے۔ اگر کھجور کو پانی میں بھگو کر رکھیں اور اس سے پانی میٹھا ہو جاتا ہے اس کو "نبیذ تمر" کہا جاتا ہے۔ یہ جنس کے لحاظ سے مونث ومذکر دونوں آتا ہے"۔ النخل " مصدر کے معنی چھلنی سے آٹا چھاننے کے ہیں اور انتخلت الشئی کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینے کے ہیں[2]۔

﴿ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ انْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ﴾[3]

"اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے ہیں، اور ہم نے انگوروں کے باغ اگائے، اور زیتون اور رومان (انار)، جو آپس میں ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی، تم دیکھو ان میں سے ہر ایک کے پھل کی طرف جب کہ وہ وہ پھل لاتا ہے اور اس کے

---

[1] قرآن مجید میں کھجور کا تذکرہ: 1۔ البقرہ، آیت: ٢٦٦ ۔2۔ الانعام، آیت: ١٠٠ ۔ 3۔ الانعام، آیت: ١٤٢، 4۔ الرعد، آیت: ٤ ۔5۔ النحل، آیت: ١١، ١٠ ۔ 6۔ النحل، آیت: ٦٧ ۔7۔ بنی اسرائیل، آیت: ٩١، ٩٠ ۔8۔ الکھف، آیت: ٣٢ ۔9۔ مریم، آیت: ٢٣ ۔10۔ مریم، آیت: ٢٥، ٢٤، 11۔ طٰہٰ، آیت: ٧١ 12۔ المؤمنون:، آیت: ١٩، 13۔ الشعراء، آیت: ١٤٨، 14۔ یٰسٓ، آیت: ٣٥، ٣٣ ١٥۔ 15۔ قٓ، آیت: ١٠، 16۔ القمر، آیت: ٢٠، ١٨، 17۔ الرحمن، آیت: ١١، ١٠، 18۔ الرحمن، آیت: ٦٩، ٦٨، 19۔ الحاقۃ، آیت: ٧، ٦، 20 عبس، آیت: ٣٢، ٢٤

[2] اصفہانی، **مفردات غریب القرآن**، 1/486

[3] الانعام: 6/99

پکنے کی طرف جب کہ وہ پھل لاتا ہے اور اس کے پکنے کی طرف جب کہ وہ پکتا ہے بیشک ان چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کیلئے جو ایمان رکھتے ہیں"۔

یقیناً ان سب چیزوں پر نگاہ عبرت انسان کو دعوت دیتی ہے کہ وہ ان کو پیدا کرنے والے کی عظیم قدرت پر ایمان لے آئے۔

﴿أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا﴾[1].

"یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو"۔

کھجور کا ذکر قرآن میں ہونے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے سے ان کی خصوصیتوں کا سمجھنا ایک علمی و دینی ضرورت بن گئی ہے۔ کھجور کا استعمال ایک مکمل غذا بھی ہے اور اچھی صحت کے لیے ایک لاجواب ٹانک بھی۔

طب نبوی میں کھجور کی بڑی افادیت بیان کی گئی ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے درختوں میں سے اس درخت کو مسلمان کہا، کیونکہ یہ صابر، شاکر اور خدا کی طرف سے برکت والا ہے[2]۔

((عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَوَقَعَ فِي نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هِيَ النَّخْلَةُ))[3]

"حضرت عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے۔ مجھے بتاؤ 'وہ کون سا درخت ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف گیا 'حضرت عبد اللہ نے کہا میرا ذہن کھجور کے درخت کی طرف گیا' لیکن مجھے (بڑے لوگوں کے سامنے بولنے سے) شرم آئی۔ پھر لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! بتایئے! وہ کون سا درخت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے 'میں نے حضرت عمر سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا اگر تم اس وقت یہ بتا دیتے کہ یہ کھجور کا درخت ہے تو مجھے یہ فلاں فلاں چیز سے زیادہ محبوب ہوتا[4]"۔

---

[1] اسراء:17/91

[2] ڈاکٹر خالد، **طب نبوی اور جدید سائنس**، ص239

[3] **الجامع الصحیح**، کتاب صفات المنافقین واَحکامھم، باب مثل المومن مثل النخلة ح 61،1/23

[4] امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ ھٰذا حدیثٌ متّفقٌ علٰی صحّتِہٖ، (شرح السنہ للبغوی، ج1/128)

((أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -ﷺ- قَالَ « إِنَّ فِى عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ.)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ اس عظیم کھجور عجوہ میں ہر بیماری سے شفاہے اور اگر اسے نہار منہ کھایا جائے تو یہ زہروں سے تریاق ہے"۔

((الْعَجْوَةُ مِنَ الجَنَّةِ وَفِيهَا شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ ، وَالْكَمْأَةُ مِنَ المَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ وَالْكَبْشُ الْعَرَبِيُّ الأَسْوَدُ شِفَاءٌ مِنْ عِرْقِ النَّسَا يُؤْكَلُ مِنْ لَحْمِهِ وَيُحْسَى مِنْ مَرَقِهِ)) [2]

"عجوہ کھجور جنت سے ہے،اس میں زہروں سے شفاہے۔ کھنبی من کا حصہ تھی اور اسکے پانی میں آنکھوں کی بیماریوں سے شفاہے۔ عربی دنبہ جو کہ سیاہ رنگ کا ہو اس میں عرق النساء سے شفاء ہے،اس کا گوشت کھایا جائے اور یخنی پی جائے [3]"

ابو ھریرہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

((اکل التمر امان من القولنج)) [4]

"کھجور کھانے سے قولنج نہیں ہوتا"۔

((عَن سعد ، قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا ، أَتَانِي رَسُولُ الله ﷺ، يَعُودُنِي ، فَوَضَعَ يَدَهُ بَينَ ثَدْيَيَّ ، حَتَى وَجَدْتُ بَرْدَهَا على فُؤَادِي ، فَقَالَ : إِنكَ رَجُل مَفْؤُود ، ائتِ اَلْحَارِثَ بن كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ ، فَإِنَّهُ رَجُل يَتَطَبَّبُ ، فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَات مِن عَجوَةِ اْلمَدِينَةِ، فَليَجَأهُن بِنَوَاهُنَّ ، ثُمَّ لِيَلُدكَ بِهِن)) [5]

"سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہوا۔میری عیادت کو رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا تو اس ہاتھ کی ٹھنڈک میری ساری چھاتی

---

[1] **الجامع صحیح مسلم**،الأشربة،باب فَضْلِ تَمْرِ الْمَدِينَةِ،ح5462،6 / 162

[2] **سنن الترمذي**،کتاب الطب،ماجاء في الكمأة والعجوة،ح2066،4/ 213

[3] امام ترمذی نے اس حدیث کو **حدیث حسن غریب**(شرح سنن ترمذی،15/270) البنانیؒ نے صحیح کہا ہے، صحیح الجامع الصغیر وزیاداتہ،الألباني, محمد ناصر الدين,المكتب الإسلامي, 3/61(قال الألباني في "السلسلة الضعيفة والموضوعة"8 / 405)

[4] العجلوني،إسماعيل بن محمد الجراحي, **كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس**(دار إحياء التراث العربي، 1988 م)،2/131(للمفسر المحدث الشيخ إسماعيل بن محمد العجلوني الجراحي،، جلال الدين السيوطي، **جامع الأحاديث**،ح44748،ج41، ص2432

[5] جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزي، **تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف**، ح3917(المكتب الإسلامي، والدار القيّمة، 1403ھ-1983م)،3/310

میں پھیل گئی، پھر فرمایا کہ اسے دل کا دورہ پڑا ہے، اسے حارث بن کلدہ کے پاس لے جاؤ جو ثقیف میں مطب کرتا ہے، حکیم کو چاہیے کہ وہ مدینہ کی سات عجوہ کھجوریں گٹھلیوں سمیت کوٹ کر اسے کھلائے۔ طب کی دنیا میں یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسی مریض کے دل کے دورے کی تشخیص کی گئی"۔

کھجور کے عملی فوائد

قرآن مجید اور احادیث سے ان کی افادیت کے یہ پہلو سامنے آتے ہیں۔ شدید کمزوری کے لئے رطب جیسے کہ حضرت مریم علیہا السلام کو قرآن مجید کے ارشاد کے مطابق نصیحت کی گئی۔ جسمانی کمزوری کے لئے خاص طور پر جب کسی کو کچھ عرصہ کھانے کو نہ ملے تو وہ اپنی توانائی کو جلد بحالی کے لیے کھجور پر بھروسہ کر سکتا ہے، اسی اصول کے مطابق روزہ افطار کرنے کے لیے کھجور کھانے کی ہدایت کی گئی۔ جنسی اور جسمانی کمزوری کے لئے اور جب اعتدال سے زیادہ دُبلا ہو تو کھجور کے ہمراہ کھیرا، ککڑی، یا تربوز کو بھی ہدایت کی گئی ہے۔ پیٹ کے کیڑے مارنے کے لئے نہار منہ کھجور کا استعمال کی تلقین کی گئی ہے۔ جنسی اور جسمانی کمزوری کے لئے گردوں، مثانہ، پتہ، آنتوں میں قولنجی دردوں کو روکنے کے لئے۔

تازہ پکی ہوئی کھجور کا مسلسل استعمال عورتوں میں حیض کا خون کا کثرت سے آنا میں مفید ہے۔ یہ کیفیت غدودوں کی خرابی، جھلیوں کی سوزش، غذائی کمی اور خون میں فولاد کی کمی وغیرہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ کھجور ان میں سے ہر ایک کا مکمل علاج ہے۔ آنکھوں کی سوزش میں کھجور کھانا درست نہیں اور بیماری سے اٹھنے کے لیے فوراً بعد زیادہ مقدار میں کھجوریں درست نہیں۔ دل کا دورہ میں کھجور کو گٹھلی سمیت کوٹ کر دینا جان بچانے کا باعث ہوتا ہے۔ احادیث پاک میں اس کے لئے عجوہ کھجور تجویز کی گئی ہے۔

تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ اس غرض کے لیے دوسری کھجوریں بھی استعمال کی جاسکتی ہیں۔ مگر ان کا عرصہ استعمال طویل ہونا چاہیے، چونکہ دل کا دورہ شریانوں میں رکاوٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے شریانوں میں رکاوٹ کے باعث پیدا ہونے والی تمام بیماریوں میں کھجور کی گٹھلی تریاق کا اثر رکھتی ہے۔ کھجور قولج، دمہ خواہ وہ امراض تنفس سے ہو یا دل کی وجہ سے اسے دور کرتی ہے۔ کھجور کا مسلسل استعمال اور اسکی پسی ہوئی گٹھلیاں کالا موتیا کے مریضوں کو بھی مفید ہے۔ دائمی قبض کی کے لئے بہتریں شفاء ہے[1]۔

[1] ڈاکٹر خالد غزنوی، **طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس**، 1/331

کھجور کی سائنسی افادیت و معنویت

کھجور کے بے مثال طبی فوائد ہیں۔ کھجور کا پھل انسان کے لیے بہترین غذا ہیں۔ اس کی غذائیت کا اندازہ اس کے کیمیاوی اجزاء سے کیا جا سکتا ہے۔

کھجور کی افادیت میں مفسر القرآن غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں :

" کھجور کا مزاج گرم خشک ہے۔ مدینہ منورہ کی کھجور عجوہ خاص طور پر دل کے لیے مفید ہے۔ یہ پیٹ کے کیڑے مارتی ہے اور پیشاب کھول کر لاتی ہے ،اس کی اصلاح انار اور سکنجبین سے ہو جاتی ہے۔ اس میں وٹامنز (حیاتین) اور تمام اہم معدنی نمکیات پائے جاتے ہیں ،اس کے استعمال سے خون کے سرخ ذرات میں اضافہ ہوتا ہے ،یہ کولیسٹرول کو متوازن رکھتی ہے[1] "۔

جدید دور میں "علم النباتات" (Botany) نے اہل زمین پر یہ بات واضح کر دی کہ رب کے بیشمار کرشمے اس کے علم میں آگئے ہیں کہ اُس کی صنعت گری میں ایک عظیم بنانے والے رب کا ہاتھ ہے۔ یہ اشیاء جس طرح پیدا ہوتی ہیں، ان میں بڑھوتری ہوتی ہے پھلتی پھولتی ہیں، ان پر اگر آدمی تدبر کرے تو اسے ہر شیاء میں عجیب کاریگری کے انمول نمونے اور خالق کائنات کے حیرت انگیز کرشمے نظر آئیں گے۔ پھر انسان بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ ہاں یہ رب ہی ہے۔ جو ان کی تخلیق کرتا ہے۔

انگور اور قرآنی دعوت

انگور کا شمار قدرت کی بہترین نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں اس کا ذکر عنب کی جمع اعناب ہے۔ انگور کی اہمیت و معنویت کے لئے یہ بھی کافی ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ نے اسے جنت کا پھل کہتے ہوئے فرمایا:

﴿حَدَائِقَ وَ أَعْنَابًا﴾[3]

وہاں اُن کے لئے باغات اور انگور ہوں گے "

﴿أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا﴾[1] .

---

[1] سعیدی، **تبیان القرآن**،3 /607

[2] قرآن مجید میں انگور کا تذکرہ بے شمار جگہ آیا ہے مثلا: البقرۃ:2/266، النحل:6/67 الکھف:8/33

[3] النباء: 78/ 32

یا پھر تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو جائے، اور تم اس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کر دو"۔

اللہ تعالیٰ نے کھجور کے بعد انگور کا ذکر فرمایا ہے 'کیونکہ انگور تمام پھلوں میں افضل ہے 'کیونکہ یہ پھل بھی اول سے لے کر آکر تک نفع بخش ہے۔ اس سے سرکہ اور نبیذ بھی بنایا جاتا ہے۔ انگور دو قسم کے ہوتے ہیں 'ایک چھوٹا انگور ہوتا ہے 'یہ جب خشک ہو جائے تو اس کو کشمش کہتے ہیں 'اور بڑا انگور ۴ جب خشک ہو جائے تو اس کو منقی کہتے ہیں۔[2]

انار کے طبعی افادیت و معنویت

انار کی افادیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ فرماتے ہیں کہ

﴿وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ﴾[3]

"اور ہم نے انگوروں کے باغ اگائے، اور زیتون اور انار کے"۔

انار جلد کی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے، ان میں جلد کو لٹکنے جلد کی خشکی اور سیاہ دھبے اور بالوں کے گرنے سے روکنے میں مفید ثابت ہوتا ہے، اس کے علاوہ کرونا وائرس سے بچاؤ کے لیے مفید ہے۔ کمر کے اردگرد چربی کو ختم کرنے کے لئے بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ امراض قلب کے علاوہ افشار خون کو کم کرتا ہے۔ بریسٹ کینسر کے خلاف انتہائی مفید ہے۔ اس کے علاوہ یادداشت کے لئے بھی مفید ہے۔

انار دو قسم کا ہوتا ہے۔ سرخ دانوں والا اور سفید دانوں والا۔ سرخ دانوں والے کا ذائقہ کھٹا میٹھا ہوتا ہے اور سفید دانوں والا شیریں ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے۔ اس میں غذائیت کم ہے 'خون صالح پیدا کرتا ہے۔

اس میں جراثیم کش خصوصیات بھی ہیں[4]۔

پھلوں کا رنگ ابتداء میں سبز ہوتا ہے اور پکنے کے بعد سرخ یا زرد ہو جاتا ہے اور ابتداء میں ان کا ذائقہ ترش ہوتا ہے اور بعد میں شیریں ہو جاتا ہے، اس کا موجد اور خالق کون ہے؟ پھلوں کی طبیعت 'موسم 'ستارے اور افلاک تو

---

[1] اسراء:91/17

[2] سعیدی، **تبیان القرآن**، 3/ 608

[3] الانعام:99/6

[4] سعیدی، **تبیان القرآن**، 3/ 608

انکے موجد نہیں ہوسکتے'نیز موسم 'ستارے اور افلاک تو خود ایک لگے بندھے نظام کے تابع ہیں'پس معلوم ہوا کہ ان مختلف اور متضاد اثرات کا خالق وہی قادر و قیوم اور مدبر عالم ہے جو اپنی رحمت 'مصلحت 'حکمت 'علم اور قدرت سے اس ساری کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔

لہسن اور قرآن

قرآنی نام فوم ہے۔نباتاتی نام عیلیم سٹیوم (Allium Sativum)لہسن قدیم ترین نباتات میں سے ہے۔اہرام مصر کی تعمیر کرنے والے مزدوروں کو دوپہر کے کھانے میں کھانے میں لہسن دیا جاتا ہے۔ہندوں کے ہاں بطور غذا اور دوا شامل تھا۔بعض ہندوں برہمن لہسن اور پیاز کے استعمال کو حلال نہیں سمجھتے ہیں۔علم نباتات کی درجہ بندی کے مطابق یہ پیاز کی نسل سے ہے۔اگرچہ شکل وصورت جدا ہے۔احادیث پاک میں پیاز اور لہسن کی شاخوں کو "کراث"کا نام دیا گیا ہے[1]۔

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰي طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّاۗىِٕهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا﴾[2]

"اور (وہ وقت بھی) جب تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم ہرگز صبر نہیں کرسکتے ایک ہی طرح کے کھانے پر، پس آپ ہمارے لئے درخواست کریں اپنے رب سے، کہ وہ ہمارے لئے نکالے ان چیزوں میں سے جن کو زمین اگاتی ہے، جسے (ساگ)، کھیرے ککڑی، گیہوں، مسور، اور پیاز (وغیرہ) "۔

عربی میں تھوم کو ثوم ہی کہا جاتا ہے، لیکن قرآنی نام فوم ہے، بعض مفسرین نے قرآن کے اس لفظ کا ترجمہ گندم کیا ہے ،حالانکہ اس کے لئے حنطہ کا لفظ موجود ہے، حضرت عبد اللہ بن مسعود کے مطابق بھی قرآنی لفظ "فومھا"کا صحیح تلفظ "ثومھا"ہونا چاہیے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں:

"وأما "الفوم" فقد اختلف السلف في معناه فوقع في قراءة ابن مسعود "وثومها" بالثاء، وكذلك فسره مجاهد في رواية ليث بن أبي سليم، عنه، بالثوم[3]"

[1] فاروقی،،ڈاکٹر محمد اقتدار حسین **قرآن کے پودے**،(لاہور،الفیصل ناشران وتاجران کتب،2014ء)ص 171

[2] بقرا:2/61

[3] ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**:1/ 280

"فوم کے معنی میں سلف کا اختلاف کیا حضرت عبد اللہ بن مسعود کی قرأت میں ثوم ہے، اور امام مجاہد نے بھی فوم کی تفسیر ثوم کے ساتھ کی ہے"۔ لہسن "یہی تفسیر مجاہد نے رویت لیث بن اسلم سے کی ہے انہوں نے ثوم کہا ہے"۔

فوم 'اور 'ثوم 'کا مفہوم۔ فوم اور ثوم ایک ہی چیز ہے۔ اس کے معنی لہسن کے ہیں۔ اہل عرب ث کو کبھی کبھی ف سے بدل دیا کرتے ہیں مثلاً عاثور کا عافور اور اثافی کو اثاثی کر دیتے ہیں۔ ہمارے ہاں تھوم کا لفظ بھی یہیں سے چلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لہسن کے لیے یہ لفظ اس قدر مشہور ہے کہ اس سے روٹی یا گندم یا غلہ وغیرہ مراد لینے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن مجید کی تاویل ہمیشہ الفاظ کے مشہور معانی کے لحاظ سے کرنی چاہیے [1]۔

حدیث اور لہسن

لہسن کی ممانعت کو بیان کرتے ہوئے اللہ کے نبی ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ

((عن عبدالعزیز قَالَ قِيلَ لِأَنَسٍ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي الثُّومِ فَقَالَ مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا))[2]

"عبد بن العزیز نے انس رض سے پوچھا کہ تم نے لہسن کے بارے میں نبی ﷺ سے کیا سنا، انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی اسے کھائے ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے"۔

((قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنْ أَكَلَ مِنْ هَذِهِ قَالَ أَوَّلَ مَرَّةٍ الثُّومِ ثُمَّ قَالَ الثُّومِ وَالْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ فَلَا يَقْرَبْنَا فِي مَسْجِدِنَا))[3]

"جس نے ان سبزیوں میں، پہلی مرتبہ لہسن کھایا پھر کہا لہسن پیاز اور مولی کو کھایا وہ ہماری مسجد نہ آئے"۔

لہسن کی اجازت کی احادیث

احادیث مبارکہ میں لہسن کی اجازت دی گئی ہے، خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو نوش نہیں فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ پر وحی آتی تھی، جب وحی کا اختتام ہوا تو آپ ﷺ نے اس کو نوش فرمایا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

---

[1] اصلاحی، **تفسیر تدبر القرآن**، 1/224

[2] البخاري، **الصحيح البخاري**، كتاب الأطعمة، باب ما يكره من الثوم والبقول، ح5136، 5/2076

[3] **سنن الترمذي**، باب ماجاء في كراهية أكل الثوم والبصل، ح1866، 168

((عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ الله عَنْهُ ، قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ الله صَلَّى الله عَلَيه وسَلَّم بِأَكْلِ الثَّوْمِ ، وَقَالَ : لَوْلاَ أَنَّ الْمَلَكَ يَنْزِلُ عَلَيَّ لأَكَلْتُهُ))[1]

"اگر میرے پاس فرشتے نہ آتے ہوں تو میں اسے یعنی لہسن کو کھالیتا"۔

ابو نعیم کی طب پر ایک تالیف مطبوعہ نولکشور لکھنو سے شائع ہوئی ہے جس میں اس نے متن کے بغیر ایک روایت بیان کی ہے جس کے منہ سے لہسن، پیاز یا مولی کی بدبو آئے وہ درود شریف پڑھے تو بدبو جاتی رہے گی[2]۔

اس طرح اس حدیث میں ہے کہ:

((أَنَّ النَّبِيَّ -ﷺ- نَهَى عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَقَالَ « مَنْ أَكَلَهُمَا فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا ». وَقَالَ « إِنْ كُنْتُمْ لاَ بُدَّ آكِلِيهِمَا فَأَمِيتُوهُمَا طَبْخًا ». قَالَ يَعْنِى الْبَصَلَ وَالثُّومَ))[3]

"کہ نبی پاک ﷺ نے منع کیا ان دو درختوں سے اور فرمایا کہ جو کوئی کھائے ان دو سے (یعنی پیاز اور لہسن) سے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اور فرمایا اگر تمہیں کھانا ضروری ہی ہو تو انہیں پکا کر مار دو۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ کی مراد پیاز اور لہسن تھی"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

((عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ. فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا))[4]

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا پیاز اور مولی کھانے سے، پس اگر حاجت زیادہ ہو اس میں سے کھالے"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

((أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ))[5]

---

[1] نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي, **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**، كتاب الأطعمة، باب أكل الثوم والبصل، ح8048 (بيروت، دار الفكر، - 1412ھ-)5/ 62۔

[2] غزنوی، **طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس**، 1/ 301

[3] أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، **سنن أبي داود**، كتاب الأطعمة، باب فِى أَكْلِ الثُّومِ ح3829(بيروت، دار الكتاب العربي-س ن،)3 /425

[4] **،الجامع الصحيح مسلم**، كتاب المساجد، باب نَهْىِ مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلاً أَوْ كُرَّاثًا أَوْ نَحْوَهَا عَنْ حُضُورِ الْمَسْجِدِ(بيروت، دار الجيل بيروت + دار الأفاق الجديدة- ،79/2

[5] **سنن أبي داود**، كتاب الأطعمة، باب فِى أَكْلِ الثُّومِ، 3/ 426

"حضرت عائشہ سے پیاز کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے جو آخری کھانا تناول فرمایا اس میں پیاز تھا"۔

اسی طرح ایوب انصاری روایت کرتے ہیں۔

((عن ابی أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيَّ قَالَ أُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَصْعَةٍ فِيهَا بَصَلٌ فَقَالَ كُلُوا وَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ وَقَالَ إِنِّي لَسْتُ كَمِثْلِكُمْ))[1]

"ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا، اس میں پیاز تھے، آپ ﷺ نے لوگوں کو کھانے کا کہا اور خود کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا؛ میں اس معاملے میں تمہاری طرح نہیں ہوں، (کیونکہ میرے پاس فرشتہ وحی لے کر آتا ہے)"۔

بنی اسرائیل جب میدان "صحرائے سینا" میں پہنچے، بادلوں کی ٹھنڈے سایوں اور من و سلوٰی جیسی عظیم نعمتوں کے باوجود انہیں لہسن اور پیاز یاد آنے لگا، اس بات سے معلوم ہوا کہ قدیم مصر میں اس کا پیداوار ہوتی تھی۔

لہسن کے جدید طبی فوائد

فالج سے لیکر سانپ اور بچھو کے کاٹے تک کے علاج میں اس کے اثرات عموما تسلیم کیے جاتے ہیں، لہسن تمام بیماریوں کا تریاق سمجھا جاتا ہے۔ خصوص دل کی بیماریوں، اور بی پی میں اس کے فائدے پر بہت اصرار کیا جاتا ہے۔

جدید تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ لہسن کی افادیت ان بیماریوں میں بہت محدود ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ انسانی آبادی کا ایک بڑا حصہ لہسن کھانے سے مکمل پرہیز کرتا ہے یعنی کروڑوں مذہبی ہندو جو غالباً اس کی وجہ سے لہسن کے قریب جانا بھی پاپ سمجھتے ہیں[2]۔

احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ بنی ﷺ کو لہسن ناپسند تھا امت کے لئے انہوں نے شرط لگائی کہ کچا نہ کھایا جائے، عام لوگ ہنڈیا میں پکا ہوا لہسن کھا سکتے ہیں۔ لہسن کوئی نئی چیز نہیں لوگ اسے چھ ہزار سال سے جانتے ہیں۔ اتنی واقفیت کسی یقینی فائدے کے باعث نہیں ہو سکتی۔

لہسن "میں جراثیم کش خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ خصوصاخون کے بڑھتے ہوئے دباؤ پر قابو پانے میں اس کے خصوصی عمل کی وجہ سے سقوط سے بچنے کے لئے مفید ہے۔1916ء اور 1918ء میں ماہرین نے اسے تپ محرقہ اور خناق میں استعمال کیا اور بڑے اچھے نتائج بیان کیے[1]۔

---

[1] أحمد بن حنبل أبو عبد الله الشيباني، **مسند الإمام أحمد بن حنبل**، حديث أبي أيوب الأنصاري رضي الله عنه، ح23551 (القاهرة، مؤسسة قرطبة س ن)،، 5/ 413

[2] فاروقی، **قرآن کے پودے**، ص203

ادرک اور قرآن

زَ نْجَبِیْل (سونٹھ، خشک ادرک،Ginger) کو کہتے ہیں۔ جس کا نباتیاتی نام زنجبیر آفسینیل (Zingiber Officinale) ہے۔ بنیادی طور پر اس کا تعلق ہندوستان سے ہے۔ قدیم دور میں عرب اس کو ہندوستان سے درآمد کرتے تھے۔ عربی میں اس کو" زَ نْجَبِیْل "یابس کہتے ہیں۔ ادرک جو دراصل پودے کی زیرزمین جڑیں ہوتی ہیں ایک زبردست نباتاتی پیداوار ہے جسے پوری دُنیا میں استعمال کیا جاتا ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی[2] فرماتے ہیں کہ یہ زَ نْجَبِیْل یابس سنسکرت کے لفظ" سرنجبیر"کا معّرب ہے۔ بڑے فخر کی بات ہے کہ ہمارے ملک کے بعض الفاظ جنہیں قرآن مجید میں جگہ ملی، اس کے علاوہ تین خوشبوئیں، یعنی مسک، زنجبیل، اور کافور ایسی ہیں جن کا ذکر اگلے جہاں کی جنت کے حوالے سے کیا گیا ہے۔ یہ تینوں الفاظ ہندوستانی الفاظ مشک، سرنجویرا (جرنجیرہ) اور کارپورا سے نکلے ہیں[3]۔

عرب لوگ شراب کی لذت، حرارت، تلخی اور خوشبو میں اضافے کے لئے اس میں سونٹھ کی ملاوٹ کرتے تھے، قرآن حکیم کی اس آیت ان لوگوں کو جو جنت میں جائیں گے، باری تعالٰی نے ایک ایسی شراب پلانے کا وعدہ کیا ہے جس میں ادرک کا ذائقہ ہوگا، دنیا کی زندگی میں نیک اعمال کی وجہ سے انہیں انعام ملے گا۔

﴿وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا﴾[4]

"اور وہاں ان کو ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملا ہوا ہو گا"۔

"وقال قتادة الزنجبيل اسم لعين في الجنة يشرب منها المقربون صرفاً ، وتمزج لسائر أهل الجنة[5]۔

"قتادہ نے اس طرح کہا، زنجبیل ایسا چشمہ ہے مقرب جس سے خالص پئیں گے اور باقی جنتیوں کی شراب میں اس سے آمیزش کی جائے گی"۔

---

[1] غزنوی، طب نبوی ﷺ اور جدید سائنس۔ ص160

[2] مولانا سید سلیمان ندوی بہار ضلع پٹنہ قصبہ دیسنہ میں 22نومبر 1884ء کو پیدا ہوئے،،1940ء کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری دی ،شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ پر دو جلدیں لکھی، باقی چار جلدیں سید سلیمان ندوی نے لکھی، جو ان کے شاگرد تھے، 22نومبر 1953 کو کراچی میں انتقال کیا۔(https://openlibrary.org/authors/OL7483A/Allama_Syed_Sulaiman_Nadvi)

[3] ندوی، مولانا سید سلیمانؒ **تاریخ ارض القرآن**، (کراچی، دار الاشاعت، شاعت اول1975ء)2 / 336۔

[4] الدھر:76/17

[5] أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عبد الرحمن ابن تمام بن عطية المحاربي، **المحرر الوجيز**، (بيروت دار الكتب العلمية وو ١٤٢٢ ھ) 6/466

"قال مجاهد:أن الزنجبيل اسم للعين التي فيها مزاج شراب الأبرار[1]"۔

"مجاہد نے کہا: زنجبیل اس چشمہ کا نام ہے جس سے ابرار کی شراب میں آمیزش کی جائے گی"۔

چونکہ اہل عرب لوگ شراب میں سونٹھ کو خوشبو کے لئے ملایا کر پینا پسند کرتے تھے۔

اس لئے اس کو جنت میں بھی اختیار کیا گیا، اہل جنت کے لئے ایک سلسبیل نامی چشمہ سے جاری رہے گی جس کی شراب عمدہ اور لذیذ ہوگی۔ اس رغبت اور اس کی پسندگی کی وجہ سے اللہ نے اُن کے ذوق کے مطابق ایک چیز کو وعدہ کیا ہے اور اہل عرب اپنے پینے کے پانی میں ادرک ملایا کرتے تھے اور جنت میں حسب ذوق و طبیعت مقربین کو پلائی جائے گی[2]۔

ادرک کی افادیت

زنجبیل کی آمیزش کی افادیت یہ ہوگی، ایسے چشمے سے پالا جائے گا جس کا نام سلسبیل ہے یہ نام رکھنے کی افادیت یہ ہے کہ اس کا پانی نہایت خوش گوار، نرم اور آسانی سے حلق سے اترنے والا ہوگا، سونٹھ کی تاثیر گرم ہوتی ہے۔ادرک کے طبّی فوائد آج بھی کافور ہی کے منافع کی طرح دنیا کی ہر طب میں مسلم و مشہور ہیں اور پھر وہ تو دنیا کی نہیں، جنت کی زنجبیل ہوگی۔[3]

ادرک کا تیل بھی ہوتا ہے جو استعمال کیا جاتا ہے۔اس کو مختلف غذائی مرکبات اور مشروبات، جیسے پیسٹروں، بسکٹوں، سالنوں، مسالوں، ادرک والی روٹیون، اچاروں، شربتوں اور مربوں وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے۔یہ معدے اور آنتوں کو متحرک کرتی ہے، اس لئے یہ ہاضم ہوتی ہے، یہ ضعف معدہ، درر معدہ، قے، متلی، اور معدے کی دیگر تکالیف اور دمے میں انتہائی مفید ہے، ضعف اشتہا کی صورت میں کھانے سے قبل اگر ادرک کا رس نمک اور لیموں کے رس میں ملا کر استعمال کیا جائے تو انتہائی مفید ہوتا ہے[4]۔

ادرک ایک چھوٹا سا پودا اور جڑی بوٹی ہے اگر اسے زمین کو نہ کھیڑا جائے تو یہ خود بخود نہیں ختم ہوتی، یہ دوامی پودا ہے جو ساحلی آب و ہوا اور خالص زمین میں پیدا ہوتا ہے۔اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اپنے چھلکے کی وجہ سے یہ لمبے

---

[1] ماوردی، أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، **النكت والعيون (تفسير الماوردی)**، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، لبنان) 4/364

[2] عثمانی، **معارف القرآن**، 6/638

[3] دریا آبادی، **تفسیر ماجدی**، ص1146

[4] فاروقی، **قرآن کے پودے**، ص152-156

عرصے تک تر و تازہ اور محفوظ رہ سکتی ہے، یورپ میں اس کے تعارف کی وجہ طاعون کی وبا تھی۔ لاکھوں لوگ اس مر جاتے تھے ادرک کے استعمال سے اس وبا کے کنٹرول میں کافی مدد ملی تھی۔ ہیضے کی وبا میں بھی ادرک اہم رول پلے کرتی ہے [1]۔

یہ بھی ایک مسلمہ حقیت ہے کہ جسے جدید ترین طب تسلم کرتی ہے کہ ادرک ان بیماریوں میں تریاق کی حیثیت رکھتی ہے، قرآن مجید میں ادرک کے اس پہلو کا ذکر آیا ہے کہ اس کی ملاوٹ کس طرح کھانے پینے کی چیزوں کو زیادہ مزیدار بنا سکتی ہے۔ جیسا کہ آیت ﴿كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا﴾ [2] ذکر ہے۔

---

[1] فاروقی، **قرآن کے پودے**، ص152-156

[2] الدھر:76/17

خلاصہ بحث

طب کا ارتقاء علم الاشیاء کی تعلیم کا نتیجہ ہوا، علم طب کا آغاز علاج بالغذا سے شروع ہوا ہو، مسلسل عمل اور تجربہ سے غذاؤں کے ساتھ بہت سی جڑی بوٹیوں اور پودوں وغیرہ کا بھی اضافہ ہوتا چلا گیا، حضرت آدم علیہ اپنے طویل عہد میں معاشرے میں پیدا ہونے والے جسمانی عوارض اور بیماریوں کا علاج اپنے اس علم ہی کی بنیاد پر کیا۔

اکتشافات قرآن کے مطابق جس طرح انسان جسم کو ظاہری امراض لاحق ہوتے ہیں اسی طرح روحانی امراض بھی لاحق ہوتے، ان دو چیزوں سے شفاء کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے (کتابوں میں) قرآن اور (اشیائے خوردنی میں) شہد، قرآن مجید کی طبعی آیات "شفاء لما فی صدور" سے سینے کے مسائل کے لیے شفاء کی بشارت ہے، دل و دماغ کی بیماریوں اور دیگر بے شمار بیماریوں کے لیے قرآن کا پڑھنا نسخہ اکسیر ہے۔

قرآن مجید کے معالجات میں انگور، انار، کھجور،، انجیر، زیتون کا تیل، پانی، شہد، ادرک، پیاز، لہسن، طہارت، سفید گوشت، کم کھانے، کے استعمال کی طرف دعوت دیتے ہوئے "شفاء" کا لفظ استعمال کیا، سائنسی تجربات سے ثابت ہوا کہ پانی نہ صرف زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہے بلکہ زمین کی زرخیزی و شادابی، معیشت اور حفظان صحت کے لئے بھی ضروری ہے، قرآنی اکتشافات کے مطابق یہ طہارت ظاہری اور باطنی، شیطانی وسوسے، تیز بخار اور فشار خون کی صورت میں علاج بالماء سے افادیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ نبی پاک ﷺ نے خود بھی پانی سے علاج کیا اور علاج کے معروف طریقوں پر عمل بھی کیا۔

قرآن مجید فن طب کے ماہرین کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنی تحقیق و تجربات کا میدان وسیع کریں اور غور و فکر کر کے معالجات قرآنی سے مزید علاج تلاش کریں۔

قرآن مجید نے سفید گوشت یعنی مچھلی اور پرندوں کے کھانے کی ترغیب دیتا ہے اور ان کو اہل جنت کی خوراک کی بشارت دی ہے۔

قرآن مجید اعتدال والی خوراک کھانے کی دعوت دیتا ہے، نیز انسان جب احکام اور فطرت کے اُصولوں سے روگردانی کرتا ہے تو وہ امراض و مصائب کا شکار ہو جاتا ہے۔

باب سوم

قرآن حکیم کے سائنسی اکتشافات سے متعلق مفسرین کے تکلفات اور اثرات

فصل اول: سائنسی تفسیر سے قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات

فصل دوم: سائنسی تفسیر میں تکلفات کی جہتیں

فصل سوم: مسلمہ قواعد سے انحراف واثرات

فصل اول

سائنسی تفسیر سے قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات

سائنسی تفسیر کے پیچھے یہ غلط نظریہ کار فرما ہے کہ کسی سائنسی نظریئے کا قرآن سے ثابت نہ ہونا قرآن کے لیے عیب ہے۔ درحقیقت یہ مفروضہ قرآن کے اصل موضوع کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔قرآن کوئی سائنس کی کتاب نہیں کہ جس میں فزکس، کیمسٹری، حیاتیات وغیرہ کی تفصیلات بیان کی گئی ہوں بلکہ قرآن کا اصل موضوع نوع انسانیت کی اس راستے کی طرف ہدایت کرنا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے رب کے حضور سر خرو ہو سکے۔ چنانچہ کسی سائنسی نظریئے کا قرآن میں نا ہونا کوئی عیب نہیں کیونکہ یہ قرآن کا موضوع ہی نہیں۔

قرآن کسی سائنسی نظریہ کے بعد کہتا ہے کہ اس میں عقل والوں اور اہل ایمان کے لئے نشانیاں ہیں یا اس میں عقل والوں کے لئے عبرت کا سامان ہے اس سے مراد کسی سائنسی بیان کی داغ بیل ڈالنا یا کسی کو سائنس سکھانا نہیں ہوتا بلکہ ہدایت انسانی کی خاطر حقیقت کی طرف اشارہ کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ غور وخوض کر کے وہ اصل بات تک پہنچ کر خود کو اپنے اللہ کے سامنے جھکا دے۔

جدید سائنسی علوم کے ذریعے سے قرآن فہمی کو ایک متنازع موضوع بنا دیا گیا ہے۔ قرآن اس دُنیا میں نازل ہوا اسی دُنیا کے اندر سے مثالیں بیان فرما کر انسان کو دعوت الی اللہ کی طرف بلایا۔ سائنسی تفسیر پر ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ماضی میں ہمارے متقدمین مفسرینِ قرآن نے ان سائنسی اکتشافات کی وضاحت کیوں نہیں کی؟ حالانکہ قرآن مجید قدیم اور جدید سائنسی اور غیر سائنسی علوم کا منبع وچشمہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ النحل میں فرماتے ہیں کہ:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ﴾[1]

"ہم نے آپ پر وہ کتاب اتاری جو ہر چیز کو خوب وضاحت کرنے والی ہے"۔ اسی طرح باری تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا﴾[2]

"اور ہم نے ہر چیز کی خوب تفصیل کی ہے"۔

قدیم مفسرین سائنسی علوم پر عبور نہیں رکھتے تھے اگرچہ وہ اسلامی علوم اور قرآن فہمی پر اچھا خاصا عبور رکھتے تھے۔ قرآن حکیم کی جو خدمت جس جس انداز میں ہمارے اکابر مفسرین نے گذشتہ چودہ سو سالوں میں اپنے

---

[1] النحل:89/16

[2] اسراء:12/17

فکروانداز اور اپنے احوال وحالات کے مخصوص میدان میں انجام دی ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بیسویں صدی کے جید عالم سید قطب شہید قرآن حکیم میں بعض آیات کی سائنسی وضاحت پیش کرتے میں اُن کا خیال تھا کہ سائنس دان قرآن مجید سے وہ باتیں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اسمیں موجود ہی نہیں [1]۔

اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ علم دوست مسلم حکومتیں کے عروج کو جب زوال ہوا تو ان علوم میں تحقیق و تفتیش کا ذوق دلوں سے جاتا رہا۔ بعض تاریخی اسباب کی بناء پر دین ودنیا کی تقسیم عمل میں آئی تو علماء نے دین کی حفاظت کے خیال سے دنیوی علوم سے کنارہ کش ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ اس تقسیم کا اثر یہ ہوا کہ "علم اسماء" کا چراغ اپنوں کے بجائے غیروں کے آستانوں میں جلنے لگا، نتیجتاً ہم اس روشنی سے دور بھاگنے لگے، اس طرح یہ علم اب ہمارے لئے بلکل اجنبی بن کر رہ گیا ہے [2]۔

"متجددین" کا قرآنی دعوت میں شکوک وشبہات کا اظہار

جدید سائنسی دور میں انسانی دماغ میں بہت سے اشکالات پیدا ہوئے ہیں اُن میں سے خدا کا وجود، ملائکہ، جنات، جنت ودوزخ، عالم ارواح یا محض روح کے بارے میں یا زندگی بعد از موت کے بارے میں سوالات پیدا ہوئے ہیں جن کو میٹا فزکس, علم الٰہیات، یا مابعد طبعیات کہتے ہیں۔

ان سوالوں کا تعلق انسان کے عقیدہ اور ایمان سے ہے، موجودہ سائنس یا جدید سائنسی تفسیر اپنی تمام تر کاوشوں کی پیش رفت، تجربات، مشاہدہ اور تحقیق کے باوجود کوئی ایسا فارمولا پیش نہ کر سکی جس کے ذریعے انسان ان سوالات کا جواب تلاش کر سکے۔ عام آدمی سائنس کے ذریعے کبھی بھی خدا کی ہستی کا نظارہ نہیں کر سکے گا ہاں البتہ اللہ کے نیک اور پارسا جن میں پیغمبر اور اولیاء اپنی روحانی قوتوں کے ذریعے نہ دیکھائی دینے والی قوتوں کا ادرک حاصل کر سکتے ہیں۔

اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ:

﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ [3]

"اللہ ہی زمین وآسمان کا نور ہے"۔

---

[1] ڈاکٹر، حافظ حقانی میاں، **قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن**، (کراچی، دار الاشاعت، 1999ء) ص 55

[2] ندوی، **اسلام اور جدید سائنس**، ص 24

[3] النور: 35/24

گویانور کی جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ تاریخ انسانی میں اس کئی مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت موسیٰؑ جب کوہ طور پر گئے تو اللہ کی تجلی دیکھی۔ رحمت العالمین ﷺ نے واقعہ معراج میں عرفان الٰہی کی کی نشان دہی کی۔ آپ ﷺ ایسے مقام پر پہنچے جہاں آپ کے اور وجود باری تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ حائل تھا، جسے قرآن مجید قاب قوسین کے الفاظ سے ملقب کرتا ہے۔ پردہ کے پیچھے کیا ہو سکتا ہے نور ہی نور۔

عام آدمی اپنی ذہنی قوتوں کے ارتکاز و مراقبے کے ذریعے ایسی کیفیت حاصل کر سکتا ہے وہ باطنی آنکھ سے خالق کائنات کے نور کی ایک جھلک دیکھ سکتا ہے ایسے وجدان کے لئے بڑی محنت شاقہ اور مستغرق ہونے کی ضرورت ہے، جیسا کہ گوتم بدھ کو اپنے گیان ودھیان یا وجدان میں روشنی کی ایک کرن نظر آگئی تھی[1]۔

البتہ اللہ کی اس وسیع پھیلی ہوئی، کائنات کی تخلیق میں، غور و فکر سے خالق کائنات کی پہچان ہو سکتی ہے۔ جس کی دعوت قرآن جگہ جگہ بدل بدل کر دیتا ہے۔

قرآن مجید کی نص کے مطابق سائنسی تحقیقات کے ذریعے سے ایسے حقائق واسرار علمی اور سائنسی دلائل مل سکتے ہیں جن سے عقائد، قیامت، کائنات اور تاریخ کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ ان حقائق و معارف کی روشنی میں ایک نیا فلسفہ مرتب کیا جا سکتا ہے جو منکرین و معاندین حق کی منطق اور ان کے نظریات کا رد موثر طور پر کر سکتا ہے۔ جسے فلسفہ کائنات بھی کہا جا سکتا ہے۔

جدید سائنس مادی اشیاء و موجودات سے بحث کرتی ہے اور ان کے نظامات کی تحقیق کرتی ہے وہ قرآن مقدس کی دعوت کے عین مطابق ہے یعنی جدید سائنس قرآنی منہج اور منشاء و مقصد کے مطابق استقرائی طور پر کام کر رہی ہے جو حقائق کی چھان بین اور درست نتائج کے اخذ واستنباط کی راہ ایک صحیح اصول ہے۔

جدید سائنسی تفسیر کا مرکز و محور صرف اور صرف قرآن مجید ہونا چاہیے اور اسی کو بنیاد بنا کر سائنسی تفسیر کو جدید خطوط پر استوار کرنا چاہیے۔ سائنسی تفسیر اس انداز میں ہو کہ قرآن مجید میں نظام کائنات کے سلسلے میں جو 756 آیتیں مذکور ہیں۔ ان سب کی مفصل تشریح و تفسیر جدید سائنسی علوم کی روشنی میں کی جائے اس طرح جو نیا استدلال وجود میں آئے گا۔[2]

مولانا شہاب الدین ندویؒ کے بقول:

[1] ندوی، **اسلام اور جدید سائنس**، ، ص24

[2] محمد حقانی میاں، **قرآن، سائنس اور تہذیب و تمدن**، ص23

"فطرت کی زبان اور اس کے اشاروں کو تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں اس طرح قلم بند کرنا کہ وہ قرآنی اشارات سے ہم آہنگ ہو کر خدائی کلمات کی قدر و قیمت اور ان کی حقانیت کا اظہار کرنے والے ہوں اور اس طرح ہر دور میں نہ صرف قرآن مجید کی نئی نئی تفاسیر وجود میں آئیں گی بلکہ قرآن مجید ہر دور والوں کے لیے حجت بھی بنا رہے گا[1]"۔

ہر دور کا انسان نہ صرف اپنے ہی علوم و فنون کے ذریعہ سے قرآن مجید کی صداقت و حقانیت ثابت کرتا رہے گا بلکہ درحقیقت خود اپنے آپ ہی پر حجت قائم کرتا رہے گا۔ یہ داعیان اسلام کا کام ہے کہ وہ قرآن مجید اور تحقیقات جدیدہ کے درمیان ایک پل کا سا کام کریں اور ان دونوں کو ملا کر ان سے ایک نیا علم نکالیں جس کا انکار جدید انسان سے بن نہ پڑے بلکہ وہ مبہوت ہو جائے جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے فلکیات کے علم کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ ملا کر اس وقت کے بادشاہ کو مبہوت کر دیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا:

﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾[2]

"کیا تم نے غور نہیں کیا اس شخص کے حال پر جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کے بارے میں ،اس بناء پر کہ اللہ نے اس کو عطا فرما رکھی تھی بادشاہی، جب کہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے، تو اس نے کہا کہ میں بھی زندہ کرتا اور مارتا ہوں، تب ابراہیم نے کہا کہ بیشک اللہ لاتا ہے سورج کو مشرق سے، پس تو اس کو لا دکھا مغرب سے، تو اس پر مبہوت ہو کر رہ گیا وہ کافر ،اور اللہ ہدایت سے نہیں نوازتا ایسے (ضدی اور ہٹ دھرم) کافر لوگوں کو"۔

ابراہیمؑ نے نمرود سے جو گفتگو کی انہوں نے انبیاءؑ کا طریق دعوت اپنایا۔ فطرت کی زبان اور اس کے اشاروں کو تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں اسطرح بیان کرنا کہ وہ قرآنی اشارات سے ہم آہنگ ہو کر خدائی کلمات کی قدر و قیمت اور ان کی حقانیت کا اظہار کرنے والے ہوں۔ اس طرح نہ صرف نئی تفاسیر وجود میں آئیں گی بلکہ قرآن مجید ہر دور والوں کے لئے حجت بھی بنا رہے گا اگرچہ ہر دور کا انسان نہ صرف اپنے آپ ہی پر حجت قائم کرتا رہے گا۔

---

[1] مولانا شہاب الدین ندوی، **جدید علم کلام** (کراچی، مجلس نشریات اسلام، ا-کے 3 ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر، 1994ء،) ص 93

[2] سورہ بقرہ: 2/258

سائنسی علوم جدیدہ کے ذریعے سے قرآن فہمی کو ایک تشکیک پیدا کر دی گئی ہے حالانکہ قرآن مقدس کا تدریجاً نزول اس عالم میں ہوا اور اسی کائنات کے اندر سے مثالیں بیان فرما کر انسان کو سمجھا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾[1]

"ہم ان کو اپنی نشانیاں دکھاتے جائیں گے آفاق میں بھی اور خود ان کی اپنی جانوں میں بھی یہاں تک کہ ان کے سامنے یہ حقیقت پوری طرح کھل جائے یہ (قرآن) پوری طور پر حق ہے کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز پر گواہ ہے"۔

یعنی انسان کو اپنی ذات اور کائنات میں غور کرے، تو اس حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے اللہ کے کلام دعوت برحق ہے اور انسانیت کے لئے اس میں کامل راہنمائی موجود ہے۔

اگر عصر حاضر میں سائنسی علوم کی مدد سے قرآن مقدس کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تو یقیناً ایک مشکل یہ پیش آئے گی کہ سائنسی اصول تو آئے دن بدلتے رہتے ہیں، پھر ان بدلتے ہوئے سائنسی اصولوں کی بنیاد پر قرآن مقدس کی تفسیر و توضیح کو کیسے درست قرار دیا جاسکے گا؟

جدید سائنسی علوم میں وہی باتیں تبدیل ہوتی ہیں جو حقائق ثابت شدہ نہ ہوں بلکہ وہ محض مفروضات ہوں۔ جو ظن و تخمینہ لگا کر بحث و مباحثے کی غرض سے پیش کیا گئے ہوں۔ لیکن محکم اور راسخ حقائق کبھی نہیں بدلتے ہیں۔ وہ بار بار مشاہدے سے اخذ شدہ نتائج کی روشنی میں مرتب شدہ ہوتے ہیں، جیسا کہ شہاب الدین ندوی فرماتے ہیں:

"بطور ظن و تخمین بعض اندازے ابتدائی نظریات کی حیثیت سے وجود میں آتے ہیں تو ان علوم میں تبدیلیاں عموماً انھی قسم کے نظریات و مفروضات میں ہوتی ہیں۔ لیکن اس کے برعکس وہ حقائق کبھی نہیں بدلتے جو تجربے و مشاہدے کی کسوٹی پر استقرائی حیثیت سے ثابت ہو کر قانون فطرت کا درجہ حاصل کر چکے ہوں اور بار بار کے تجربے سے وہی نتائج برآمد ہوں۔ لہذا نظام فطرت سے استدلال کی بنیاد اسی قسم کے قوانین فطرت پر رکھنی چاہیے[2]۔

---

[1] فصلت: 53/41

[2] ندوی، **جدید علم کلام**، ص94

حقیقت حال یہ ہے کہ علوم جدیدہ باوجود انسانی ہونے کے تبدیل بھی ہوتے رہتے ہیں مگر قرآن مقدس کے کسی بیان اور اس کے کسی دعوے کو آج تک غلط نہ کر سکے اور نہ آئندہ یہ کبھی ممکن ہوگا۔ اگر کوئی مفسر کسی آیت کی تفسیر ایسی کر دے جو آگے چل کر اس کی صحت کو مجروح کر دے تو اس سے قرآن مقدس پر کوئی حرف لازم نہیں آئے گا کیونکہ مفسر کا اپنا فہم ناقص ہوگا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی سائنسی علوم کے کسی نظریہ کے تبدیل ہو جانے سے کسی قدیم سائنس دان پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے کائنات کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں یا اس نے غلط بیانی کی ہے۔

قرآن مجید کے الفاظ وکلمات کا جو منصوص معنی متعین ہے وہ کبھی نہیں بدل سکتا۔ لہٰذا جو نظریہ یا اکتشافات قرآن مجید کے منصوص مفہوم کے مطابق ہو جائے وہ یقینا درست ہوگا یہ صرف اس وقت ہو سکتا ہے جب سائنسی دنیا کی کسی ثابت شدہ حقیقت سے اس کا مقابلہ کیا جائے ورنہ مفسر بلاوجہ تاویل کا مرتکاب ہو سکتا ہے اس اعتبار سے قرآنی آیات والفاظ کی نئی نئی جہات منظر عام پر آتی رہیں گی جو اس کتاب حکمت کا ایک عجیب وغریب اعجاز ہے۔

مفسرین نے سائنسی اُصولوں اور معلومات سے ہٹ کر تفسیر میں آراء لکھی ہیں اور یہ سائنسی آراء بظاہر سائنسی لگتی ہیں کیونکہ انہیں اسی پیرائے میں لکھا گیا ہے۔ ایسی تفسیروں میں اختلاف یقینی امر ہے، مگر دوسری تفسیروں پر کوئی اعتراض نہیں کرتا حالانکہ ان میں اتنا اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ قاری اپنے مسلک کے علاوہ دیگر مفسرین کو نہیں پڑھتا۔ اگر پڑھے تب اسے ایسے اختلافات کا علم ہوگا۔ لہٰذا ایسے اعتراضات سامنے نہیں آتے۔ دوسری بات یہ کہ قاری اپنے مسلک کے مفسر کو ہی صحیح اور درست قرار دے گا خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو، اس کی ایک مثال ذیل میں لکھی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے:

﴿فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ ـ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ﴾[1]

"ذرا انسان یہی دیکھ لے کہ وہ کس چیز کے درمیان سے پیدا کیا گیا ہے، ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے"۔

ان آیات کی تفسیر میں ثناء اللہ امر تسریؒ لکھتے ہیں کہ:

"کہ انسان سب سے پہلے غور کرے کہ وہ کس چیز سے بنایا گیا اس امر کو سمجھنے میں اسے کچھ وقت ہو تو ہم اسے بتاتے ہیں کہ وہ اچھل کر نکلنے والے پانی سے پیدا ہوا ہے جو اپنی پہلی صورت یعنی خون ہونے کی حالت میں سینے اور پسلیوں کے بیچ میں سے خصیتوں سے آتا ہے۔ منی کا ظرف خصتین ہیں جہاں سے وہ نکل کر رحم عورت میں جاتی ہے آیت میں جو صلب اور ترائب میں سے نکلنے کا ذکر ہے یہ اس کی پہلی صورت دمویہ ہے نہ منویہ[2]"۔

---

[1] سورہ طارق: 86/8،7

[2] امر تسری، ابوالوفاء، مولانا ثناء اللہ، **تفسیر ثنائی** (لاہور، مکتبہ دارالسلام، 2003) 4/567

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہریؒ میں امام بیضاویؒ کے حوالے سے راقم ہیں کہ " چوتھے ہضم کے جواہر اعلی سے نطفہ بنتا ہے اور تمام اعضاء سے کھینچ کر آتا ہے ،اسی میں اس قسم کے اعضاء بننے کی صلاحیت ہوتی ہے ،دونوں خصیوں کی رگوں کا جال نطفہ کی قرار گاہ ہے۔نطفہ کی پیدائش میں سب سے بڑا مددگار دماغ ہوتا ہے۔اس لیے جماع کی زیادتی سے دماغی ضعف بہت پیدا ہو جاتا ہے تولید نطفہ کے لئے دوسرا نمبر حرام مغز کا ہے۔حرام مغز پشت کے مہروں کے اندر ہوتا ہے اس کی زیادہ تر شاخیں سینہ کی ہڈیوں تک پھیلی ہیں ، ظروف منی سے زیادہ قرب، صلب اور ترائب کو ہی ہوتا ہے ،اس لیے خصوصیت کے ساتھ آیت میں انھی دونوں کا ذکر کیا گیا[1] "۔

موصوف نے نطفہ کو تخلیق میں دماغ کا عمل دخل بتایا اور اس کے دلیل کے طور پر فرمایا کہ جماع کی زیادتی سے دماغ کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ پھر حرام مغز کو دماغ کا حصہ قرار دے کر اسے صلب سے تعبیر کر دیا۔

صوفی عبدالحمید سواتیؒ [2] نے اطباء کے حوالے سے لکھا ہے کہ " یہاں باپ کی پشت اور ماں کے سینے کی ہڈیاں مراد ہیں۔انسان کا اعصابی نظام پشت اور سینے کے درمیان ہے ، صلب ، اعصاب ، حرام مغز اور دماغ سب کا تعلق پشت اور سینے کے درمیانی حصے ہے۔اطباء کہتے ہیں کہ انسانی غذا ہضم ہو کر جب چوتھے درجے میں پہنچی ہے تو مادہ منویہ تخلیق ہوتا ہے۔ وہاں سے نکل کر رحم میں جاتا ہے[3] "۔

عبدالحمید سواتی صاحب نے اعصاب ،حرام مغز اور دماغ کا تعلق پشت اور سینے سے جوڑا، پھر کہا ہے کہ چوتھے درجہ میں جا کر نطفہ پیدائش کے قابل ہوتا ہے اور اسی مرحلے میں جا کر غذا ہضم ہو کر نطفہ بن کر رحم مادر میں چلی جاتی ہے لیکن انہوں نے یہ نہیں بتایا کہ ہضم کے چوتھے درجہ کا تعلق بھی صلب اور ترائب سے ہے یا نہیں۔

صاحب معارف القرآن نے اطباء اور امام بیضاویؒ حوالے سے لکھا ہے کہ "نطفہ کی تولید میں سب سے بڑا دخل دماغ کو ہے اور دماغ کا خلیفہ و قائم مقام نُخاع ہے جو ریڑھ کی ہڈی کے اندر دماغ سے پُشت اور پھر خصیتین تک آیا ہوا ہے ، اسی کے کچھ شعبے سینے کی ہڈیوں میں آئے ہیں ، ہو سکتا ہے کہ عورت کے نطفہ میں سینے کی ہڈیوں سے

---

[1] قاضی، محمد ثناء اللہ پانی پتی، **تفسیر مظہری** (لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، دسمبر 2002ء) 10 / 294۔

[2] مولانا عبدالحمید سواتی مدرسہ نصرہ العلوم گوجرانوالہ کے بانی دیوبند عالم دین تھے، آپ 1917ء میں شنگیاری سے چند میل آگے کڑمنگ بالا کے پہاڑ کی چوٹی پر واقع "چیڑاں ڈھکی "میں جناب نور احمد خان مرحوم کے گھر پیدا ہوئے ۔(محمود اختر، ڈاکٹر، اردو تفسیری ادب میں تجزیاتی مطالعہ ، لاہور، کتاب سرائے بیت الحکمت ،2019ء، ص252)

[3] سواتی، عبدالحمید، **معالم العرفان فی دروس القرآن** (گوجرانوالہ، مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج،، 2008ء) 20 / 211

☆تعارف تفسیر معالم العرفان دروس القرآن: یہ تفسیر مولانا کے دروس کا مجموعہ ہے جو وہ عوام الناس کے سامنے دیا کرتے تھے،اس تفسیر میں کسی بھی سورت کی تفسیر یا آیات کی تفسیر سے پہلے اس کا پورا تعارف اور پچھلی سورت یا آیات کے ساتھ ربط بیان کیا گیا ہے۔یہ تفسیر "تفسیر بالماثور "کا بہترین نمونہ ہے۔اس تفسیر میں دعوت دین کے پہلو نمایاں نظر آتے ہیں۔ڈاکٹر محمود اختر کے مطابق ان دروس میں تین پہلو نمایاں ہیں۔اصلاح عقائد، اصلاح عمل، تبلغ دین،(محمود اختر، اردو تفسیر ادب کا تجزیاتی مطالعہ، ص252)

آنیوالے نطفہ کا اور مرد کے نطفہ میں پشت سے آنیوالے نطفہ کا دخل زیادہ ہو۔الفاظ قران میں مرد وعورت کی کوئی تخصیص نہیں، صرف اتنا ہے کہ نطفہ پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے [1]"۔

مفسر موصوف نے ایک الگ بات لکھی جو دوسرے مفسرین نے نہیں لکھی کہ نطفہ ہر عضو سے نکلتا ہے اور بدلے کا ہر عضواس جزو نطفہ سے بنتا ہے جو مرد وعورت کے اسی عضو سے نکلا ہے۔

مولانا مودودیؒ کا نظریہ اس بارے میں یہ ہے کہ " جسم کے ہر عضو سے مادہ منویہ نہیں نکلتا، بلکہ یہ مادہ اس صورت میں بھی خارج ہوتا ہے ،جب ہاتھ پاؤں کٹ جائیں، اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ کہ انسان کے پورے جسم سے خارج ہوتا ہے۔درحقیقت جسم کے اعضاء رئیسہ اس کا ماخذ ہیں اور سب آدمی کے دھڑ میں واقع ہیں۔دماغ کا الگ ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ صلب دماغ کا وہ حصہ ہے جس کی بدولت ہی جسم کے ساتھ دماغ کا تعلق قائم ہوتا ہے [2]"۔

مولانا موصوف نے یہ تفسیر معارف القران سے پہلے لکھی ہے، لیکن اس بات کا عقلی جواب پہلے سے ہی تفہیم القرآن میں دے چکے تھے کہ مادہ منویہ ہر ہر عضو سے نہیں نکلتا۔جیسا کہ صاحب معارف القرآن نے فرمایا کہ اگر عضو کٹ بھی جائے تو بچے کی پیدائش پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

علم جنین کے حوالے سے معاصر نظریات اور مفسرین کی آراء

چنانچہ علم الجنین (EMBRYOLOGY) کی رو سے یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ جنین (FOETUS) کے اندر خصیے (TESTICLES) جن میں مادہ منویہ پیدا ہوتا ہے، گردوں کے قریب ریڑھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان ہوتے ہیں جہاں سے یہ آہستہ آہستہ فوطے میں اتر آتے ہیں، لیکن ان کے اعصابی مرکز تحریک کا مقام وہیں رہتا ہے بلکہ ان کو خون پہنچانے والی شریان پیٹھ کے قریب شہ رگ (AORTA) سے نکلتی ہے اور پورے پیٹ سے گزرتی ہوئی ان تک پہنچتی ہے۔اس طرح حقیقت میں خصیے پیٹ ہی کا جز ہیں۔جو مادہ منویہ ان میں بنتا ہے وہ کیسہء منویہ (SEMINAL VESICLE) میں جمع ہوتا ہے اور جب اعصابی مرکز کی تحریک سے کسیہء منویہ سکڑتا ہے تو مادہ منویہ اچھلتے ہوئے پانی کی صورت میں نکلتا ہے۔اس طرح قرآن کا بیان ٹھیک ٹھیک جدید طبّی تحقیق کے مطابق ہے اور یہ اس کے منجانب اللہ ہونے کی ایک اور دلیل ہے [3]۔

اگر مندرجہ بالا مفسریں کی آراء کا تجزیہ کیا جائے تو خلاصہ یہ نکلتا ہے۔

---

[1] مفتی، محمد شفیع، **معارف القرآن** (کراچی، ادارہ معارف دارالعلوم، کراچی نمبر14، 1986ء)8/718

[2] مولانا ابواعلی مودی، **تفہیم القرآن**، (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، دسمبر2002ء)ج7، ص304، نیز ملاحظہ ہو ضیمہ نمبر4، ص نمبر583

[3] ڈاکٹر محمد عثمان،، **تفسر الکتاب**، (سنگ میل پبلیکیشنز،لاہور، 2005) 1/134

مادہ منویہ خون سے بنتا ہے اور خون صلب اور ترائب میں سے ہو کر خصتین میں جاتا ہے جہاں مادہ منویہ بنتا ہے۔چوتھے ہضم کے جوہر اعلیٰ سے نطفہ بنتا ہے اور تمام اعضاء سے کھنچ کر آتا ہے ، اس لیے اس میں اعضاء بننے کی صلاحیت ہوتی ہے۔

دونوں خصیوں کی رگوں کا جال نطفہ کی قرار گاہ ہے، نطفہ کی پیدائش میں سب سے بڑا مددگار دماغ ہوتا ہے۔

اعصابی نظام پشت اور سینے کے درمیان ہے۔صلب ،اعصاب، حرام مغزاور دماغ سب کا تعلق پشت اور سینے کے درمیانی حصے سے ہے۔انسان غذا ہضم ہو کر جب چوتھے درجے میں پہنچتی ہے تو مادہ تخلیق پیدا ہوتا ہے۔وہاں سے نکل کر رحم میں جاتا ہے۔

عورت کے نطفہ میں سینے کی ہڈیوں سے آنے والے نطفہ اور مرد کے نطفہ میں پشت سے آنے والے نطفہ کا دخل زیادہ ہے۔غذا ہضم ہو کر جب چوتھے درجے میں پہنچتی ہے تو مادہ تخلیق پیدا ہوتا ہے وہاں سے نکل کر رحم میں جاتا ہے۔

اعضاء رئیسہ اس کے ماخذ ہیں اور سب دھڑ میں واقع ہیں ،صلب دماغ کا حصہ ہے جس سے جسم کے ساتھ دماغ کا تعلق قائم ہے۔ مفسرین کے دس نکات میں اختلاف ہے اور ان دس اختلافات میں سے آٹھ اختلافات انہوں نے سائنس کے حوالے سے نہیں بلکہ سابقہ تفاسیر کے حوالے سے ہیں۔

جدید سائنس کے حوالے سے ایک بھی حوالہ نہیں ہے۔اگریوں کہا جائے کہ سائنسی تحقیقات تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور ان کی وجہ سے تفسیر[1] میں بار بار تغیر و تبدیل کرنا پڑ جائے گا۔اگر ایسا ہوا تو ان جہات سے جدید منطقی ذہن میں شکوک و شبہات جنم لیں گئے۔کیا قرآنی الفاظ اور اس کے کلمات کا مفہوم ہر دور میں بدلتا رہے گا؟

اس سوال کا جواب سید شہاب الدین یوں دیتے ہیں:

> "قرآنی آیات وکلمات کے معانی و مطالب میں اتنی وسعت اور اتنی لچک ہے کہ اس کے کسی سابقہ مفہوم کو مہمل یا غلط قرار دیئے بغیر نیا مفہوم محض اس کے ایک نئے پہلو کے طور پر پیش کرسکتے ہیں اور اس مسئلے پر بطور مثال کئی آیات کا مفہوم پیش کیا جاسکتا ہے[1]"۔

---

[1] تفسیر کے لغوی معنی واضح کرنا۔اصطلاحی معنی: ""تفسیر ایسا علم ہے جس میں انسانی طاقت کے مطابق قرآن مجید کے احوال کے بارے میں اس طرح بحث کی جائے کہ اس سے اللہ کی مراد حاصل ہو جائے"تاویل کے لغوی معنی رجوع کرنے ہیں۔اصطلاحی تعریف: "کسی دلیل کے پیش نظر لفظ کے راجح معنی کو ترک کرکے مرجوح معنی مراد لے لینا تاویل کہلاتا ہے۔۔(التفسیر ولمفسرون:15/1وقواعد التفسیر:29/1)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[2]

"ایسے لوگ جنہوں نے کفر کیا، کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے انہیں کھول دیا اور پانی سے ہر ذی روح چیز پیدا کی ہے کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے؟

﴿خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ﴾[3] اللہ تعالیٰ نے انسان کو پانی اور مٹی سے پیدا کیا"۔

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُبَارَكًا فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَحَبَّ الْحَصِيدِ﴾[4]

"اللہ تعالیٰ نے آسمان سے برکت والا پانی نازل فرما کر اس کے ذریعے بہت سے باغات سرسبز و شاداب کر دیئے"۔

آیت مذکورہ میں مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں سات طرح کے مفاہیم بیان کیے ہیں۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں:

"زندہ اشیاء میں نباتات بھی اسی حیثیت سے شامل ہیں کہ ان کی نشوونما بھی پانی ہی کے ذریعے سے ہوتی ہے اور پانی کی وجہ سے وہ زندہ رہ سکتے ہیں"۔[5]

علامہ جار اللہ زمخشری فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات کو پانی سے پیدا فرمایا۔ دلیل کے طور پر یہ آیت کریمہ پیش فرماتے ہیں"۔

﴿وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ﴾[6]

"اللہ تعالیٰ نے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا فرمایا"۔

پھر فرماتے ہیں کہ "جاندار چیزیں پانی کی محتاج ہوتی ہیں اس لیے فرمایا کہ پانی ہر زندہ چیز کے وجود کا سبب ہے[7]"۔

ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] ندوی، **جدید علم کلام**، ص95

[2] الانبیاء:31/21

[3] الطارق:6/86

[4] ق:9/50

[5] رازی، فخر الدین محمد بن عمر، تمیمی شافعی، **مفاتیح الغیب**، 22/ 164

[6] النور:45/24

[7] زمخشری، **تفسیر الکشاف**، 570/2۔

"کہ اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ ہر زندہ چیز کی زندگی کا سبب پانی کو بنایا ہے، پانی سے بنانے کا مطلب نطفہ سے پیدا کرنا ہے، یعنی حیوانات کا وجود چونکہ نطفہ سے ہوتا ہے اس لیے منی کو مجازاً پانی کہا گیا[1]"۔

نظام الدین نیشاپوریؒ [2] نے تفسیر طبری کے حاشیہ میں اس کا مطلب لکھا ہے "کہ ہر زندہ چیز پانی کے سبب سے بنائی گئی ہے جو اس کے لیے ضروری ہے۔[3] اور پھر فرمایا کہ ہر زندہ چیز کی اصل اسی جنس سے ہے جو پانی کی جنس ہے[4]"۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی تفسیر در منثور میں ابن جوزی کے قول کی تائید کی ہے[5]۔

امام ابن کثیرؒ کا نقطہ نظر جدید سائنسی تحقیق سے فرماتے ہیں کہ: ہر زندہ چیز کی اصل پانی ہے[6]۔

پس جدید ترین نظریہ بھی یہی ہے۔

پانی کے حوالے سے جدید سائنسی کا نقطہ نظر:

تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جاندروں میں نباتات بھی شامل ہیں، عصر حاضر میں جدید سائنس نے یہ ثابت کیا ہے کہ تمام پودوں کے اجسام بھی بنیادی طور پر پانی سے پیدا کیے گئے ہیں، ان کے اجسام میں خلیات (سیل) کے اندر لیس دار مادہ پایا جاتا ہے جسے پروٹوپلازم کہا جاتا ہے، اس کا تقریباً 80 فیصد حصہ پانی پر مشتمل ہے۔

جدید سائنس پر ایک کتاب کا اقتباس ملاحظہ ہو:

"The composition of protoplasm varies considerably depending on the particular plant of animal and the kind of tissue ,The water content averages roughly 80 percent, some of the water in the protoplasm is bound chemically with proteins of the cell. The rest of it exists in a free state as the water molecule, in which two atoms of hydrogen are combined with one atom of oxygen[7]".

---

[1] ابن جوزی، **زاد المسیر فی علم التفسیر** (دمشق، دار الحدیث، 2004ء)، 5/348

[2] نیشاپوری، نظام الدین حسن بن محمد بن الحسن النیشاپوری "بدلہ" کے علاقہ قم میں آنکھ کھولی۔ ایک پاؤں سے معذور ہونے کی "اعراج" نام سے مشہور تھے، ریاضی اور حکمت کے ماہر تھے۔ 850ھ/1446ء میں وفات پاگئے۔ (اعلام زرکلی، 2/216)

[3] نیشاپوری، نظام الدین القمی، **غرائب القرآن ورغائب الفرقاب**، (بیروت، دار الکتب العلمیہ 1416ء)17/19

[4] ایضا، ص17

[5] سیوطی، **الدر المنثور**، 4/318۔

[6] امام ابن کثیر، **تفسیر القرآن العظیم**، 3/ 177

[7] The new book of popular science, Grolier incorporated , Bangaloare, (June 1, 1998),1987,Vol,3p 383

"پروٹوپلازم کی بناوٹ قابل لحاظ طور پر مختلف ہوتی ہے، جو کسی مخصوص پودے یا کسی حیوان اور اس کی ساخت سے متعلق ہوتے ہیں، اور اس میں پانی کا حصہ ایک عام اندازے کے مطابق اوسطاً 80 فی صد ہوتا ہے اور یہ پانی خلیوں میں پائے جانے والے پروٹین میں کیمیائی اتصال کی شکل میں موجود ہوتا ہے اور پانی کے سالموں سے مرکب آزاد حالت میں بھی ہوتا ہے۔ پانی کے یہ سالمے ہائیڈروجن کے دو ایٹموں اور آکسیجن کے ایک ایٹم کے ملنے سے بنتے ہیں"۔

خلاصہ بحث سے دو قسم کے اکتشافات سامنے آتے ہیں:

نباتات بھی زندہ اشیاء ہیں اور دوسرا ہر زندہ چیز کا جسم پانی پر مشتمل ہے۔ یہ حقائق حالات وزمانہ سے ہم آہنگ تفسیر پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعوت غور و فکر دی کہ اللہ نے یہ "سائنسی حیاتیاتی حقائق" مدلّل طریقہ سے اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ لوگ اس پر غور کریں اور اپنے رب پر ایمان لائیں۔

تفسیر القرآن العظیم تفسیر بالماثور رجحان کی نمائندہ تفسیر ہے، اگر تفسیر کے سائنسی رجحان کو بالکل ہی غلط تصور کر لیا جائے تو پھر تفسیر بالماثور میں عبارات میں کیا رائے قائم کی جائے گی جن میں سائنسی نکات پائے جاتے ہیں؟

تفسیر ابن کثیر میں درج ذیل آیت کی تفسیر میں پتھروں کے بارے میں سائنسی وضاحت کی گئی ہے:

﴿فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ﴾[1]

"پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کر سکو اور یقیناً کبھی نہیں کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے"۔

ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "کہ ان پتھروں کو زمین وآسمان کی پیدائش کے ساتھ ہی آسمان اول پر پیدا کیا گیا تھا، **حجارہ** "سے مراد پتھر ہے اور پتھر سے مراد "گندھک" کے ٹھوس کالے اور سائز میں بڑے پتھر ہیں جن کی آگ بہت تیز ہوتی ہے[2]"۔

اس کی عام فہم جدید تفسیر یہ ہے کہ اصل میں جلنے کا عمل کاربن اور آکسیجن کے ملنے سے ہوتا ہے، جلنے کا ایک عمل اور بھی ہے جو ایٹمی ذرات پر مبنی ہے اس عمل سے ایٹمی ری ایکٹروں، ایٹم بموں اور ہائیڈروجن بموں میں مادہ توانائی بن کر جلتا ہے اور نہایت تھوڑے مادے سے بہت زیادہ توانائی پیدا ہوتی ہے، کیمیائی عمل کے مقابلہ میں یہ دس گنا زیادہ تیز عمل ہے، اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوزخ کا عمل ایٹمی ہو گا، جس کی ایک جھلک ہمارا سورج ہے، یہاں

---

[1] بقرۃ::2/24

[2] ابن کثیر، 1/ 104

فیوژن (fusion) [1] کے عمل سے مادہ توانائی میں بدلتا ہے، مختصر یہ کہ انسان اور پتھر سے جلائی گئی آگ کم ہو گی اور نہ ٹھنڈی ہو گی۔

دین بیر از طبقہ اور قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات

یہ ایک حقیقت ہے کہ جس قوم کو تباہ کرنا ہو اس کے ماضی کی تاریخ کو اس کی نظروں سے اجھل کر دیں۔ وہ قوم خود صفحہ ہستی سے مٹ جائے گی۔ غیر مسلم سائنسدانوں نے بھی یہی اُصول مسلمانوں پر آزمایا، وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا ماضی قرآن مقدس سے وابستہ ہے۔ ماضی میں سائنسی، دعوتی، علمی و اقتصادی ترقی ہوئی اور جس بناء پر مسلمان دنیا کی فاتح اور کیمیا گر قوم بن گئے وہ دراصل اس مقدس کتاب کی تعلیم و تدریس اور اس کی دعوت کی بدولت تھی۔ چنانچہ مکار دشمن نے سب سے زیادہ جو کوشش کی وہ یہی تھی کہ قرآن مجید کی جامع افادیت مسلمان کے ذہن سے ہمیشہ کے لئے محو کر دی جائے۔ اگرچہ آج بھی اس مقدس کتاب کی صحیح تعلیم و تدریس اور دعوت واصلاح کو پھیلانے کا تسلی بخش اہتمام کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ اب بھی مسلمانوں میں جابر بن حیان، الخوارزمی، البیرونی، اور غزالی جیسے مفکر اور کیمیادان پیدا نہ ہوں۔

دعوتِ دین ومذہب کے اس نقص تصور کی وجہ سے جدید دور کے مسلمان نوجواں کے اذہان میں کچھ اس طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ:

کیا قرآن مجید صرف اخلاقیات کی کتاب ہے؟

کیا قرآن مجید میں سائنسی علوم موجود ہیں؟

اگر قرآن مجید میں سائنسی علوم موجود ہیں تو دوسری اقوام کی نسبت مسلمانوں میں سب سے زیادہ سائنسدان کیوں نہیں؟

معاصر سائنسی دور میں اس طرح کے ملتے جلتے سوالات پڑھے لکھے طبقے کے اذہان سے اُٹھ رہے ہیں اور بد قسمتی سے ان سوالات کے جوابات معقول صورت میں مسلمان قائدین اور دینی علماء سے بہت ہی کم حاصل ہو رہے ہیں

---

[1] **فیوژن** (fusion) اختلاط کو کہتے ہیں۔ ایٹم کے مرکزے (atomic nucleus) کا ٹوٹنا فشن (fission) اور جڑنا فیوژن (fusion) کہلاتا ہے۔ ایک بڑے ایٹمی مرکزے کا دو چھوٹے ٹکڑوں میں ٹوٹنا فشن کہلاتا ہے دو چھوٹے ایٹمی مرکزوں کا جڑ کر ایک بڑے مرکزے میں تبدیل ہونا **فیوژن (fusion)** کہلاتا ہے۔ فیوژن میں ایٹم کو توڑ کر توانائی حاصل کرنے کے روایتی طریقے کے بجائے تابکار مادوں کے ایٹمون کو ایک دوسرے سے جوڑ کر کہیں زیادہ توانائی پیدا کی جاسکتی ہے۔ فیوژن ہائڈروجن بم بنانے میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن ابھی سائنس دان اس عمل کے دوران خارج ہونے والی توانائی کو کنٹرول کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے ہیں۔

چنانچہ اسی موضوع پر ہی کہ "کیا قرآن مجید صرف اخلاقی کتاب ہے یا اس میں سائنسی علوم بھی موجود ہیں" پر کچھ لکھنا موزوں ہوگا۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ قرآن مجید جب تمام انسانی ضروریات کا خود کفیل ہے اور اس سلسلہ میں مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے تولا محالہ تمام علوم خواہ وہ مادی ہوں یا روحانی، غیر سائنسی ہوں یا سائنسی کا مرجع و منبع یہی قرآن مجید ہے۔

نوجوان نسل کا ذہنی انتشار کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ سائنس میں قرآن دیکھنا چاہتی ہے۔ لیکن اس کا ذہن اس بات سے غافل ہے کہ اگرچہ سائنس میں قرآن نہیں لیکن قرآن میں "سائنس "ضرور موجود ہے۔ علم سائنس انسانی ذہن کی اختراع ہے یہ مادہ سے بحث کرتا ہے تو ظاہر ہے انسان مادہ کا خالق نہیں بلکہ اس کا خالق خود اللہ تعالیٰ ہے۔ ایک مصور اپنی تصویر کے محاسن و معائب کو بہتر جانتا ہے۔

مصور اور خالق ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ مادے کی ترکیب، ماہیت، اور خواص سے بخوبی واقف ہے اسی لیے اپنے آپ کو "علیم "کے وصفی نام سے یاد فرماتا ہے۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ مادہ پہلے وجود میں آیا اور سائنس بعد میں۔ مادے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور علم سائنس انسانی ذہن کی تخلیق ہے۔ قرآن مجید من جانب اللہ حضرت محمد ﷺ پر عربی میں نازل ہوا، یہ سوال کرنا کیا قرآن مجید میں سائنسی علوم بھی موجود ہیں ایسے ہی ہے جیسا کہ کوئی پوچھے "کہ اللہ تعالیٰ وہ علوم بھی جانتا ہے جو انسان جانتا ہے۔

اس لیے زیادہ کم عقلی کیا ہو سکتی ہے کہ انسان اپنے ذہن کے تخلیقی مضامین و علوم کو اس قدر اہمیت دے جب کہ اس کا ذہن خالق حقیقی کی تخلیق ہے۔ بہ الفاظ دیگر انسان کے تخلیق کردہ مضامین اور علوم کو قرآن مجید پر ترجیح دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ خالق کو مخلوق پر افضل قرار دیا جائے۔ قرآن ابدی اور دائمی علوم کا منبع ہے جن کو بنیاد بنا کر انسان تحقیق و تدقیق کا کام بطریق احسن انجام دے سکتا ہے۔

انسانی ذہن انتشار کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ سائنس دانوں کے بنائے گئے نظریات و قوانین پر قرآن مجید کی آیات کو منطبق کر کے دیکھنا چاہتا ہے اور جب کبھی اسے سائنسی قوانین اور قرآنی مجید کی آیات کے حقائق میں اختلاف نظر آتا ہے تو نتیجتاً وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔ سائنسی علوم اور قرآنی حقائق کے درمیان تقابل تو جبھی ہی ممکن ہے کہ تقابل کرنے والا دونوں علوم پر دسترس رکھتا ہو۔ مگر جدید ذہن قرآن مجید کے مطالعہ کرنے کی نعمت سے محروم ہے۔ جب وہ سائنس کی کسی شاخ میں کوئی اعلیٰ ڈگری حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنے آپ کو پڑھا لکھا انسان تصور کرنے لگتا ہے۔ اس طرح ایک عجیب بات یہ سامنے آتی ہے کہ وہ سائنسی مضمون میں اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے کے بعد بھی قرآن مجید کے علوم سے بے بہرہ رہتا ہے جو کہ صحیح معنوں میں تمام تر علوم کا مخزن ہے۔

دہریوں کے قرآن میں شکوک وشبہات

دہریوں کا کہنا ہے کہ کائنات اللہ تعالٰی کی ارادی تخلیق نہیں ہے، اور وہ اس کا صانع نہیں ہے بلکہ کائنات کا اس سے غیر ارادی صدور ہوا ہے، حالانکہ قرآن مجید، کائنات کی تخلیق عدم سے اور الٰہی امر وارادہ کے تحت قرار دیتا ہے[1]۔

﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾[2]

"وہ کائنات کو عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ بدیع کے معنی نئے سرے سے پیدا کرنے ولا۔ کسی چیز کی تخلیق کے لئے خالق کائنات کا محض ارادہ ہی کافی ہے"۔

اس واضح ہوتا ہے کائنات کو اللہ تعالٰی نے اپنی قدرت کاملہ سے وُجود بخشا ہے۔ قرآن مجید کسی سائنسی نظریہ کو بیان کرنے کے بعد کہتا ہے اس میں اہل عقل کے لئے نشانیاں ہیں یا عبرت ہے، اس سے مراد سائنسی اصولوں کو بیان کرنا یا کسی کو سائنس سکھانا نہیں بلکہ انسان کو اس کی طرف متوجہ کرنا کہ وہ اصل بات تک پہنچ کر اپنا سر اللہ کے سامنے جھکا دے۔

---

[1] شبیر احمد منصوری، **امام فخر الدین الرازیؒ کے مابعد الطبیعی افکار کا تحقیقی مطالعہ**، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، 2000ء۔ ص220

[2] البقراء:117/2

خلاصۃ البحث:

اسلام کے بنیادی علوم سے ناواقفیت کے ساتھ عصری علوم کے ماہرین عمومی طور پر ہر چیز کو سائنسی نقطہ سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے دین میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اس لیے اگر سائنسی تفسیر کے ذریعے انہیں دعوت دی جائے تو دعوت کی قبولیت کے لیے سہولت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کو بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔
انسان ذہن شکوک وشبہات کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ سائنس دانوں کے بنانے گئے نظریات وقوانین پر قرآن مجید کی آیات کو منطبق کر کے دیکھنا چاہتا ہے اور جب کبھی اسے سائنسی قوانین اور قرآنی مجید کی آیات کے حقائق میں اختلاف نظر آتا ہے تو نیتجتاً وہ ذہنی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔
جدید سائنسی دور میں انسانی دماغ میں بہت سے اشکالات پیدا ہوئے ہیں اُن میں سے خدا کا وجود، ملائکہ، جنات، جنت ودوزخ، عالم ارواح یا محض روح کے بارے میں یا زندگی بعد از موت کے بارے میں سوالات پیدا ہوئے ہیں جن کو میٹا فزکس, علم الٰہیات، یامابعد طبعیات کہتے ہیں۔
معاصر ذہن نے قرآن کی سائنسی تفسیر کے پیچھے یہ انتہائی غلط تصور قائم کر لیا کہ کسی سائنسی نظریہ کا قرآن سے ثابت نہ ہونا قرآن کیلئے عیب ہے، درحقیقت یہ ناقص مفروضہ قرآن کا اصل موضوع نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا، حالانکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب ہدایت ہے۔
مفسرین قرآن نے سائنسی اُصولوں اور معلومات سے ہٹ تفسیر میں آراء لکھی یہ آراء بظاہر سائنسی لگتی ہیں کیونکہ انہوں نے اسی پیرائے میں لکھا گیا ہے، حالانکہ وہ سائنسی اُصول نہیں ہیں، اس بھی قرآن کی حقانیت میں شکوک وشبہات نے جنم لیا۔
عصر حاضر میں سائنسی علوم کے ماہر کو پڑھا لکھا تصور کیا جاتا ہے جبکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود بھی وہ قرآن مجید کے علوم سے لاعلم رہتا ہے جو کہ صحیح معنوں میں تمام تر علوم کا مخزن ہے اس ناقص تصور کی وجہ سے جدید دور کے نوجواں کے اذہان میں سوالات پیدا ہو رہے ہیں کیا قرآن مجید صرف اخلاقیات کی کتاب ہے ؟ کیا قرآن مجید میں سائنسی علوم موجود نہیں ہیں اگر یہ سائنسی علوم موجود ہیں تو دوسری اقوام کی نسبت مسلمانوں میں سب سے زیادہ سائنس دان کیوں نہیں۔

فصل دوم

سائنسی تفسیر میں تکلفات کی جہتیں

قرآن مجید نے یہ دعوت فکر دی کہ اللہ نے یہ سائنسی حیاتیاتی حقائق مدلّل طریقہ سے اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ لوگ اس پر غور کریں اور اپنے رب پر ایمان لائیں۔ اور اس کے احکام پر عمل کریں اگر لوگ نیک نیتی کے ساتھ اپنے رب کی قدرتوں پر غور کریں گے تو ہدایت پاجائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب کرتا ہے۔ جو اس کی قدرتوں پر غور کرتے ہیں۔

تکلف کا مفہوم:

تکلف کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی بات دکھانی جو اپنے میں نہ ہو، ظاہری داری، بناوٹ، نمود، نمائش۔ سجاوٹ کو کہا جاتا ہے۔

پہلا سبب: ظاہری اور حقیقی معنی سے انحراف

قرآن کی سائنسی تفسیر کے حوالے سے ایک عام بات یہ ہے کہ اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے حقیقی معنی سے ہٹ کر مجازی معنی کو مراد لیے جاتے ہیں۔ الفاظ قرآنی کی من پسند تاویلات کر کے ہر مشہور سائنسی نظریہ کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس بات کے پیچھے ایک مفروضہ ہے کہ قرآن مجید سے کسی سائنسی نظریہ کا ثابت نہ ہو سکنا قرآن کی حقانیت پر حرف ہے۔ مثلاً اس مثال میں غور کرنے سے یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے۔

"دابۃ الارض" کی وضاحت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ علامات قیامت کے بیان میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾[1]

"اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت اُن پر آپہنچے گا تو ہم اُن کے لیے ایک جانور زمین سے نکالیں گے۔ جو ان سے کلام کرے گا کہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے"۔

اس آیت کریمہ میں لفظ " دَابَّةً "یعنی "چوپائے "کا ذکر ہے جو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہو گا اور انسان کی طرح ان سے گفتگو کریگا، اس چوپائے کے ظہور کے سلسلہ میں صحیح احادیث موجود ہیں، لہذا عربی زبان میں " دَابَّةً "کا جو ظاہری اور حقیقی معنیٰ ہے یہاں وہی مراد لیا جائیگا، اور اس لفظ میں تاویل کرنے یا اس کے مجازی معنیٰ کے طرف عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے[2]۔

عبدالرزاق نوفل کی سائنسی تفسیر "بالرائے المذمومہ"

عبدالرزاق نوفل نے اس معنیٰ کو رد کرتے ہوئے لفظ " دَابَّةً "کا ایک جدید معنیٰ بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ " دراصل وہ چوپایہ جو زمین سے نکل کر انسانوں سے بات چیت کرے گا اس سے مراد مصنوعی سیارے (سٹیلائٹ) ہیں کیوں کہ یہ مصنوعی سیارے زمین سے نکل کر فضاء میں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے کائنات کی پوشیدہ باتوں کے بارے میں انسانوں کو خبر دیتے ہیں، یہ خبر دیناہی گویا ان کا انسان سے کلام کرنا ہے[3]۔

اس تفسیر میں " دَابَّةً "کے مقررہ معانی سے تجاوز کیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ نحوی قاعدے کو بھی نظر انداز کیا گیا ہے۔ بات یہاں تک نہیں بلکہ منہج سلف سے ہٹ کر تفسیر کی گی ہے۔ ذخیرہ احادیث میں جہاں علامات قیامت کا تذکرہ ہے وہاں پر چوپائے کا ظاہر ہونا اور انسان سے کلام کرنے کا تذکرہ بھی ہے۔

((قَالَ إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ ». فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ -ﷺ- وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ وَثَلاَثَةَ خُسُوفٍ

---

[1] النمل:27/82

[2] تکلف کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی بات دکھانی جو اپنے میں نہ ہو، ظاہری داری، بناوٹ، نمود، نمائش۔ سجاوٹ کو کہا جاتا ہے۔

[3] عبدالرزاق نوفل، **القرآن والعلم الحدیث**، (قاہرہ، طبع الثانی،) ص212 تا216 (ترجمہ ملخصا)

خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ))[1]

"جناب حذیفہ بن اسید فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یوم حساب (قیامت) اس وقت برپا نہیں ہوگی جب تک اس کے متعلق دس علامات نہ دیکھ لو، اس میں دجال، دھواں، زمین کا چوپایہ، مغرب سے شمس کا طلوع ہونا، عیسیٰؑ کا ظہور، ظہور یاجوج ماجوج، زمین میں تین جگہ گاڑنا یعنی مغرب جزیرہ عرب میں، مشرق، اور آخر میں یمن سے ایک آگ کا ظہور ہونا"۔

امام مسلم بن حجاجؒ مزید رویت نقل کرتے ہیں۔

((عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ الآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالأُخْرَى عَلَى إِثْرِهَا قَرِيبًا))[2]

"عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی پاک ﷺ سے یہ بات سنی کہ یوم آخر کی پہلی نشانیوں سے مغرب سے سورج طلوع ہو جانا، اور دابہ کا خروج چاشت کے وقت، ان میں سے ایک کے ظہور کے بعد فوراً دوسرا ہو گا"۔

یہاں یہ بات واضح ہو گی کہ چوپائے کا نکلنا اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا دونوں نشانیاں زمانے کے اعتبار سے قریب قریب ہو نگی، اب اگر مصنوعی سیاروں کا ظہور کو ہی " دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ "مان لیا جائے، تو پھر اب تک تو سورج مغرب سے طلوع ہو جانا چاہیے تھا کیونکہ سٹیلائٹ کی ایجاد کو لگ بھگ چار دہائیاں ہونے کو آئیں[3]۔

دوسرے بات "اذا" حرف شرط اور "اخرجنا" جواب شرط ہوا ہے، یعنی جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت آئے گا تو "دَابَّةً" نکالیں گئے، لہذا آیت کا معنیٰ متعین کرتے وقت اس نحوی ترکیب کی رعایت بھی ضروری ہے، اور پھر "دَابَّةً" اگر چہ وضع اول کے لحاظ سے رینگنے والے کیڑے کو کہتے ہیں مگر عربی میں اسے کے معنیٰ میں تعمیم کر کے ہر

---

[1] نیشاپوری، مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، **کتاب**، الفتن واشراط الساعہ، باب فی الایات التی تکون قبل الساعة (بیروت، الناشر، دار الجیل بیروت، دار الآفاق الجدیدة) ح8، 7467/178

[2] **صحیح مسلم**، کتاب الفتن واشراط الساعہ، باب فی خروج الدجال ومکثه فی الارض، ح8، 7570، 1/202

[3] قادری، مولانا اُسید الحق محمد عاصم، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ**، (بدایوں انڈیا، تاج الفحول اکیڈمی، مئی 2009ء)، ص50۔

ذی روح حیوان پر دابہ کا اطلاق ہوتا ہے، لہذا اگر کسی مشین اور غیر ذی روح آلے پر لفظ دابہ کا اطلاق کیا جائے تو یہ اس لفظ کے مقرر معانی کی حد دو سے تجاوز کرنا ہو گا[1]۔
ان سب اسباب کی وجہ سے ہم کہے سکتے ہیں کہ اس جہت میں منہج سلف سے سائنسی تفسیر میں تکلف اپنایا گیا ہے۔

لغت عرب سے انحراف

اسی طرح سائنسی تفسیر بعض مفسرین تکلفات سے کام لیتے ہوئے اپنے نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے لغوی معنیٰ جو لغت عرب اور اسلاف سے متواتر چلے آرہے ہیں اس سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

ساتوں آسمان اور کہکشائیں

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سات آسمانوں کا تذکرہ مختلف مقامات پر کیا ہے، اور اس "سبع السموات" کی مختلف فلکیاتی اور سائنسی تفسیریں کی گئی ہیں، مگر کوئی تفسیر ایسی نہیں جس میں سلف الصالحین سے تکلف نہ اپنایا گیا ہو، اور اس پر اعتراض نہ کیا گیا ہو۔
قدیم اور معاصر علماء ہیت و فلکیات نے اس لفظ کو کوئی مناسب مدلول تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے، مگر کوئی توجیہ ایسی نہیں ہے جو عربی قواعد، عربی لغت، اور سائنسی حقائق کے مطابق ہو۔ ایسی صورت میں راسخ فی العلم نے فرمایا کہ سبع السمٰوات کے وجود پر ہمارا ایمان ہے مگر اس کی صحیح کیفیت ہمیں نہیں معلوم، ابھی آفاق اور انفس کے سلسلے میں انسان کا علم ابھی ابتدائی مراحل میں ہے ممکن ہے آگے پچاس یا سو سال تک یا اس کے بعد جب انسان کائنات کے کچھ اور رازوں سے پردہ اٹھالے اور فلکیاتی دُنیا کے سربستہ رازوں کے حقائق واضح ہوں تو شاید اس لفظ کے حقیقی مدلول تک انسانی ذہن کی رسائی ہو جائے۔ سات آسمانوں کے لفظ کے سلسلے میں قدیم علماء ہئیت اور جدید سائنس دانوں نے اب تک جو تحقیقات ان کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

---

[1] ڈاکٹر، احمد عمر ابو حجر، **التفسیر العلمی للقرآن**، (بیروت، دار قطبیہ، 1991ء) ص 441

سماء کی لغوی معنیٰ

امام راغب اصفہانی کی "سماء" کے لفظ کی لغوی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" سماء كل شئ أعلاه، یا "كل مايعلو غيره"[1]۔

یعنی ہر وہ چیز جو کسی چیز کے اوپر ہو" لفظ سماء قرآن مقدس میں متعدد بار آیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں ، چھت، بادل، بارش، جہت علو، فضاء محیط، لفظ السموات بھی قرآن کریم میں کئی جگہ آیا ہے اور کہیں یہ سبع (سات) کی قید کے ساتھ آیا ہے۔

عربی محاورات سے اعراض

بعض مفسرین نے تکوینی آیت کی تفسیر میں نہ صرف سیاق وسباق کو نظر انداز کیاجاتا بلکہ عربی زبان کے محاورے سے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔ مثلاً اس مثال میں فاضل مصنف نے عربی محاورے سے اعراض کیاہے۔

ڈاکٹر صلاح الدین خطاب کی سائنسی تفسیر "بالرائے المذمومہ"

جدید سائنسی تفسیر کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر ڈاکٹر صلاح الدین خطاب نے یوں کی ہے کہ دراصل اس آیت سے ٹیلی فون، ٹیلیگراف، ٹی وی اور ریڈیو کی طرف اشارہ ہے، وہ اس وجہ سے کہ ان جدید آلات کی مدد سے دور بیٹھے ایک مکان سے دوسرے مکان تک آواز یا تصویر پہونچائی جاسکتی ہے[2]۔

﴿وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ﴾[3]

"اور دور سے بن دیکھے کہہ گزرتے ہیں"۔

اس آیت کی تفسیر میں موصوف نے نہ صرف سیاق وسباق کو نظر انداز کیا بلکہ عربی زبان کے محاورے سے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔ اس سے پہلے بھی دو آیات ہیں جس سے پوری بات واضح ہو جاتی ہے[4]۔

---

[1] الاصفہانی، **مفردات غریب القرآن**، 1/ 243

[2] خطاب، ڈاکٹر، صلاح الدین، **الجانب العلمی فی القرآن الکریم**، (العلمیہ، المطبوعہ، القاہرہ) 1434ھ)، ص19۔

[3] سباء: 34/ 53

[4] قادری، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مطالعہ**، ص49

﴿وَلَوْ تَرَى إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ﴾[1]

"کاش تم دیکھو انہیں اُس وقت جب یہ لوگ گھبرائے پھر رہے ہوں گے اور کہیں بچ کر نہ جا سکیں گے، بلکہ قریب ہی پکڑ لیے جائیں گے، اُس وقت یہ کہیں گے کہ ہم اُس پر ایمان لے آئے"۔ حالانکہ اب دُور نکلی ہوئی چیز کہاں ہاتھ آسکتی ہے، اس سے پہلے یہ کفر کر چکے تھے اور بلا تحقیق دور دور کی کوڑیاں (گوئیاں) لایا کرتے تھے"۔

اس آیت کے ضمن میں پیر کرم شاہ ازہری فرماتے ہیں:

"یعنی آج ایمان لانے کا کیا فائدہ دُنیا میں تو وہ ہمارے رسول کے ساتھ کفر ہی کرے رہے، اور ان کی دل آزاری میں مشغول رہے، میرے نبی مکرم ﷺ کے کمالات کا انکار کرنے کے سوا ان کا کوئی مشغلہ ہی نہ تھا، جب کوئی شخص لایعنی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں۔ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ العرب تقول لکل من تکلم بما لا یحقہ :ھویقذف ویرحم بالغیب۔ کفار کا بھی یہی حال ہے بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفریہ عقائد پر اڑے ہوئے ہیں، کبھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا انکار کرتے ہیں، کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ کہتے ہیں، کبھی قیامت کے عقیدہ کا مذاق اڑاتے ہیں" من مکان بعید "کہہ کر ان کی بے ہودہ گوئی کی مزید توثیق کر دی، کہ ایک تو اندھیرے میں تیر مار رہے ہیں دوسر انشانے سے بہت دور کھڑے ہو کر، کیا ایسے تیر اندازوں کا تیر بھی نشانے پر لگ سکتا ہے، یہی حال ان لوگوں کا ہے ،اس آیت میں بھی روز محشر میں جو ان کا حال ہو گا اس کو بیان کیا گیا ہے[2]"۔

اب دیکھیں !صلاح الدین خطاب نے اس آیت کے سیاق وسباق کو بالکل نظر انداز کر دیا،اور پر وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ "جو ایک محاورہ ہے اور لغت عرب میں اس کا ایک مخصوص معنی ہے اس سے بھی صرف نظر کر لیا.

ان وجوہات کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس جہت میں منہج سلف سے سائنسی تفسیر میں تکلف اپنایا گیا ہے۔

قدیم یونانی فلاسفر اور نو آسمانوں کا نظریہ

آسمانوں کے بارے میں قدیم یونانی فلکیات دانوں کا نظریہ تھا کہ آسمان نو ہیں۔ جس میں سب سے بلند فلک الافلاک، یافلکلک الاطلس، یا محدد الجہات کہتے ہیں۔ آٹھویں کو فلک الثوابت اور اسی کو فلک البروج بھی کہتے تھے۔ اس

[1] سباء:34/51-52

[2] ازہری، پیر محمد کرم شاہ، **ضیاء القرآن**، (اعتقاد پبلشنگ دہلی 1998ء)4/135

کے بعد ترتیب سے سات سیاروں کے سات آسمان ہیں، فلک زحل، فلک مشتری، فلک مریخ، فلک شمس، فلک زہرہ، فلک عطارد، اور فلک قمر، اس آخری فلک کو جس میں چاند ہے قمر ہے اس کو "سماء دنیا" بھی کہتے ہیں۔[1]

جب یونانی علوم عربوں کے پاس آئے تو بطلیموس کی ہیت بھی لے آئے، اب مسلمان مفسرین کے سامنے ایک مسئلہ کھڑا ہو گیا کہ قرآن صراحتاً سات آسمانوں کی دعوت فکر دے رہا ہے مگر یونانی فلکیات دان نو آسمانوں کی تھیوری پیش کر رہے ہیں، ان مفسرین کی وہی کمزوری تھی جو آج جدید سائنسی مفسرین کی ہے کہ یہ لوگ یونانی علوم سے اس قدر متاثر تھے کہ ہر بات بغیر تحقیق کے تسلم کر لیتے تھے۔ اگر یونانی فلسفہ کا کوئی نظریہ قرآن سے مطابق نہ ہو تا تو تاویل کرتے تھے۔

سات آسمان اور ابن سینا کا نظریہ

شیخ الرئیس[2] نے قرآن میں تاویل اور کھینچ تان کر یونانی فلسفہ کے مطابق یوں کی اور کہا کہ قرآن میں وارد سات آسمان تو وہ ہیں جو سات سیاروں کے آسمان ہیں، آٹھویں آسمان یعنی فلک البروج وہ ہے جس کو قرآن نے "کرسی" کہا ہے اور نواں یعنی فلک افلاک جس کو قرآن نے "عرش" کہا ہے اب ابن سینا اس پر دلائل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ

﴿وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ﴾[3]

"اور آپ کے رب کے عرش کو اس روز اپنے اوپر آٹھ فرشتوں نے اٹھا رکھا ہو گا"۔

مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری ابن سیناء کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ابن سینا نے اس آیت میں منہج سلف سے تکلف سے اختیار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دراصل یہاں آٹھ فرشتے نہیں بلکہ آٹھ آسمان مراد ہیں جن کے اوپر نواں آسمان یعنی عرش ہے[4]۔

---

[1] لاہوری علامہ امام الدین، **التصریح شرح التشریح** (دیوبند، یاسر ندیم کمپنی،)ص6-7

[2] شیخ الرئیس ابو علی الحسین ابن عبد اللہ ابن سینا، 22 اگست 980ء کو افشنہ بخارہ ازبکستان میں پیدا ہوئے اور 21 جون 1037ء کو ہمدان ایران میں وفات پائی، آپ نے فلسفہ، علم الکلام، سائنس طب، پر کتابیں لکھی ان میں سے القانون فی الطب اور الشفاء شہرہ آفاق ہیں، آپ کے اساتذہ میں امام جعفر صادقؒ واصل ابن عطاء، وغیرہ ہیں۔ شاگروں میں عمر خیام، غزالی، ابن رشد، ، البرٹ میگنس، جوہانس اسکارٹس، ولیم ہاروے وغیرہ ہیں۔ 450 کتابیں لکھیں ہیں، زمانے کی گردش سے ان میں سے 250 بچی ہیں۔(https://ur.wikipedia.org/wiki)

[3] الحاقہ:69/17

[4] قادری، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مُطالعہ**، ص52۔

ابن سینا کی تکلفانہ تاویل کا ردّ

ابو علی الحسین کی پیش کردہ تاویل ناقابل قبول ہے، پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ آیت احوال قیامت کے بارے میں ہے جس پر اس کا سیاق وسباق صریح دلالت کر رہا ہے اور پھر "ثَمٰنِيَةٌ" سے افلاک نہیں بلکہ فرشتے ہی مراد ہیں اس سلسلے میں اس کے قبل کی آیت سے واضح اشارہ موجود ہیں۔ صاحب قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر کا تنقیدی جائزہ کے مصنف ماہر فلکیات بہاء الدین عاملی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

"بہاء الدین اپنی کتاب "تشریح افلاک" کے حاشیہ میں راقمطراز ہیں" ظاہر القرآن انحصار الافلاک فی السبع وضم الکرسی اولعرش الی الافلاک جاء علی مذاق الحکماء القائلین بالتسع ولیس لھم علی ذلک برھان[1]"۔

" قرآن کا ظاہر یہ ہے کہ آسمان سات ہی میں منحصر ہیں، عرش اور کرسی کو افلاک کے ساتھ ملانا یہ ان حکماء کے ذوق کے مطابق ہے جو نو آسمانوں کے قائل ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کے لئے کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے".

بیسویں صدی کے اوئل میں جدید فلکیات نے نو آسمانوں کی یونانی تھیوری کو ردّ کرتے ہوئے کہا کہ آسمان نام کی کوئی چیز نہیں، ایک بار پھر قرآن کے فرمان "سبع السمٰوات" اور سائنس کا تعارض ہو گیا، اس تعارض کو رفع کرنے کے لئے تاویل اور کھینچ تان شروع ہوئی اور یہ تکلف اختیار کیا گیا کہ اس سے مراد سات سیارے ہیں۔

مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری نے جلال الدین القاسمی دمشقی[2] کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"اعلم ان لفظ السماء یطلق لغة علیٰ کل ماعلاالانسان ، فان ھذا الالفظ من السمو وھو العلو ، فسقف البیت سماء ، والکواکب سمٰوات، فالسمٰوات السبع المذکورہ کثیراً فی القرآن الشریف ھی السیارات السبع، وھی طباق ای ان بعض الان فلک کل منھا فوق فلک غیرہ[3]"۔

"لفظ سماء کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو انسان کے اوپر ہو، یہ لفظ سمو سے مشتق ہے جس کا معنیٰ بلندی ہے، لہذا گھر کی چھت بھی سماء ہے اور سیارے بھی سماء ہیں، قرآن شریف میں، جو کئی سات آسمان وارد

---

[1] قادری، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مُطالعہ**، ص52۔

[2] جلال الدین القاسمی دمشقی نے محاسن التاویل کتاب لکھی ہے، اپ کی وفات 1914ء میں ہے۔'(بحوالہ مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری، قرآن کی سائنسی تفسیر ،ص53)

[3] قادری، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مُطالعہ، ص54**

جمال الدین القاسمی، **محاسن التاویل** (القاہرہ، عیسی الحلبی، 1970ء) ص23

ہوا ہے، وہ یہی سات سیارے ہیں، اور وہ طباق یعنی ایک کے اوپر ایک ہیں، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کا فلک دوسرے کے فلک کے اوپر ہے"۔

یہاں موصوف کا یہ تکلف چند جہات کی وجہ سے نا قابل قبول ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرماتے ہیں کہ

﴿أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا﴾[1]

"کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بر تہ بنائے اور اُن میں چاند کو نور بنایا؟"۔

پس چاند کو آسمانوں کے اندر روشنی بنایا ہے، اگر چاند (سات سیاروں میں سے ایک ہے) کو ان سات آسمانوں میں سے ایک مان لیا جائے تو لازم آئیگا کہ مجھول اور مجھول فیہ ایک ہی ہو جائیں، اور یہ محال ہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ قرآن مقدس میں جہاں بھی لفظ سمٰوات آیا ہے تو اس کے مقابل ارض بھی آیا ہے۔ اگر سات آسمان مراد ہوں تو یہ وقت پیش آئیگی کہ جدید اسٹرانومی کی رو سے زمین خود ایک سیارہ ہے، جو سورج کے گرد چکر لگا رہا ہے اور وہ بھی ان سات سیاروں میں شامل ہے، لہٰذا اس صورت میں زمین و آسمان ایک دوسرے کے متقابل نہیں رہیں گے بلکہ ایک ہی چیز کے دو نام ہو جائیں گے۔

اگر سات آسمانوں کی تفسیر سات سیاروں سے کی جائے تو یہ بات اس وقت تو ٹھیک تھی جب جدید فلکیات میں سات ہی سیارے مانے جاتے تھے۔ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہو گیا ہے اب یورینس، نیپچون اور پلوٹو بھی دریافت کر لئے گئے ہیں۔ اب ان کو بھی سیاروں کے خاندان سے خارج کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ سبع السمٰوات کی اس تفسیر میں تکلف اپنایا گیا ہے۔ اب جدید سائنس اور فلکیات نے سات آسمانوں سے مراد سات سیاروں والی تفسیر کو غلط ثابت کر دیا ہے۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی کی تطبیقی تفسیر

ترکی کے ماہر فلکیات ہلوک نور باقی[2] نے قرآن میں وارد لفظ "سبع السمٰوات" اور جدید سائنسی اکتشافات کے درمیان تطبیق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

---

[1] نوح:71/15-16

[2] ڈاکٹر ہلوک نور باقی پیدائش 2 فروری 1924، نیویہر، ترکی میں ہوئی، وفات 2 جون 1997ء استنبول ترکی میں ہوئی۔ استنبول یونیورسٹی سے گریجویٹ ہیں۔

"بہت سی آیات میں قرآن مقدس نے کائنات میں سات آسمانوں کا ذکر کیا ہے، سائنس پچھلے دو صدیوں سے کائناتی فضا (کوسموس) کا مطالعہ کرتی رہی ہے۔ مگر ابھی تک اس موضوع پر کوئی واضح معلومات حاصل نہیں کر سکی، یہ صرف پچھلے پچیس سالوں میں ہوا ہے کہ آسمانوں طبعیات (Asrophysics) کے میدان میں انتہائی دلچسپ دریافتیں اس طرح سامنے آئی ہیں کہ قرآن کے معجزات بالکل عیاں ہوگئے ہیں[1]"۔

ساتوں آسمان اور قرآنی نظریہ

زمین کے اردگرد مختلف قسم کی گیسوں کی سات تہیں یعنی لیر زہیں، دراصل سات آسمانوں سے یہی گیس کی سات تہیں مراد ہیں، مگران دونوں سائنسی تفسیروں کو رڈ کرنے کی چند وجوہ ہیں۔

اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی مختلف آیات کریمہ میں جو لفظ "سماء اور السموٰات آیا ہے ان کے ساتھ ایسی صفات کا ذکر آیا ہے جو کسی جسم کو عارض ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر

﴿تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ﴾[2] "اور کچھ بعید نہیں اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں".

﴿وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ﴾[3]. "جب آسمان کو چیر دیا جائے گا"۔

﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ﴾[4] "جب آسمان کی کھال ادھڑ لی جائیگی"۔

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ﴾[5] "جب آسمان پھٹ جائیگا"۔

﴿إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ﴾[6] "جب آسمان پھٹ جائیگا"۔

انفطار انشقاق، فرجت، وغیرہ کے معانی کو دیکھا جائے تو عربی میں یہ سارے اوصاف جسم کے ہیں ان کو فضائی، میدانوں، کہکشاؤں کے آپسی فاصلوں اور گیسوں کی تہوں پر منطبق کرنا درست نہیں ہے۔ حدیث رسول ﷺ جو تفسیر کا دوسرا ماخذ ہے، اس میں شب معراج کی لمبی حدیث پر اگر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ نبی پاک ﷺ

---

[1] ڈاکٹر ہلوک نور باقی، **قرآنی آیات اور سائنسی حقائق**، ترجمہ سید محمد فیروز شاہ اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی 2000ء۔)، ص 129

[2] مریم: 90/19

[3] المرسلات: 9/77

[4] التکویر: 11/81

[5] الانفطار: 1/82

[6] الانشقاق: 1/84

نے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کی طرف سفر کرتے ہوئے عرش تک پہونچے، اور امام بخاری کی روایت کے مطابق حضرت جبریل نے ہر آسمان کے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھلا، پھر آپ اس میں داخل ہوئے۔

ڈاکٹر احمد شلبی حدیث معراج کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "لیست هناک ابواب تدق" آسمان میں ایسے دروازے ہی نہیں ہیں جن کو کھٹکھٹایا جائے" صرف یہ نہیں بلکہ مذاق بھی اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ "وقد استطاع الرواد الامریکیون ان یصلو الی القمر وان یهبطو علیه،واننا نتساءل هل وقفوا یدقون ابواب السماء؟ومن الذی فتحها لهم "۔

"امریکی خلاباز چاند تک پہنچ گئے اور اس پر اترے بھی، ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا انہوں نے رک کر آسمان کے دروازے کھٹکٹائے تھے، اور ان کے لئے وہ دروازے کس نے کھولے"۔

شک وشبہات پیدا کر کے ڈاکٹر شلبی نے بخاری شریف کی حدیث معراج کو موضوع قرار دیا ہے۔ مومن بندہ قطعی امر پر ایمان لانے میں پس وپیش نہیں ہونا چاہیے، یہی عافیت کی راہ بھی ہے اور ایمان کا تضاضا بھی۔ معاصر سائنسی تحقیقات کی روشنی میں اب تک جتنی بھی پیش رفت ہوئی ہے اس میں "سبع السموات" کا مفہوم آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آرہاہے، اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ سائنس کی اب تک کی تحقیقات کو حرف آخر سمجھ کر اس کو قرآن کی واضح اور صریح آیات میں تاویل اور کھینچ تان کا دروازہ کھول دیا جائے[1]۔

سائنس لگا تار اپنی منزل طے کر رہی ہے، اور آہستہ آہستہ کائنات کے پرُاسرار اشیاء کو واضح کر رہی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسا کے قدیم یونانی فلکیات دانوں کا نظریہ نو آسمانوں کا غلط ثابت ہوا، بالکل اسی طرح آنے والے دور میں گیس کی تہیں، کہکشاؤں کے جھرمٹ اور فضائی میدان بھی فریب نظر ثابت ہوجائیں اور کوئی ایسی تحقیق سامنے آجائے جس سے قرآن کریم کی وہ آیات جن میں سات آسمانوں کا ذکر ہے، ان کا معجز ہونا عالم پر روشن ہوجائے۔ دعوت دین میں قرآن کی تفہیم کے لئے سائنسی علوم کا استعمال اس طرح کیا جانا چاہیے کہ یہ علوم قرآن کے خادم نظر آئیں، نہ کہ یہ قرآن کو حاکم بنادیا جائے۔ قرآن کریم نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، جدید علوم کی مدد سے اس کے نقصانات کو اجاگر کیا جائے[2]۔

---

[1] قادری، **قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مُطالعہ**، ص57

[2] ایضا

قرآنی مقاصد سے غفلت

قرآن مجید کے شروع میں ہی ہے کہ "ذلک الکتاب لا ریب فیه" کہ قرآن کے بیان کردہ حقائق کے غلط ہونے یا ان میں شک کرنے کی گنجائش قطعاً نہیں۔ آدمی کا ایمان اس وقت معتبر ہو سکتا ہے جب تک اس بات پر مکمل یقین رکھتا ہو کہ اسلام کے بیان کردہ بیانات ناقابل رد ہیں۔

اگر کوئی یہ یقین رکھتا ہے کہ اسلام کی تعلیمات قابل رد ہیں کیونکہ اس زمانے میں سائنسی معیار علم کے مطابق صرف وہی باتیں اور مفروضات علم کہلانے کے مستحق ہیں جنہیں تجربے اور مشاہدے میں لاکر رد کرنا ممکن ہو۔ جو تجربے کی روشنی میں ناقابل رد ہوں وہ قطعا سائنسی علم نہیں ہو سکتے۔ سائنس اور غیر سائنس میں تمیز کرنے والی چیز یہ امکان تردید ہی ہے۔

ایسے شخص کا ایمان کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے جو اس بات کے امکان کو بھی مانتا ہو کہ قرآن و سنت میں بیان کردہ حقائق تجربے کی روشنی میں غلط ثابت کیے جاسکتے ہیں۔ لہذا یہ کہنا کہ اسلام ایک سائنسی مذہب ہے ایک مومن کے ایمان پر نقب لگانے کے مترادف ہے۔

فرشتوں پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد سے ہے ان کا انکار قرآن و سنت کے اثبات کا انکار لازم آتا ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾[1]

"تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا اور فرشتوں کو پیغام رساں مقرر کرنے والا ہے۔ ایسے فرشتے) کے دو دو اور تین تین اور چار چار بازو ہیں، وہ وہ پیدائش میں جتنا چاہتا ہے بڑھوتری کرتا ہے، اضافہ کرتا ہے۔ یقینا اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

آج سائنس بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ تخلیق کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ مسلسل نئے نئے ستارے وجود میں آرہے ہیں اور نئی نئی کہکشائیں بن رہی ہیں، دور جدید کے بعض مفسرین جب سائنسی حقائق کے بجائے سائنسی نظریات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں تو وہ بھی تفسیر بارائے مذموم کر کے تکلفات کرتے ہیں جیسے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنسی نظریات وقت کے ساتھ ساتھ

---

[1] فاطر: 35/1

بدلتے رہتے ہیں اور کبھی غلط بھی ثابت ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے مطابق تفسیر کرنے سے قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت پر حرف آسکتا ہے۔ البتہ وہ سائنسی نظریات اور حقائق جو تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہیں، ان کے مطابق تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ابو الفضل المرسیؒ کا آیات کونیہ میں تکلف

امام جلال الدینؒ نے ابو الفضل المرسی کے حوالے سے طویل کلام کیا ہے جس میں بہت سے علوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ قرآن مجید میں موجود ہیں، ان علوم کے ذکر میں موصوف نے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کیا ہے۔ مثال: علم ہندسہ: یعنی انجینئرنگ کے بارے میں لکھتے ہوئے اس آیت کو حوالہ دیتے ہیں۔

﴿انْطَلِقُوا إِلَى ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ﴾[1]

"چلو اُس سائے کی طرف جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ ٹھنڈک پہنچانے والا اور نہ آگ کی لپٹ سے بچانے والا"۔

ان دو آیات کا تعلق علم ہندسہ سے ہے اس آیت کریمہ میں تین شاخوں کا ذکر کیا گیا ہے، مثلث کے بھی تین کونے ہوتے ہیں اور مثلث کا سایہ نہیں ہوتا، حالانکہ آیت کریمہ میں تین شاخوں والے سائے کی طرف چلنا کو کہا گیا ہے۔ یہاں تین شاخوں والے سائے کو بغیر سائے والی مثلث سے مشابہ کرنا تو از بعید قیاس ہے۔ البتہ تین شاخوں کو مثلث کے تین کونوں سے مشابہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ اب یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ ابو الفضل المرسی نے مثلث کے سایہ نہ ہونے کی خاصیت کو سائے کی تین شاخوں سے کسی انداز میں مماثلت دی ہے۔ پھر ان کے ذہن میں مثلث کے تین کونے اور اس کے تین کونے مراد ہیں، یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے[2]۔

ابو الفضل المرسیؒ کا آیت طب میں تکلف

امام ابو علی الفضل مرسی قرآں کی آیت میں تکلف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

﴿والَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾[3]

---

[1] المرسلات: 77/30-31

[2] سیوطی، **الاتقان فی علوم القرآن**، 4/33-34

[3] الفرقان: 25/67

"جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں نہ بخل، بلکہ اُن کو خرچ دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال پر قائم رہتا ہے"۔

اس آیت میں خرچ اور طب کا بظاہر تو کوئی تعلق نظر نہیں آتا البتہ ایسا کہا جاسکتا ہے کہ کھانے کی چیزوں پر ایسے خرچ کیا جائے کہ کھانے میں متوسط انداز اپنایا جائے، نہ زیادہ کھایا جائے اور بہت کم تو درمیانہ کھانے سے صحت اچھی رہتی ہے، یہ طب کا اُصول ہے،ان دونوں مثالوں میں ان آیات کا سائنس سے کوئی تعلق نہیں ہے جبراجوڑا گیا ہے۔اس طرح کے تعلق سے قرآن مجید میں سائنس سے تعلق رکھنے والی آیات کی تعداد دوہزار سے بھی تجاوز کر جائے گی۔اس بہ تکلف تعلق سے سائنسی تفسیر کے مخالف طبقہ پیدا ہو جائے گا۔

علامہ شہاب الدین ندوی کا سائنسی تفسیری تکلف

قرآن کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اگر انسان خلاؤں اور آسمان اور زمین کے درمیان مظاہر فطرت پر غلبہ حاصل کرلے اوراور اجرام سماوی کے طبعی وفطری احوال وکوائف سے نپٹنے کے قابل ہوسکے ،تو وہ دیگر سیارگان تک پہنچنے کے لئے سفر کا آغاز کرسکتا ہے، مگر مخلوق ارضی کا یہ لشکر حقیر تر ہے،جو دیگر سیاروں میں موجود فوجوں سے شکست کھاجائے گا:

﴿أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ جُنْدٌ مَا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِنَ الْأَحْزَابِ﴾[1]

"کیا یہ آسمان وزمین اوراُن کے درمیان کی چیزوں کے مالک ہیں؟ اچھاتو یہ عالم اسباب کی بلندیوں پر چڑھ کر دیکھیں! یہ تو جتھوں میں سے ایک چھوٹا سا جتھّا ہے جو اسی جگہ شکست کھانے والا ہے"۔

مولانا شہاب الدین ندویؒ کے مطابق اس آیت کی سائنسی تفسیر یہ ہے کہ انسان دیگر سیاروں پر پہنچ کر شکست کھا جائے گا۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ دیگر سیاروں پر کوئی ترقی یافتہ مخلوق بھی موجود ہے۔لیکن یہ بات بھی ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ قرآن مجید یہ نہیں کہتا کہ یہ ترقی یافتہ مخلوق تمام سیاروں یا کل اجرام سماوی میں موجود ہے، بلکہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اجرام سماوی پر ان کا کوئی وجود ہے اور ان دونوں باتوں پر بڑا فرق ہے،لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ترقی یافتہ مخلوق یا زندگی کی کوئی بھی شکل ہمارے نظام شمسی کے کسی سیارے (مریخ اور زہرہ وغیرہ) میں ہوگی یا کسی

---

[1] ص:38/10-11

دوسرے نظام شمسی میں؟ مگر اتنی بات تو ضرور کہی جاسکتی ہے کہ جب کبھی انسان کی ٹکراؤ اس ترقی یافتہ مخلوق سے ہو گا تو پھر اس کا حلیہ بگڑ جائے گا[1]۔

مولانا عبد الماجد دریا آبادی اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ:

"مراد وہی اہل مکہ ہیں، قوت اہل مکہ کی بربادی کی پیشگوئی قطعیت کے ساتھ کر دینا بجائے خود ایک قرآنی معجزہ ہے۔اس پیش خبری کا تحقیق میدان بدر میں ہو کر رہا"۔

امام النسفیؒ کا اس کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ:

قال قتادة هنالک اشارة الی یوم البدر فاخبر الله تعالیٰ بمکة انه سیهزم جند المشرکین فجاء تاویلها یوم بدر[2]"۔

"ھنالک سے بدر اور اس میں کفار کی قتل گاہوں کی طرف اشارہ ہے یا اس طرف اشارہ ہے جس بڑے کام میں انہوں نے اپنے کو ڈال رکھا تھا۔ مِّنَ الْاَحْزَابِ (من جملہ گروہوں میں سے)"۔

مراد یہ ہے یہ ایک گروہ کفار ہے جو رسول اللہ (ﷺ) کے خلاف جتھہ بندی کرنے والوں میں سے ہے یہ عنقریب شکست کھائیں گے۔ آپ ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ اور نہ غم زدہ ہوں اس پر جس کے لئے یہ گروہ بندی کر رہے ہیں[3]"۔

یہاں مولانا شہاب الدین ندویؒ نے احادیث، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو نظر انداز کیا تفسیر در الماثور کو چھوڑ کر اپنی عقل سے تفسیر کی جو کہ قطعی نہیں ہے اور نہ اس پر اسلاف کا عمل ہے اس پر۔ قرآن مجید زمین کے آسمانوں کی مثل ہونے[4] اور ایک سے زیادہ جہانوں کا تذکرہ کرتا ہے، لیکن دیگر عالموں[5] اور آسمانوں کی مانند زمینوں کے ہونے کے صحیح کیفیت وحقیقت کیا ہے؟ اس سے متعلق ابھی تک کوئی حتمی سائنسی معلومات موجود نہیں۔ آنے والے دنوں میں شاید اس کی سائنسی تناظر میں بہتر تفسیر سامنے آجائے۔ مزید بر آں کہ سائنس آسمانوں کی درست کیفیت سے متعلق ابھی تک بہت محدود معلومات رکھتی ہے، جس کا ماہرین فلکیات وطبعیات واضح اعتراف کرتے ہیں، سبع السموٰت کے اندر ابھی بہت دنیائیں چھپی ہوئی ہیں[6]"۔

---

[1] مولانا شہاب الدین ندوی، **اسلام اور عصر حاضر** (لاہور، المکتبہ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، 1988ء ص94

[2] دریا آبادی، مولانا عبد ماجد۔ **تفسیر ماجدی**، ص911

[3] النسفی،، **تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل**، 3/280

[4] الطلاق:65/12

[5] الفاتحہ:1/1

[6] ڈاکٹر شہباز منج، **مذہب اور سائنس-باہمی تعلق کی صحیح نوعیت**، ص21

تحریف پسندی

تفسیروں کے اندر انحراف کی ایک شکل متوارث قرآنی مفہوم جو سلف سے منقول ہیں ان کو تحریف کر دیا جائے۔ جیسے صاحب مطالب الفرقان نے کیاکہ تولید انسانوں میں آدمی اور عورت کے مباشرت سے اولاد کے پید اہونے کانام ہے یہی عمل حیوانات میں نرومادہ کے اختلاط سے انجام پاتاہے۔

﴿نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾[1]

"تمہاری عورتیں تمہاری کھتیاں ہیں۔ تمہیں اختیار ہے، جس طرح چاہواپنی کھیتی میں جاؤ"۔

ازدواجی زندگی اور ہادی عالم ﷺ کے ارشاد:

((مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ وَإِنَّهَا لَا تَلِدُ أَفَأَتَزَوَّجُهَا قَالَ لَا ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ فَنَهَاهُ ثُمَّ أَتَاهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ))[2]

"حضرت معقل بن یسار (رض) بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم (ﷺ) کے پاس ایک آدمی نے آکر پوچھا ایک عورت حسب ونسب اور حسن وجمال والی ہے لیکن ہے وہ بانجھ۔ کیا میں اس سے شادی کرلوں؟آپ نے اسے روک دیا۔ دوسری اور تیسری مرتبہ آنے پر بھی منع کرتے ہوئے فرمایا محبت کرنے اور زیادہ بچے جننے والی عورت سے شادی کروکیونکہ میں تمہاری کثرت تعداد کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔

یہاں اکثر مفسرین نے ترجمہ یوں ہوناچاہیے تھاکہ **"اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو"**

اس آیت کی تفسیری تکلفات کرتے ہوئے صاحب مطالب لفرقان فرماتے ہیں کہ:

میاں بیوی کے جنسی اختلاط کے معاملہ میں اس اصول کو یادرکھو کہ اس سے مقصود افزائش نسل ہے۔ اس اعتبار سے تمھاری بیویوں کی مثال کھیتی کی سی ہے۔ جس طرح کسان، اس وقت تخم ریزی کرتاہے جب اسے فصل اگانامقصود ہو، اسی طرح تم بھی اس وقت، اپنی "کھیتی،، میں جاؤ، جب تم **(اولادپیداکرنا)چاہو**[3]۔

یہاں غلام احمد صاحب کی تفسیر سے مندرجہ ذیل نقاط اخذ ہوئے۔

1۔ بانجھ مرد اور بانجھ بیوی کی باہم مقاربت حرام قرارپائی

---

[1] بقرۃ:2/223

[2] **سنن ابوداؤد**: کتاب النکاح، باب النهى عن تزويج من لم يلد من النساء، ج2، 2050/172

[3] غلام احمد پرویز، **تفسیر مطالب الفرقان**، 3/ 372

2۔ استقرارِ حمل کے بعد زوجین کی باہمی مقاربت اس وقت کے لیے حرام ہو جاتی ہے جب تک پھر ایک بچے کی ولادت مطلوب نہ ہو۔

3۔ میاں اور بیوی کا تعلق زوجیت بھی ریاست کے کنٹرول میں چلا جاتا ہے، جب ریاست اعلان کر دے کہ اب ہمیں بچوں کی ضرورت نہیں ہے تو تمام مرد، اپنی بیویوں سے الگ ہو جائیں اور جونہی ایک سرکاری حکم ہو اب اطفال کی ضرورت ہے تو شوہروں اور بیویوں کے درمیان رابطہ قائم ہو جائے، پھر حکومت کو رپورٹ دی جائے کہ اب کتنی عورتیں حاملہ ہو چکی ہیں، مطلوبہ تعداد میں حمل قرار پا گئے ہیں اب حکومت سرح جھنڈی ہلائے گی اور شوہروں کے لیے بیویوں کے پاس جانا ممنوع ہو جائے گا۔

پرویز صاحب نے برصغیر کی تقسیم سے قبل تحریک ضبط تولید کو خلاف اسلام قرار دیا کرتے تھے، لیکن بعد میں، متضاد روش اپناتے ہوئے، اس کے جواز کو قرآن ہی سے کشید کر ڈالا۔

مولانا مودودیؒ نے اس کا ٹھوس جواب دیا ہے کہ:

" ایک صاحب نے اس آیت سے ضبط ولادت کے حق میں استلال کرتے ہوئے یہ نرالا نکتہ پیدا کیا ہے کہ کھیتی کے ساتھ کسان کا تعلق صرف پیداوار کی خاطر ہے، جب ملک کو پیداوار کی ضرورت ہو تو کسانوں کو کھیتی میں جانا چاہیے، جب پیداوار کی ضرورت ہی نہ تو ان کو سرے سے اپنی کھیتیوں میں جانے کا حق نہ ہونا چاہیے، نیز جتنی پیداوار درکار ہو، بس اسی حد تک کسانوں کو کاشت کرنی چاہیے، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ نظام ربوبیت کہ ہمہ گیر منصوبہ بندی کا وہ نقشہ ہے جو ابھی تک کیمونسٹوں کو بھی نہیں سوجھا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ بھی قرآن سے برآمدہ کر لیا گیا حالانکہ اگر زوجین کے باہمی تعلق کسان اور کھیتی کی تشبیہ کو تشبیہ تام ہی مان لیا جائے تب بھی آج تک کسی صاحب عقل کے دماغ میں یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ تخم ریزی کے بعد کسان کا کھیتی میں جانا حرام ہو جاتا ہے۔[1]

بڑھتی ہوئی آبادی اور کھیتی کے متعلق پیش گوئی کے بارے میں اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾[2]

---

[1] مودودی، **اسلام اور ضبط ولادت**، ص58

[2] البقرۃ:2/261

"جو لوگ مال اللہ کی راہ میں صرف کرتے ہیں، اُن کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اُس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی سو دانے ہوں اسی طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے، افزونی عطا فرماتا ہے، وہ فراخ دست بھی ہے اور علیم بھی"۔

اگر مسلمان سائنس دان اور ماہرین زراعت اس قرانی حکم کو سامنے رکھ کر اپنی تحقیقات کا دائرہ کار وسیع کریں اور بیجوں پر ریسرچ کریں تو کوئی بعید نہیں کہ پیداوار 700 فی ایکٹر سے بھی زیادہ ہو جائے۔ موجودہ تجربات اور مشاہدات بی اس قرانی پیشین گوئی کی تائید کرتے نظر آتے ہیں، پہلے زمین اتنی مقدار میں فصلیں پیدا نہیں کرتی تھی، جتنی اب ہو رہی ہے اور یہ روز بروز بڑھ رہی ہیں۔ فرانس اور امریکہ میں تیار ہونے والے بیجوں کی پیداوری صلاحیت اب بھی کئی سو من فی ایکٹر ہے جیسے آبادی بڑھتی جارہی ہے، ویسے ہی اللہ تعالیٰ انسانی ضرورتوں کے مطابق زمین سے فصلیں پیدا کر رہا ہے جو عین اسلام کی صداقت کی روشن دلیل ہے۔

عورت کھیتی ہے اور مرد کاشت کار اور نطفہ بیج۔ جس طرح کھیت میں بیج ڈالنے کا مقصد پیداوار حاصل کرنا ہے اسی طرح مباشرت کا مقصد افزائش نسل ہے صرف شہوت پوری کرنا مقصود نہیں، بیوی نسل انسانی کا ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی دعوت کو ماننے والوں کے لیے دنیا اور آخرت میں خوشخبریاں ہیں۔

تکلفانہ سائنسی تفسیر کرنے کی وجوہات

بعض علماء تفسیر نے تکلفات سے کام لیا۔ انہوں نے احادیث، آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر انداز کیا یہاں تک کہ بعض جگہ تورات اور انجیل کے بیشتر مضامین کو ان پر ترجیح دی گئی ہے کیونکہ ان کے ہاں کتابیں تورات اور انجیل محرف شدہ نہیں ہیں۔

تجدد پسندی

جن حضرات نے سائنسی تفسیر میں تکلف سے کام لیا انہوں نے ان تفاسیر کو، جدید ذہن کو سامنے رکھ کر مرتب کیا۔ اس طرح کے مفسرین نے جدید علوم سے مرعوب ہو کر معجزات اور ملائکہ وغیرہ کے وجود میں تاویل کی راہ اختیار کی ہے۔ جس کی تردید اس وقت کے علماء حق نے کی ہے۔ حالانکہ معجزات کو موجودہ دور میں سائنسی انداز سے بھی ثابت کیا جا چکا ہے۔

سر سید احمد نے سائنسی تفسیر میں تکلفات سے کام لیتے ہوئے غیر منقول سائنسی تفسیر کی ہیں اس کی چند وجوہات ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

مغربی مرعوبیت

مغربی تہذیب سے مرعوب ہو کر اس کے سانچے میں قرآنی تعلیمات کو ڈھالنا بھی تفسیری تکلفات میں سے ایک وجہ ہے اس طرح کے نمونے سر سید احمد خان اور غلام احمد پرویز جیسے لوگوں کی کتب تفسیر میں موجود ہیں۔

ان حضرات نے یہ معیار مقرر کیا کہ قرآن کریم کی جو تفسیر منقول چلی آرہی تھی تاریخ اسلام سے لے کر آج تک تقریبا چودہ سو سال کے عرصہ میں اور تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ، تابعین، علماء اولیاء اور صلحاء امت رحمھم اللہ سے انہوں نے اس راہ مستقیم کو چھوڑ کر اپنی محدود عقل اور ذاتی علم ادارک کا خاصا سہارا لیا اور تفاسیر مرتب کی۔

سر سید احمد خان نے اپنی تفسیر قرآن العظیم کے حوالے سے راقم طرز ہیں کہ: میں نے بقدر اپنی طاقت کے خود قرآن مجید پر غور کی اور چاہا کہ قرآن کو خود ہی سمجھنا چاہیے[1]۔

ان مفسرین اکرام نے دین کے متورث ذوق اور اسلوب سے اتر کر خود قرآن مجید پر غور کیا اور نہ معلوم کس کس کو خوش کرنے کی خاطر اسلام کے نام پر اپنے نظریات سے اسلام کی عمارت تیار کرنا شروع کی، جس میں نہ ملائکہ ،کے وجود کی جگہ رہی، نہ ہی جنت و جہنم کا کہیں نام نشان ہے اور نہ ہی جنات اور ابلیس کے وجود کا اعتراف ہے اور معجزات و کرامات تو ان کے نزدیک مجنونہ باتیں ہیں۔

انہوں نے ان خیالات کو جو مستشرقین سے ماخوذ ہیں اور جن کی اتباع ان کے نزدیک قومی ترقی کا ضامن ہے، درج کیا ہے اور اس کے لئے ان آیات قرآنیہ واحادیث رسول ﷺ اور ارشادات علماء کو اپنی تائید میں پیش کیا ہے، جن کا ان کا ان کی آراء سے دور کا بھی واسطہ نہیں، انہوں نے صریح تحریف معنوی سے کام لیا ہے۔ یہاں تک کہ نبوت کو ایک کسبی شئ قرار دیا۔

ان مفسرین نے مسائل محققہ، صحیحہ یقینہ قرار دے کر تمام آیتوں کو قرآن کے مؤول کر دیا اور اسے تاویل بھی نہیں کہتے بلکہ صحیح تفسیر قرآن سمجھتے ہیں۔ حالانکہ نہ سیاق کلام، نہ الفاظ قرآنی، نہ محاورات عرب کی اس سے تائید ہوتی ہے۔

---

[1] سر سید احمد خان، **تفسیر القرآن** (لاہور، دوست ایسوسی ایٹس، ناشران و تاجران کتب الکریم مارکیٹ اردو بازار)، ص 2

عقل کو وحی پر ترجیح دینا اور خود ساختہ تصورات

سائنس کو عقل پر ترجیح دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگر ہم یہ مان لیں کہ علم کا اصل منبع وحی نہیں بلکہ عقل انسانی ہے، نیز یہ کہ وحی تب ہی معتبر ہو گی کہ جب وہ سائنس کے اصولوں کے مطابق ہو۔ دوسرے لفظوں میں وحی عقل پر نہیں، بلکہ عقل وحی پر حاکم ہے۔ یہ دعوی کہ سائنس کے ذریعے حق تک پہنچنا ممکن ہے اس بات کا اقرار ہے کہ عقل کے ذریعے خیر اور شر، حق اور باطل کا ادراک کر لینا ممکن ہے۔ اور اگر عقل کے ذریعے ایسا کرنا ممکن ہے تو پھر وحی، نبوت اور شریعت بے کار باتیں ہیں جنکی کوئی ضرورت ہی نہیں۔

یہی وہ رجحانات ہیں جو قرون اسلام میں معتزلہ فرقے کے ہاں پائے جاتے تھے جب انھوں نے عقل کو وحی سے بالاتر گردانا تو خود کو شریعت، نبوت اور وحی سے بے نیاز سمجھنے لگے۔ اگر کوئی شخص اس رجحان کا عملی نظارہ کرنا چاہتا ہے تو وہ مغربی فلاسفہ اور ان کے الحادی خیالات پر بننے والے معاشروں کو دیکھ لے کہ جہاں عقل اور سائنس کی غیر منطقی بالادستی کے نتیجے میں فکر آخرت، خوف خدا، للّٰہیت، عشق رسول، تقوی، عفت، حیا، زہد، فقر، قناعت وغیرہ جیسے مذہبی حقائق اور اعلی صفات کس طرح مہمل اور بے معنی ہو کر رہ گئی ہیں۔ اور بد قسمتی یہ ہے کہ اب مسلمان معاشروں میں بھی جدید سائنسی علوم کی اعلی سطح پر بالادستی کی وجہ سے اخروی نجات کے بجائے دنیاوی عیش و آرام، اصلاح و تسخیر قلب نیز علم باطن کے حصول کے بجائے سائنسی ایجادات اور تسخیر کائنات کرنے کی فکر اور رجحانات عام ہوتے جا رہے ہیں جو ایک نہایت خطرناک کام ہے۔

جن مفسرین نے اپنی تفسیر میں تکلفات سے کام لیا ان کا کہنا ہے کہ جب عقل اور نقل میں تعارض ہو جائے عقل کو ترجیح ہو گئی۔ ان میں سے ایک سر سید بھی ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں جا بجا ملائکہ جنات وشیاطین، جنت و جہنم ، حشر و نشر، رؤیت باری تعالی وغیرہ میں تحریف اس لئے کر دی کہ یہ چیزیں عقل میں پوری نہیں اترتیں، کیونکہ عقل یہ تسلیم کرنے سے قاصر ہے کہ ملائکہ، جنات وشیاطین انسانوں سے میل جول رکھنے والی مخلوق اور نظر نہ آئے۔ جیسا کے تفسیر القرآن میں ہے کہ: "عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں عقل کو ترجیح حاصل ہو گی[1]۔

---

[1] ابن تیمیہؒ، **تحریر فی اصول التفسیر**، ص 15

سائنس پرستی

سائنسی علم کبھی قطعی نہیں ہوتا اس میں ارتقاء کا عمل اور امکان جاری رہتا ہے۔اس کے حقائق عارضی ہوتے ہیں جسے تجربے کی روشنی میں آج حقیقت سمجھ کر مان لیا گیا ہے ہو سکتا ہے آنے والے دنوں میں کوئی نیا تجربہ اس کی تردید کردے۔

لہذا یہ کہنا کہ اسلام ایک سائنسی مذہب ہے اس بات کو مان لینے مترادف ہے کہ اسلام کے بیان کردہ حقائق آفاقی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی ہیں اور وقت بدلنے سے ان کی حقانیت بدل سکتی ہے۔جو شخص ایسا ایمان رکھتا ہو اس کے ایمان کی حیثیت کیا ہے۔اس قسم کے عقیدے کے بعد ان دعووں میں آخر کیا معنویت رہ جاتی ہے کہ اسلامی ایک آفاقی دین ہے اور محمد ﷺ ساری نوع انسانی کے ہر ہر فرد وقت اور مقام کے لئے راہ ہدایت متعین کرنے والے رسول بناکر بھیجے گئے ہیں۔دین اسلام کو سائنسی علم کی کسوٹی پر پرکھنے کا نتیجہ یہ ہے کہ ہر سو سال بعد بنیادی عقائد میں تبدیلی لائی جائے۔اس لئے قرآن سائنس کی کتاب نہیں بلکہ سائنسی علوم ضمن بیان کیے گئے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابن عربی کی طرف منسوب تفسیر میں یہ بھی ہے کہ سورہ الرحمٰن میں جن دو دریاؤں کا ذکر ہے کہ وہ آپس میں ملتے ہیں یعنی﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ () بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ﴾

توان میں سے ایک دریا تو "ہیولی"(HYLE) ہے جبکہ دوسرا"روح"اوران دونوں کے درمیان برزخ جسم انسانی ہے۔[1]

امام طنطاویؒ کے سائنسی تکلفات تفسیر

﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾[2]

"جس دن ان کی زبانیں اور ان کے کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف ان کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے"۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ طنطاوی فرماتے ہیں کہ ان اعضاء پر جو کچھ اعمال ظاہر ہوتے ہیں اس سے حیران کن طور پر اس کا کلام کریں گے پس وہ غیبت کریں گے اور تہمت لگائیں گے۔

---

[1] حافظ محمد زبیر،ڈاکٹر،**اسلامائزیشن آف سائنس**،(لاہور،دار الفکر السلامی،2019ء)ص21

[2] النور:24/24

اسی طرح کے اعمال ظاہر ہوں گے گناہ گار اس کو دیکھے گا، لوگ اور فرشتے اس عمل کی بری صورت میں گواہی دیں گے جس سے توہین اور ذلت ظاہر ہو گی۔ [1]

امام ابن کثیر اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:

﴿وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ،حَتَّى إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدْتُمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنْطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ () وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَنْ يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِمَّا تَعْمَلُونَ۔

وَذَلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ [2]

"اور جس دن اللہ کے دشمن آگ کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، پھر ان کی الگ الگ قسمیں بنائی جائیں گی۔ یہاں تک کہ جونہی اس کے پاس پہنچیں گے ان کے کان اور ان کی آنکھیں اوران کے چمڑے ان کے خلاف اس کی شہادت دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے۔اور وہ چمڑوں سے کہیں گے تم ہمارے خلاف شہادت کیوں دی؟وہ کہیں گے ہمیں اس اللہ نے بلوادیا جس نے ہر چیز کو بلوایا اور اسی نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا اوراسی کی طرف تم واپس لائے جارہے ہو،اور تم اس سے پردہ نہیں کرتے تھے کہ تمھارے خلاف تمھارے کان گواہی دیں گے اور نہ تمھاری آنکھیں اور نہ تمھارے چمڑے اور لیکن تم نے گمان کیا کہ بے شک اللہ بہت سے کام،جو تم کرتے ہو،نہیں جانتا۔اور یہ تمھارا گمان تھا جو تم نے اپنے رب کے بارے میں کیا،اسی نے تمھیں ہلاک کر دیا،سوتم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو گئے"۔

اسی طرح ایک حدیث بھی ہے جو اس آیت کی تفسیر کرتی ہے۔

((أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ -ﷺ- فَضَحِكَ فَقَالَ « هَلْ تَدْرُونَ مِمَّ أَضْحَكُ ». قَالَ قُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ.قَالَ « مِنْ مُخَاطَبَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَقُولُ يَا رَبِّ أَلَمْ تُجِرْنِى مِنَ الظُّلْمِ قَالَ يَقُولُ بَلَى. قَالَ فَيَقُولُ فَإِنِّى لاَ أُجِيزُ عَلَى نَفْسِى إِلاَّ شَاهِدًا مِنِّى قَالَ فَيَقُولُ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ شَهِيدًا وَبِالْكِرَامِ الْكَاتِبِينَ شُهُودًا - قَالَ - فَيُخْتَمُ عَلَى فِيهِ

---

[1] اختر عبد القیوم ،ڈاکٹر ،الجواہر فی تفسیر للشیخ الطنطاوی الجوھری دراسہ منھجیۃ ونقدیۃ ،انٹرنشل ریسرچ جرنل آن اسلامک سٹڈی ،آئی ایس ایس نمبر:2664-4959 جلد2،شمارہ جولائی-دسمبر2020ء،ص11

[2] فصلت:41/19-22

فَيُقَالُ لأَرْكَانِهِ انْطِقِى. قَالَ فَتَنْطِقُ بِأَعْمَالِهِ - قَالَ - ثُمَّ يُخَلَّى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلاَمِ - قَالَ - فَيَقُولُ بُعْدًا لَكُنَّ وَسُحْقًا. فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ))[1]

"سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ہنس دیے اور فرمانے لگے: جانتے ہو میں کیوں ہنسا ہوں؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میں اپنے بندے کی اس گفتگو پر ہنسا ہوں جو وہ (قیامت کے دن) اپنے رب سے کرے گا، وہ کہے گا، اے اللہ کیا تو نے مجھے ظلم سے پناہ نہیں دی؟ اللہ فرمائیں گے ہاں دی ہے، تو وہ کہے گا میں آج اپنے خلاف کسی کی گواہی قبول نہیں کروں گا، سوائے اپنی ذات کی گواہی کے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کفایت کرتی ہے اور کراماکاتبین کی گواہی، اب اس کے منہ پر مہر لگ جائے گی اور اس کے مختلف اعضاء کو حکم ہو گا کہ بولو، تو وہ اس کے سارے کیے ہوئے کام بول کر بتادیں گے۔ پھر آدمی کو بولنے کی اجازت دے دی جائے گی، اس وقت بندہ کہے گا، تمھارے لیے بربادی ہو، چلو دور ہو جاؤ، میں تمھاری خاطر ہی تو جھگڑ رہا تھا[2]"۔

یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کی مسلمہ قاعدہ میں انحراف کیا گیا ہے۔ شیخ جوہری طنطاوی ؒ کا یہ کہنا کہ لوگ اور فرشتے اس عمل کی بری صورت میں گواہی دیں گے جس سے توہین اور ذلت ظاہر ہو گی یہ تفسیری مسلک تکلف کا آئینہ دار ہے اور اس سے اس آیت کا جلال و جمال باقی نہیں رہتا۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾[3]

شیخ فرماتے ہیں کہ ذکر کا معاملہ اور اس کی فضلیت اس آیت کے تحت مذکور ہے۔ اور اس کا مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے ہر حال میں۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِكُمْ﴾[4]

یعنی دن رات خشکی تری، صحت بیماری ہر حال میں ذکر کرو اور یہ بھی کہا گیا ذکر کو کبھی نہ چھوڑو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَامُوسَى لَنْ نَصْبِرَ عَلَى طَعَامٍ وَاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ﴾[1]

---

[1] تفسیر ابن کثیر، 25/47

[2] **صحیح مسلم**، کتاب الزھد، باب ،الدنیا سجن المومن وجنة الکافر، ح2969، ج4/2280 (امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے۔ احادیث لجلال الدین اسیوطی ،باب یاء النداء مع الیاء 24/189)

[3] الاحزاب:33/41

[4] النساء:4/103

"اور جب تم نے کہا اے موسیٰ! ہم ایک کھانے پر ہرگز صبر نہیں کریں گے۔ خدا سے دعا کیجیے کہ وہ ہمیں ایسی چیزیں عطا کرے جو زمین اگاتی ہے"۔

امام جلال سیوطی فرماتے ہیں کہ :

المن والسلوى استبدلوا به البقل وما ذكر معه ،عن قتادة قالوا : ملوا طعامهم في البرية وذكروا عيشهم الذي كانوا فيه قبل ذلك فقالوا ادع لنا ربك ، الآية ,ابن عباس في قوله وفومها قال : الخبز۔"[2]

"آیت "واذا قلتم يموسى نصبر على طعام واحد "سے مراد من او سلوی ہے اس کے بدلے انھوں نے سبزیاں طلب کیں اور دیگر دوسری اشیاء جن کا ذکر آیت میں ہے۔ قتادہ(رح) سے روایت کیا کہ بنی اسرائیل جب جنگل میں اس کھانے سے اکتا گئے تو انھوں نے اس معیشت (یعنی خوراک) کا مطالبہ کیا جس پر وہ پہلے گزارہ کرتے تھے اور کہنے لگے لفظ آیت "ادع لنا ربك "یعنی اپنے رب سے دعا فرمایئے۔ ابن عباس (رض) سے روایت کیا کہ "وفومها" سے مراد روٹی ہے۔ دوسرے لفظ میں گندم مراد ہے اور لفظ میں حنطہ فرمایا(یعنی گیہوں) بنی ہاشم کی لغت میں"۔

شیخ طنطاویؒ اس کی تفسیر میں پہلے طبعی فوائد پر گفتگو کرتے ہیں، پھر طب جدید کے نظریات ذکر کرتے ہیں یورپ کے اطباء کا ذکر کر کے بتاتے ہیں کہ اللہ نے بھی اس آیت میں یہی کہا ہے۔"**الَّذِي هُوَ أَدْنَىٰ بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ** "سے اشارہ اس طرف ملتا ہے کہ من و سلویٰ کھا کر دیہات کی کھلی فضا میں زندگی بسر کرنا شہری زندگی سے بہت بہتر ہے۔ شہروں میں پر تکلف کھانے کھائے جاتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ ذلت ورسوائی اور اعلیٰ احکام کے ظلم و ستم بھی برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس بات کا خدشہ ہر وقت لگا رہتا ہے کہ کوئی زبردست بادشاہ حملہ کر کے شہر پر قابض ہو جائے[3]۔

آیات کی تفسیر یوں کرنا چاہیے کہ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ کتاب اللہ کی اس روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں۔

---

[1] البقراء:2/61

[2] السیوطی وجلال الدین، الدر المنثور، 1/176

[3] طنطاوی، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ،1/66

خلاصۃ البحث:

منہج سلف سے انحرافی جہات بذیل ہیں :خود ساختہ تصورات ، سائنس پرستی ،شرطوں کا فقدان، عربی زبان سے عدم شناسائی، منہج سلف سے بے رغبتی، قرآنی مقاصد سے غفلت، تجدد پسندی، متشابہات کی جستجو، تحریف پسندی شامل ہیں۔

دور جدید کے بعض مفسرین جب سائنسی حقائق کے بجائے سائنسی نظریات کے مطابق تفسیر کرتے ہیں تو وہ بھی تفسیر بارائے مذموم کر کے تکلفات کرتے ہیں جیسے ڈارون کے نظریہ ارتقاء کو قرآنی تعلیمات کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنسی نظریات وقت کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور کبھی غلط بھی ثابت ہو جاتے ہیں اس لئے ان کے مطابق تفسیر کرنے سے قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت پر حرف آسکتا ہے۔ البتہ وہ سائنسی نظریات اور حقائق جو تجربے اور مشاہدے سے ثابت ہیں،ان کے مطابق تفسیر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

یہ کہنا کہ اسلام ایک سائنسی مذہب ہے اس بات کے کو مان لینے مترادف ہے کہ اسلام کے بیان کردہ حقائق آفاقی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی ہیں اور وقت بدلنے سے ان کی حقانیت بدل سکتی ہے۔جو شخص ایسا ایمان رکھتا ہو اس کے ایمان کی حیثیت کیا ہے۔اس قسم کے عقیدے کے بعد ان دعووں میں آخر کیا معنویت رہ جاتی ہے کہ اسلامی ایک آفاقی دین ہے اور محمد ﷺ ساری نوع انسانی کے ہر ہر فرد وقت اور مقام کے لئے راہ ہدایت متعین کرنے والے رسول بنا کر بھیجئے گئے ہیں۔

فصل سوم

تفسیری مسلمہ قواعد سے انحراف واثرات

قرآن فہمی کے رجحانات میں سے سائنسی تفسیر کا موضوع بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ قواعد تفسیر کی تدوین عہد رسالت ﷺ صحابہ اور تابعین کے دور میں باقاعدہ نہیں ہوئی۔ تاحال مفسرین اس میدان میں کام کر رہے ہیں ۔ قرآن مجید کی تفسیر کے لیے صحابہ ، تابعین اور تبع تابعین کے اذہان میں کچھ اُصول و قواعد تھے ،جن کی مدد سے تفسیری مسائل کی توضیح کی جاتی تھی۔ جو قواعد ان کے ادوار میں حاصل کیے گئے ان میں سے تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنہ، تفسیر القرآن باقوال الصحابہ اور تفسیر القرآن باللغۃ وغیرہ ہیں۔

متقدمین مفسرین نے اپنی تفسیر کے مقدمات میں ان اصول تفسیر کا ذکر کیا ہے، تاہم کتابی شکل میں سب سے پہلے أبي النصر أحمد بن محمد السمرقندي (ت/420ھ)الحدادی نے اپنی کتاب" المَدْخَل لِعِلْم تَفْسِير كِتَابِ اللهِ "میں علم النحو کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے تفسیر کے اصول لکھے اسی طرح امام أبي الحسن، علي بن أحمد المغربي الأندلسي (ت/638ھ)الحرالی نے بھی اپنی کتاب" مِفْتَاح اللَّبِّ المُقْفَل لِفَهْم القُرْآن المُنَزَّل "میں فقہی احکام کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے علم تفسیر کے اصول تحریر کیے ۔امام أبي سليمان ، نجم الدين الحنبلي (ت/710ھ)الطوفی نے اپنی کتاب" الإِكْسِير في قواعد التفسير" میں متقدمین علماء کے مذہب کے مطابق قواعد تفسیر جمع کیے۔اسی طرح علامہ ابن تیمیہ نے مقدمہ فی اصول تفسیر تحریر کیا اور اس میں اصول تفسیر جمع کیے۔

جن مفسرین نے ضروری قواعد و شرائط پوری کئے بغیر قرآن کی تفسیر لکھی ،وہ محنت کرنے کے باوجود راہ راست سے ہٹ گئے ہیں۔اس لئے یہاں ان اسباب پر نظر ڈال لینا ضروری ہے جس سے سائنسی تفسیر کے قواعد لازمہ میں تکلفات کے نتیجے میں مندرجہ ذیل منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

قواعد تفسیر کا ارتقاء تفسیر نویسی کے ساتھ عمل میں آیا۔ تفسیر ادب میں اصول تفسیر کے بنیادی مباحث کے ساتھ ساتھ اصول تفسیر کی کئی نئی جہات سامنے آئیں۔ جن میں علماء سائنسی تفسیر کے علمی وفکری رجحانات شامل ہیں ۔ نیز مخصوص ماحول، تکثیری معاشرے اور استعماری دور کے اثرات کی اثر پذیری میں بھی بہت نمایاں ہے۔

قواعد لازمہ

مفسرین نے سائنسی تفسیر کے کچھ قواعد متعین کیے ہیں۔ اگر ان اصولوں کے مطابق تفسیر ہو تو جائز ہو گی ورنہ ممنوع اور مذموم ہو گی، اس سے قرآن کے فہم میں منفی اثرات مرتب ہوں گے۔ ان قواعد تفسیر میں کچھ قواعد مفسرین کے ہاں اتفاقی ہیں جبکہ شرعی امور کے برعکس طبیعی و تکوینی امور میں مفسرین کرام کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن[1]۔

تفسیر القرآن بالاحادیث[2]۔

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ والتابعین[3]۔

اسباب نزول کی معرفت اور تطبیق[4]۔

لغت عرب کی معرفت[5]۔

عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں نقل کو ترجیح ہو گی۔

متاخرین کے اقوال جو سلف کے خلاف ہوں، ان کو نہیں لیا جائے گا[6]۔

احسن پہلو رکھنے والی تفسیر کو لیا جائے گا، لغوی طور پر ثابت شدہ معانی کو اختیار کیا جائے گا۔ الفاظ کے معروف معانی لینا بھی لغوی لینا بھی لغوی ثابت شدہ معانی اختیار کرنے میں شامل ہے اسی طرح شاذ اور منکر لفظ کو ترک کر دیا جائے گا۔[7]

---

[1] شاہ ولی اللہ، **فتح الخبیر بما لابد من حفظہ فی علم التفسیر**، (لکھنو، مطبع لکھنو نولکشور، 1314ھ) ص88-91

[2] تھانوی، مولانا اشرف علی، خطبہ **تفسیر بیان القرآن**، (ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ) ص1-3

[3] شاہ ولی اللہ، **الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**، (کراچی، مکتبہ البشری، پاکستان، 1986ء) ص38-39

[4] ایضاً، 46-50

[5] شاہ ولی اللہ، **فتح الخبیر بما لابد من حفظہ فی علم التفسیر**، ص96-100

[6] مولانا اشرف علی تھانوی، خطبہ **تفسیر بیان القرآن**، ص1/6-10

[7] فراہی، حمید الدین، **التکمیل فی اصول التاویل**، تحقیق محمد سمیع مفتی، غیر مطبوعہ) ص262-267

تفسیر القرآن بالقرآن میں سائنسی استنباطی تکلف

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ﴾[1]

"ہم نے آراستہ کیا نچلے آسمانوں کو چراغوں سے اور ان کو شیطانوں پر پھینک مارنے کے لیے بنایا۔"

شیخ المصطفیٰ المراغی اس آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ " رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ" کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ:

> "آسمان میں جو ستارے پائے جاتے ہیں وہ قدرت کی نشانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے آسمان کو ستاروں سے آراستہ کیا ہے۔ ستاروں کو اس نے مخصوص شکل وصورت عطا کی اور ایک مضبوط نظام میں جکڑ دیا تا کہ ان لوگوں کے خلاف زبردست دلیل وبرھان کا کام دے سکیں جو قدرت ایزدی اور اس کے وجود کے منکر ہیں۔"[2]

شیخ المصطفیٰ المراغیؒ کا "رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ" یہ مفہوم بیان کرنا بہت سی دوسری قرآنی آیت کے خلاف ہے جن میں ذکر کیا گیا ہے کہ شیطانوں پر آسمان سے انگارے برسائے جاتے ہیں۔

﴿إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ () وَحِفْظًا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَارِدٍ () لَا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَى وَيُقْذَفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ () دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ () إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ﴾[3]

> "ہم نے آراستہ کیا نچلے آسمان کے ستاروں سے اور بچاؤ کیا ہر شیطان سرکش سے نہیں سن سکتے اوپر کی مجلس تک اور مار پڑتی ہے ان پر ہر طرف سے بھگانے کو اور ان پر مار ہے ہمیشہ کے لئے، مگر جو اچک لایا جھٹ سے پھر لگا اس کے انگارا چمکتا ہوا"

﴿وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا () وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا﴾[4]

---

[1] الملک:67/5

[2] المراغی، شیخ محمد المصطفی، **الدروس الدینہ**، الازھر، مطبعہ الازھر، 1356ء، ص143

[3] الصافات:37/6-10

[4] الجن:72/8-9

"اور یہ کہ ہم نے ٹٹول دیکھا آسمان کو پھر پایا اس کو بھرے ہوئے ہیں اس میں چوکیدار سخت اور انگارے، اور یہ کہ ہم بیٹھا کرتے تھے ٹھکانوں میں سننے کے لیے پھر جو کوئی اب سننا چاہیے وہ پائے اپنے واسطے ایک انگارا گھات میں۔"

﴿وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ () وَحَفِظْنَاهَا مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ () إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُبِينٌ﴾[1]

"اور بلاشبہ یقیناً ہم نے آسمان میں کئی برج بنائے اور اسے دیکھنے والوں کے لیے مزین کر دیا ہے۔ اور ہم نے اسے ہر مردود شیطان سے محفوظ کر دیا ہے۔ مگر جو سنی ہوئی بات چرا لے تو ایک روشن شعلہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔"

اس طرح ایک احادیث بھی ہے جو اس بات کی مزید وضاحت کرتی ہے۔

((قَالَ انْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَائِفَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ عَامِدِينَ إِلَى سُوقِ عُكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيَاطِينِ وَبَيْنَ خَبَرِ السَّمَاءِ وَأُرْسِلَتْ عَلَيْهِمْ الشُّهُبُ))[2]

"سیدنا عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) اپنے اصحاب کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جانے کے لیے روانہ ہوئے اور (یہ وہ زمانہ تھا کہ) شیاطین اور آسمان کی خبروں کے درمیان رکاوٹ ڈال دی گئی تھی اور (جب وہ خبریں سننے کے لیے جاتے تھے تو) ان پر انگارے پھینکے جاتے تھے"۔[3]

مذکورہ آیات صریحاً اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ شیاطین آسمان کی جانب چڑھ کر چوری چھپے باتیں سنا کرتے تھے۔ جب سرور کائنات ﷺ کو نبوت دی گی تو شیطانوں کو اس سے روک دیا گیا۔ اب ان میں سے جو بھی چوری چھپے رازدارانہ طریقہ سے ایسی باتیں سننے کی کوشش کرتا ہے اس پر آسمان سے انگارے پھینکے جاتے ہیں اور اسے اس امر سے باز رکھا جاتا ہے۔[4]

پس امام محمد المصطفی مراغیؒ نے یہاں تفسیر القرآن بالقرآن کے استنباط میں تکلف کیا ہے۔

---

[1] الحجر:15/ 16-18

[2] صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب الجہر بقراءۃ صلوٰۃ الصبح۔۔الخ، 773، 1/154

[3] ابو نعمان سیف اللہ خالد، **تفسیر دعوت القرآن**، ج5، ص488

[4] غلام احمد حریری، **تاریخ تفسیر و مفسرون**، (فیصل آباد، ملک سنز پبلیشرز، 2011ء) ص806

تفسیر القران بالسنہ میں تکلف

﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً﴾[1]

"اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ خداوند کریم تمہیں ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے"۔

شیخ اس کی تفسیر میں پہلے قرآن کے عجائب وغرائب پر تجزیہ کیا ہے اوراس کے بعد آیت میں مذکور عجائب کو بحث ونقد کا موضوع بنایاہے۔مذکورہ آیت کے عجائبات کے سلسلہ میں علامہ طنطاوی نے علم تحضیر ارواح[2] کو بھی شامل کیاہے۔

"اس آیت سے علم تحضیر الارواح کا اثبات ہوتاہے۔یہ آیت تلاوت کی جاتی تھی اور مسلمانوں کا اس پر ایمان تھا۔اسی دوران امریکہ میں علم الارواح کا ظہور ہوااور پھر وہاں سے پورے یورپ میں پھیل گیا۔آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ علم مختلف امم واقوام میں کیسے پھیلا اوراس سے کیا کیافوائد معرض وجود میں آئے چونکہ سورہ زیر تفسیر میں اس بات کا ذکر کیا گیاہے کہ حضرت عزیرؑاور ان کے گدھے کو بعد از موت زندہ کیا گیا۔مزید بر آں اس سورہ میں حضرت ابراہیمؑ اور پرندوں کے واقعہ پر روشنی ڈالی گئی ہے نیز ان لوگوں کا واقعہ بیان کیا گیاہے جو ظالموں سے ڈر کر اپنے گھروں سے نکلے تھے اور ان کو مار کر از سرنو زندہ کیا گیا تھا۔

خداوند کریم اس حقیقت سے آگاہ ہے کہ ہم مردوں کو زندہ نہیں کرسکتے ہیں اس لیے یہ واقعات سورہ بقرہ میں ذکر کرکے استحضارارواح کی جانب اشارہ کیا۔گویا قرآن کریم یہ کہنا چاہتاہے کہ جب تم نے مردوں کو زندہ کرنے کے سلسلہ میں واقعات مطالعہ کرلیے تواس سے مایوس نہیں ہوناچاہیے۔تم بھی روحوں کو ایک خاص طریقہ سے حاضر کرسکتے ہواور اگراس کا علم نہ ہو تو اصحاب بصیرت سے پوچھ لیجئے۔البتہ یہ ضروری ہے کہ جو شخص ارواح کو حاضر کرنا چاہتاہو وہ بڑا صاف دل اور انبیاءؑ کے نقش قدم پر چلنے والاہو۔چنانچہ حضرت عزیرؑحضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ اسی قسم کے لوگ تھے۔ان کی بلندی مرتبت کی وجہ سے یہ واقعات میں ان کو دکھائے۔میں نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیاہے کہ وہ ان انبیاءؑ کی پیروی فرمائیں[3]"۔

---

[1] البقراء:2/67

[2] روحوں کو حاضر کرنے کا علم کو کہاجاتاہے۔

[3] طنطاوی،الجواہر،1/71-77

تفسیر جواہر کے زیرک مطالعہ سے یہ بات بخوبی سمجھ آتی ہے کہ موصوف مفسر پر علم کی نعمت کی فروانی ہے ۔اور ہر علمی بحث کے بارے میں رائے کا ملکہ بھی حاصل ہے ۔ان کا مقصد انسانی ذہن جو کچھ ایجاد کر چکا ہے اور کر سکتا ہے۔ قرآن مجید نے ان سب کو سموئے ہوئے ہے اس کے لئے وہ یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ

﴿مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾[1]

"ہم نے کتاب میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی"۔

اگر علامہ طنطاویؒ یہ بات من و عن تسلیم کرلی جائے تو قرآن کا مقصد نزول پورا نہیں ہوتا جس کے لیے اسے نازل کیا گیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین یہ قصہ نقل کیا کہ بنی اسرائیل میں عامیل نامی شخص قتل ہو گیا اور اس کا قاتل معلوم نہیں تھا تو حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کے گوشت کے ایک ٹکڑے کو اس مردے پر مار دو وہ زندہ ہو جائے گا اور اپنا قاتل بتادے گا اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس مردے کو زندہ کیا اور اس نے اپنا قاتل بتادیا کہ مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے مال کا وارث بننے کے لئے[2]۔

اس واقعہ سے بیجا سوالات کی قباحت بھی ظاہر ہے۔ عمل پر آمادہ انسان زیادہ سوالات کرتا ہی نہیں۔ نبی ﷺ نے اس سے خاص طور پر بچنے کی تاکید بھی فرمائی ہے[3]۔

((قَالَ دَعُونِي مَا تَرَكْتُكُمْ إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِسُؤَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلَى أَنْبِيَائِهِمْ فَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوهُ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِأَمْرٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ))[4]

"سیدنا ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " تم مجھے چھوڑے رکھو جب تک میں تمہیں (کسی چیز کا حکم دینے میں) چھوڑے رکھوں، کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال اور اپنے نبیوں سے اختلاف کرنے کی وجہ سے برباد ہوگئے۔ میں جب تمہیں کوئی حکم دوں تو اپنی استطاعت کے مطابق اسے لے لو اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں تو اسے چھوڑ دو[5]"۔

---

[1] الانعام:6/38

[2] ابن عطیہ اندلسی، **البحر المحیط**، 1/249

[3] عبد السلام، **تفسیر دعوت القرآن**، 1/123

[4] **صحیح مسلم**، کتاب الحج، باب فرض الحج مرة في العمر: ح8، 1337/139

[5] امام ترمذی اور شیخ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح وضعیف سنن الترمذي الألباني: حدیث نمبر 2679)

یعنی خواہ مخواہ مسئلے مسائل پوچھ کر اپنے لیے تنگی اور دشواری نہ پیدا کرو، میرے بیان کرنے کے مطابق اس پر عمل کرو، کیونکہ کثرت سوال سے اسی طرح پریشانی میں پڑ سکتے ہو جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں کا حال ہوا، سورۃ البقرہ میں بنی اسرائیل کا جو حال بیان ہوا وہ اس سلسلہ میں بے انتہا عبرت آموز ہے۔

((قَالَ كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ اكْتُبْ إِلَيَّ مَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَتَبَ إِلَيْهِ وَكَتَبَ إِلَيْهِ إِنَّهُ كَانَ يَنْهَى عَنْ قِيلَ وَقَالَ وَكَثْرَةِ السُّؤَالِ وَإِضَاعَةِ الْمَالِ وَكَانَ يَنْهَى عَنْ عُقُوقِ الْأُمَّهَاتِ وَوَأْدِ الْبَنَاتِ وَمَنْعٍ وَهَاتِ))[1]

"سیدنا معاویہ نے سیدنا مغیرہ کو لکھا کہ جو تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے وہ مجھے لکھ دیجیے، تو انھوں نے لکھا کہ آپ ﷺ بے فائدہ بہت سوال کرنے سے منع کرتے تھے اور مال ضائع کرنے اور ماؤں کی نافرمانی کرنے سے منع کرتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ در گور کرنے سے اور اپنا حق محفوظ رکھنے اور دوسروں کا حق نہ دینے سے اور بلا ضرورت مانگنے سے منع فرماتے تھے[2]"۔

یہاں امام طنطاویؒ نے اصول تفسیر القرآن بالسنہ سے انحراف کر کے تکلف اپنایا ہے۔ علامہ طنطاوی اس آیت کی سائنسی تفسیر کرتے ہوئے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے علم تحضیر الارواح کے اثبات بعد روح کے حاضر کرنے کا طریقہ بیان کر رہے ہیں، جب کہ مفسرین اس کی تفسیر میں قصہ مذکورہ اور یہ احادیث مبارکہ بیان کی ہیں۔

تفسیر القرآن باقوال صحابہ میں تکلف

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[3]

"کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من کثرۃ السؤال الخ: ح7292۔9/95

عبد السلام، **تفسیر دعوت القرآن**، 1/123

[2] صحیح الأدب المفرد للإمام البخاري، المؤلف: محمد ناصر الدين الألباني، الناشر: دار الصدّيق الطبعة: ط1: 1421ھ، 1/190)

[3] الانبیاء: 21/30

آیت مذکورہ میں آفرنیش کائنات کا حال بیان فرمایا ہے تاکہ ان کو دیکھ کر اس کے پیدا کرنے والے کی قدرت کا اندازہ ہو اور اس کی معرفت کا درازہ کھلے۔ خصوصاً اپنی صفت خالقیت کے انوار کو بیان فرمارہے ہیں اور اللہ کی تخلیقات میں بڑی بڑی اشیاء ہیں جن کو بطور نشانی اور نمونہ پیش کر کے تمام دنیا کے کفروں کو دعوت دی جارہی ہے۔

امام فخر الدین الرزی اس آیت کی تفسیر میں مندرجہ ذیل اقوال نقل کرتے ہیں۔

أن السموات والأرض كانتا رتقاً بالاستواء والصلابة ففتق الله السماء بالمطر والأرض بالنبات والشجر [1]۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تفسیر فرماتے ہیں کہ آسمان اور زمین پہلے بند تھے یعنی بارش نہیں ہوتی تھی نہ زمین میں کچھ پیداواری صلاحیت تھی کہ وہ اناج پیدا کرتی۔ پھر خالق کائنات نے دونوں کو کھول دیا، آسمان سے بارش ہونے لگی اور زمین پیداوار پیدا کرنے لگیں[2]۔

جیسا کہ اللہ کا دوسری جگہ ارشاد ہے کہ﴿والسماء ذَاتِ الرجع * والأرض ذَاتِ الصدع﴾[3]

ایک شخص نے حضرت ابن عمر سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا آپ نے ابن عباس کے پاس بھیجا انہوں اس کی مذکورہ تفسیر کی پھر اس نے حضرت ابن عمر کو سنائی۔۔ تو حضرت عبد اللہ ابن عمر نے فرمایا کہ اب مجھے ثابت ہو گیا کہ واقعی ابن عباس کو قرآن کا علم عطا کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے میں تفسیر قرآن کے بارے میں ابن عباس کے بیانات کو ایک جرأت سمجھا کرتا تھا جو مجھے پسند نہ تھی۔ اب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم قرآن کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے۔ انھوں نے رتق و فتق کی تفسیر صحیح فرمائی ہے[4]۔

یہ تفسیر متعدد صحابہ اور تابعین سے منقول ہے ان میں حسن قتادة اور عکرمہ ہیں۔ "أرسل ريحًا فتوسطتهما ففتقتهما "[5] آسمان وزمین ملے ہوئے تھے ان کے درمیان فضاء نہ تھی تو ان دونوں کو جدا کر دیا۔ ان کے درمیان فضاء بنادی۔ ایک تفسیر ابن عباس سے یہ بھی منقول ہے۔

---

[1] امام رازی، **تفسیر الکبیر**، 12/11

[2] سیوطی، امام جلال الدین، **الاتقان فی علوم القرآن**، (الهيئة المصرية العامة الكتاب، 1976ء)، 15/ 248، 247

[3] الطارق: 86/11-12

[4] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**، 5/339

[5] ابن عجيبة، أحمد بن محمد بن المهدي بن عجيبة الحسني الإدريسي الشاذلي الفاسي أبو العباس وتفسير ابن عجيبة المعروف البحر المديد في تفسير القرآن المجيد (دار النشر/ دار الكتب العلمية. بيروت 2002م)4/73

حضرت سعید بن جبیر فرماتے ہیں : كانت السموات والارضون ملتزقتين فرفع الله السماء وابتزها من الارض۔ یعنی آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے اللہ نے آسمان کو زمین سے الگ کر کے بلند کر دیا[1]۔

یہ کعب احبار اور مجاہد کا قول ہے: آسمان ایک ہی طبقہ تھے۔ پس ان کو جدا کر کے سات آسمان بنا دیے۔ اسی طرح زمین کے تمام طبقات ملے تھے۔ اس کے طبقات کو الگ تھلگ کر دیا۔ اور سات زمینیں بنا دیں[2]۔

یہ توضیحات عبد اللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور حسن بصری اور قتادہ سے منقول ہے اور امام رازی جو سائنسی تفسیر کے موئیدین میں سے ہیں اسی کو اختیار کیا ہے۔ یہ تمام اقوال اکثر علماء کے ہاں احسن ہے۔[3]

لیکن دوسرے بعض مفسرین نے اس کی یہ تفسیر بھی کی ہے کہ آسمان اور زمین دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے اور یک جان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ کیا۔

ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن میں تودے کو گولا سے تعبیر کرتے ہیں، وہ بیگ بین کو ثابت کرتے ہوئے اس بارے میں لکھتے ہیں:

بیگ بین(Big Bang) کے بعد مادے کا جو ایک بہت بڑا گولا وجود میں آیا تو وہ ایک یکجا وجود (Homogenous mass) کی صورت میں تھا۔ چنانچہ کائنات کے وجود میں آنے کا مسلمہ جدید ترین نظریہ یہ ہے کہ ابتداً مادہ مرکوز اور مجتمع حالت میں تھا[4]"۔

بس یہاں مذہب اور سائنس میں صرف اتنا فرق باقی ہے کہ اہل سائنس کا کہنا ہے کہ یہ دھماکہ خود بخود ہوا جب مذہب کے مطابق یہ دھماکہ اللہ کے حکم سے ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا" فَفَتَقْنَاهُمَا "کہ ہم نے زمین اور آسمان کو الگ الگ کیا۔" كَانَتَا رَتْقًا"کی تفسیر یہ بھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان کو پھاڑ کر اس سے بارش برساتا ہے اور زمین کو پھاڑ کر اس سے نباتات کو پیدا کرتا ہے۔ اس تفسیر میں تقویت نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہوتی تو "كانتا اور رتقین" کے الفاظ کہے جاتے۔ یہاں "رتقا" واحد کا صیغہ استعمال ہوا ہے یعنی زمین آسمان ایک تھے۔ پھر جدا جدا ہو گے۔

---

[1] سیوطی، امام جلال الدین، **در منثور**، مطبوعہ دارالفکر بیروت,5 / 626

[2] أبو بكر الجزائري جابر بن موسى بن عبد القادر بن جابر، **أيسر التفاسير لكلام العلي الكبير**،(1990ء، طبع الثالث)،2/270

أبو الحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي، **النكت والعيون**،3/75

[3] النسفی، عبد اللہ بن احمد بن محمد ابو البرکات، **مدارک التنزیل وحقائق التأویل**،2/322

[4] ڈاکٹر اسرار احمد، **بیان القرآن**،2/84

مفسر ڈاکٹر اسرار صاحب کا اس آیت کے ضمن میں تودے اور گولے سے تفسیر کرنا تفسیر بالا قوال صحابہ سے اعراض کر کے تکلف کیا ہے، انہوں نے آیت مذکورہ سے "بیگ بین" کو ثابت کیا ہے۔ اگر اس کو حکم الٰہی مانا جائے تو یہ اسلام کے خلاف نہیں ہے۔

تفسیر القرآن باقوال تابعین میں تکلف

تابعین سے مراد تمام تابعین نہیں، بلکہ اس سے مراد وہ تابعین ہیں جو صحابہ کی معیت میں رہے اور ان کی معیت سے علمی طور پر مستفید ہوئے۔ اگر کوئی تابعی کسی صحابی سے تفسیر نقل کر رہا ہے تو اس کا حکم صحابی کی تفسیر کی مانند ہو گا اگر تابعی خود اپنا قول نقل کر رہا ہے پھر دیکھا جائے گا کہ تابعی کا قول کسی دوسرے تابعی کے خلاف تو نہیں اگر نہیں ہے تو بلاشبہ تابعین کے اقوال قابل حجت اور واجب الاتباع ہیں۔ اگر خلاف ہے پھر تابعی کے قول کا حجت قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

﴿التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾[1]

"توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں تعریف کرنے والے ہیں روزہ رکھنے والے ہیں رکوع کرنے والے ہیں سجدہ کرنے والے ہیں نیکی کا حکم کرنے والے ہیں اور برائی سے روکنے والے ہیں اور اللہ کے حدود کی حفاظت کرنے ولاے ہیں اور آپ خوشخبری سنا دیں ایمان والوں کو"۔

وعن عِكْرِمة أنه قال: هم طلبة العلم. وقال عبد الرحمن بن زيد بن أسلم: هم المهاجرون. رواهما ابن أبي حاتم[2].

"ابن ابی حاتمؒ نے عکرمہؒ سے روایت کیا کہ (آیت) "السائحون" کے بارے میں فرمایا کہ اس سے مراد ہے علم کا طلب کرنا۔ عبد الرحمن بن زید نے فرمایا کہ اس سے مراد ہجرت ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں عکرمہؒ نے کہا کہ سیاحت کرنے والوں سے مراد طالب علم ہیں جو علم کی طلب میں ملکوں میں پھرتے ہیں۔ عبد الرحمن فرماتے ہیں اللہ کی راہ کے مہاجر ہیں۔ بعض لوگ صوفیہ طبقہ کے جو اس سے مراد لیتے ہیں کہ زمین کی سیر کرنا، سفر میں رہنا، ادھر ادھر جانا آنا، پہاڑوں، دوروں، جنگلوں اور بندوں میں پھرنا اس کا نام سیاحت ہے۔

---

[1] التوبہ:9/112

[2] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**،10/171

أبي أمامة أن رجلا قال: يا رسول الله، ائذن لي في السياحة. فقال النبي ﷺ: "سياحة أمتي الجهاد في سبيل الله[1]".

سیدنا ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے سیر وسیاحت کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "بیشک میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

سئل النبي ﷺ عن السائحين فقال: "هم الصائمون[2]".

نبی ﷺ سے "السائحین" کے بارے میں پوچھا گیا آپ ﷺ نے اس کی تفسیر روزے سے فرمائی۔

یہ تفسیر اکثر صحابہ وتابعین سے منقول ہے۔

سید طنطاوی اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ

"السائحون " أى : السائرون فى الأرض للتدير والاعتبار والتفكر فى خلق الله ، والعمل على مرضاته"[3]

"یعنی وہ لوگ جو زمین پر چلتے ہیں نظم ونسق، اور خدا کی تخلیق پر غور وفکر کرتے ہیں اور اس کی رضا پر کام کرتے ہیں"۔

اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "الصائمون "روزے سے کی ہے۔موصوف نے تفسیر اقوال تابعین سے اعراض کرکے کی ہے جو کسی تابعی سے یہ تفسیر منقول نہیں ہے۔یہاں تفسیر قرآن باقوال بتابعین سے انحراف کیا گیا ہے۔

عبد الرحمن السلمی نے مندرجہ ذیل آیت کے اصول تفسیر بالا قوال تابعین "میں تکلف کیا۔

﴿وَإِنْ يَأْتُوكُمْ أُسَارَى تُفَادُوهُمْ﴾[4]

اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تمہارے نفس تمہارے پاس گناہوں کے قیدی بن کر آئیں تو ان کا کفارہ یوں ادا کرو کہ دنیا سے قطع تعلق کرلو حالانکہ یہ آیات یہودیوں کے ان قبائل کے بارے میں ہے جو آپس میں لڑتے مرتے رہتے ہیں تھے۔[5]

---

[1] **سنن أبو داؤد**، کتاب الجهاد، باب النهى عن السياحة : 2، 2488/314

[2] ابن جریر طبری، **تفسیر طبری**، 14/502

[3] سید طنطاوی، **تفسیر الوسیط**، 1/2051

[4] البقراء: 2/85

[5] ابو عبد الرحمن السلمی، حق ائق التفسیر، 1/166

قال السدي : أخذ الله عليكم أربعة عهود ترك القتل وترك الإخراج وترك المظاهرة وفداء الأسير فأعرضوا عن كل ما أمروا به إلا الفداء[1]۔

"سدی تابعی کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے چار عہد لیے۔ نمبر ۱: قتل نہ کرو۔ نمبر ۲: جلاوطن نہ کرو۔ نمبر ۳: برائی میں معاونت نہ کرو۔ نمبر ۴: قیدیوں کا فدیہ دو۔ انھوں نے قیدیوں کے فدیہ والے حکم کے علاوہ باقی تمام حکم چھوڑ دیئے"۔

اکثر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے لیکن عبدالرحمن سلمیؒ نے اس کی تفسیر بالا قوال تابعین میں استنباط میں تکلف کیا ہے اس کی وجہ موصوف نے مغربی سائنسی فکر اور یونانی فلسفے اور مسیحی رہبانیت کے تصورات سے متاثر ہو کر تفسیر کی ہے۔

روایت کو درایت پر ترجیح میں سائنسی استنباطی تکلف

تفسیر کے باب میں اصل تو نقل ہی ہے البتہ جہاں عقل ورائے کی گنجائش ہو گی وہاں اس خدائی نعمت سے استفادہ ضرور ہو گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ استعمال کے باب میں یہ صلاحیت نقل ہی کہ تابع رہتے ہوئے کام میں لائی جائے گی۔

﴿وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا﴾[2] کے معنی یہ ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو سورج کے فلک میں رکھا گیا جو سب سے اعلی مقام ہے۔ اس فلک کے نیچے سات افلاک ہیں اور سات ہی افلاک اوپر بھی ہیں جو کل ملا کر پندرہ افلاک ہوئے۔ اور پھر چودہ افلاک کے نام بتلا دیے اور کہا کہ یہ علو مکان یعنی مقام کے بلندی تو امت محمدیہ ﷺ کو حاصل ہے جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ﴿وانتم الاعلون والله معكم﴾ میں ہے[3]۔

عن ابن عباس في قوله : ورفعناه مكانا عليا قال : رفع إلى السماء السادسة فمات فيها۔[4]

"حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ حضرت ادریسؑ کو چھٹے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا اور وہیں ان کی روح قبض کر لی گی"۔

((أنس بن مالك أن نبي الله صلى الله عليه و سلم قال : " لما عرج بي رأيت إدريس في السماء الرابعة))[1]

---

[1] عبداللہ النسفی، **مدارک التنزیل**، 1/60

[2] مریم:19/57

[3] حافظ محمد زبیر، ڈاکٹر، اسلامائزیشن آف سائنس، (لاہور، دار الفکر السلامی، 2019ء) ص 21

[4] جلال الدین السیوطی، **الدر المنثور**، 9/271

امام رازی نے لکھا ہے کہ ایک فرشتہ ان کا دوست تھا وہ ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا وہاں ان کی روح قبض کرلی گئی۔[2] حتمی بات حضرت ادریس ؑ کو بلند جگہ پر اٹھانے سے ان کے درجات کی بلندی مراد نہیں ہے۔ انھیں زمین سے اوپر اٹھا کرلے جایا گیا تھا اور صحیح بات یہی ہے[3]۔

اب یہاں عقل اور نقل میں تعارض کی صورت میں نقل کو ترجیح ہوگی کے قاعدہ میں تکلف کیا گیا ہے۔

اسباب نزول کی معرفت اور تطبیق میں تکلف

اسی طرح سہل عبد اللہ التستری کہتے ہیں کہ ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا﴾[4] میں دو گروہوں میں سے ایک سے مراد انسان کا دل ہے اور دوسرا گروہ اس کی خواہش ہے۔ پس جب ان دونوں میں لڑائی ہو جائے تو صلح کرو دو اور اگر خواہش نفس، قلب کے خلاف بغاوت کردے تو اب اس خواہش سے مراقبے کی تلوار سے قتال کرو۔ کہاں ان آیات کا شان نزول اور مضمون اور کہاں یہ سائنسی تفسیر[5]۔

اس آیت کی تفسیر اس حدیث سے واضح ہو جاتی ہے۔

((أَنَّ أَهْلَ قُبَاءٍ اقْتَتَلُوا حَتَّى تَرَامَوْا بِالْحِجَارَةِ فَأُخْبِرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ اذْهَبُوا بِنَا نُصْلِحُ بَيْنَهُمْ))[6]

"قبا میں رہنے والے لڑ پڑے، حتیٰ کہ انھوں نے ایک دوسرے پر پتھر پھینکے۔ رسول اللہ (ﷺ) کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہمارے ساتھ چلو، تاکہ ہم ان کے درمیان صلح کروائیں"۔

((حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي أَنَّ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَتَيْتَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أُبَيٍّ فَانْطَلَقَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَكِبَ حِمَارًا فَانْطَلَقَ الْمُسْلِمُونَ يَمْشُونَ مَعَهُ وَهِيَ أَرْضٌ سَبِخَةٌ فَلَمَّا أَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِلَيْكَ عَنِّي وَاللَّهِ لَقَدْ آذَانِي نَتْنُ حِمَارِكَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ مِنْهُمْ وَاللَّهِ لَحِمَارُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْيَبُ رِيحًا مِنْكَ فَغَضِبَ لِعَبْدِ

---

[1] **سنن الترمذی:** کتاب التفسیر، ح3157، 5/316، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

[2] امام رازی، **تفسیر کبیر**، 10/322

[3] مولانا غلام رسول سعیدی، **تفسیر تبیان القرآن**، لاہور، فرید بک سٹال اردو بازار، 2005ء، 7/295

[4] **الحجرات**: 49/9

[5] **تفسیر تستری**، 2/48

[6] **صحیح بخاری**، کتاب الصلح، باب قول الامام لاصحابه اذهبوا، 2693، 3/183

اللَّهِ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَشَتَمَهُ فَغَضِبَ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَصْحَابُهُ فَكَانَ بَيْنَهُمَا ضَرْبٌ بِالْجَرِيدِ وَالْأَيْدِي وَالنِّعَالِ فَبَلَغَنَا أَنَّهَا أُنْزِلَتْ {وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا}) [1]

"انس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبد اللہ بن ابی کے پاس جائیں تو بہتر ہے، تو آپ ﷺ گدھے پر سوار ہو کر گئے، مسلمان بھی آپ کے ساتھ پیدل چلنے لگے۔ وہ زمین شور والی تھی، جب رسول اللہ (ﷺ) اس کے پاس آئے تو وہ کہنے لگا: "مجھ سے دور رہو، اللہ کی قسم! تمہارے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ "ایک انصاری صحابی نے کہا: "اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے گدھے کی خوشبو تجھ سے اچھی ہے۔ "عبد اللہ بن ابی کی طرف سے اس کی قوم کا ایک آدمی غصے میں آگیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا، پھر دونوں طرف سے دونوں کے حمایتی مشتعل ہو گئے اور چھڑی، ہاتھوں اور جوتوں کے ساتھ ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی:(وان طآئفتن من المومنین اقتتل وا فاصلحوا بینھا) ".

حالانکہ یہ آیت مبارکہ آداب معاشرت کے سیاق میں نازل ہوئی ہے اور آیات کے یہ معانی و مفاہیم قرآن مجید کے الفاظ کو ان کے سیاق وسباق اور اسباب نزول کی معرفت کے مفہوم کو سمجھے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔

پس یہاں پر اسباب نزول کی معرفت اور تطبیق میں تکلف اور قاعدہ سے انحراف کیا گیا ہے۔

قواعد تفسیر کے اختلاف کے اسباب واثرات

قواعد تفسیر کے باب میں صرف اصولی قواعد کو ہی نہیں ذکر کیا جاتا بلکہ جن حضرات نے اصول تفسیر پر کام کیا ہے وہ کسی بھی مفسر کے لیے اصول و فروعات سے متعلق ہر باب میں معلومات مہیا کرتے ہیں، مثلاً اگر اس بات کو زیر بحث لایا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تفسیر بالماثور ہو تو اس کے کون کون ذرائع درست ہوں گے اور تفسیر بالرائے کی صورت میں اس کی کیا قیود ہوں گی اور اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کی عربیت، فہم قرآن کے قوانین، اصطلاحات قرآنی اور علوم القرآن وغیرہ کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔

ان مباحث کے ذیل میں بھی مفسرین نے کچھ قواعد واصول متعین کیے، جس میں ہر مفسر نے اپنا فہم اور منہج اختیار کیا ہے۔ اگرچہ ہر ایک کی دوسرے کے ساتھ مطابقت پائی جاتی ہے مگر بعض چیزوں میں اختلاف بھی موجود ہے اور یہ اختلاف مفسر کے ذاتی ذوق یا فہم ہی کا نتیجہ ہے۔ اس ذاتی ذوق کو کسی بیرونی داعیہ پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے کہ

---

[1] **صحیح بخاری**، الصلح، باب ما جاء فی الاصلاح بین الناس :2691، 3/183

کسی سیاسی یا مذہبی فکر سے متاثر ہو کر یا پھر کسی معترض کے اعتراض کے جواب میں کوئی مفسر اصول تفسیر مرتب کرتا ہے۔

تدوین قواعد تفسیر سے عدم اعتناء

اصول تفسیر عصر حاضر تک ایک مدون علم کی صورت اختیار نہیں کر سکا۔ تاہم مفسرین اکرام نے اپنی تفاسیر کے مقدمات میں علوم القرآن کی باحثیں کی ہیں۔ لیکن سب سے پہلے امام ابن تیمیہؒ کا رسالہ "مقدمہ فی اصول التفسیر "بنیادی مصدر کی حیثیت رکھتا ہے۔ حالانکہ دعیان اسلام نے نہ صرف خالص مذہبی علوم بلکہ فنون کو بھی ترقی دی اور ایک ایک فن پر سینکڑوں بلکہ ہزاروں تصانیف مرتب کی گئیں جیسا کہ علوم احادیث فقہ وغیرہ جبکہ اس علم میں تصانیف کی تعداد بھی بہت کم ہے اور اس علم میں خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی اس چند وجوعات ہیں کو درج ذیل ہیں:

1۔ چونکہ قرآن مجید سے استنباط فقہ اور اُصول فقہ کا میدان تھا جو اصول اور قواعد اصول فقہ کی صورت میں سامنے آئے اصل میں ان کا خاصا بڑا حصہ اصول تفسیر کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔ جیسے خاص عام، مشکل تشابہ وغیرہ

لہذا ان ہی اصولوں کی مدد سے اسنباط احکام، جو اصل مقصود تھا، کا کام ہو تا رہا اور فہم قرآن سے آگے بڑھ کر احکام مرتب کیے گئے تاکہ عمل قرآن آخرت کا سامان میسر آسکے۔ احکام کی بجا آوری سے ہی ممکن تھا اور احکام کے استنباط اصول فقہ کی مدد سے ممکن تھا تو اسی میدان میں کام کو آگے بڑھایا گیا۔

2۔ براہ راست قرآن فہمی کے لیے اصول تفسیر اسے لیے مرتب نہیں کیے گئے کہ قرآن فہمی کا انحصار شروع سے ہی عقل کی بجائے نقل پر تھا۔ نبی کریم ﷺ سے صحابہ اور صحابہ اکرام سے تابعین و تبع تابعین کی نقل کا سلسلہ جاری رہا۔ اس لیے احادیث کے ذخیرہ سے ہٹ کر بھی تفسیری روایات ملتی ہیں جو صرف اور صرف تفسیری ذخیرہ کا ہی حصہ ہیں۔

تفسیر میں رائے اور اجتہاد کا باب تیسری صدی میں کھلا۔ تفسیر بالرائے کے آغاز وارتقاء کا جائزہ لیا جائے تو اس کے اسباب میں بھی کلامی مسائل کا خاصا عمل دخل ہے۔ معتزلہ، خوارج، شیعہ، جہمیہ، اور قدریہ وغیرہ مسالک وجود میں آئے اور نقل سے ان مسالک کے عقائد و نظریات پوری طرح سے ثابت نہیں ہو پارہے تھے۔ اس صورت میں ہر فرقہ نے اپنے عقائد قرآن مجید سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ نتیجہ کے طور پر تفسیر بالرائے کے منہج سامنے آئے۔ یہی وہ تفاسیر ہیں جن کے مقدمات میں مفسرین نے اپنے اصول تفسیر بیان کیے ہیں اور آگے چل کر تفسیر کو اپنے عقائد و نظریات سے ہم اہنگ کرنے کے لیے استعمال کیا۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس طرح کے اصول تفسیر سے بالکلیہ انحراف نہیں تھابلکہ یونانی فلسفہ کی روشنی میں قرآنی الفاظ کی تعبیر بیان کرنے کی کوششیں تھیں جس سے کچھ حد تک انحراف در آیااس کے ساتھ ساتھ اصل راہ راست کے مطابق بھی تفسیر کاکام جاری تھاجو یاتوتفسیر بالماثور کی صورت میں تھایاپھر تفسیر بالرائے میں سلف صالحین کے اجتہادی اقوال اور آراء پر مشتمل تھاجو بہر صورت شریعت اسلامیہ کے کلی نظام کے ساتھ باہم متفق تھیں۔

لغت عرب کی معرفت میں سائنسی استنباطی تکلف

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ علامات قیامت کے بیان میں ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ **دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ** تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ﴾[1]

"اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت اُن پر آپہنچے گاتو ہم اُن کے لیے ایک جانورزمین سے نکالیں گے۔جو ان سے کلام کرے گاکہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے"۔

امام راغب اصفہانی" دَابَّةً"کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

الدب والدبيب مشى خفيف ويستعمل ذلك في الحيوان وفى الحشرات أكثر، ويستعمل في الشراب والبلى ونحو ذلك مما لا تدرك حركته الحاسة، ويستعمل في كل حيوان[2]۔

" الدب والدبيب کے معنی آہستہ آہستہ چلنے اور رینگنے کے ہیں۔ یہ لفظ حیوانات اور زیادہ نر حشرات الارض کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ اور شراب اور مگر (لغۃ) ہر حیوان یعنی ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔"

اس آیت کریمہ میں لفظ" دَابَّةً "یعنی"چوپائے"کاذکرہےجو قرب قیامت کے وقت ظاہر ہو گااور انسان کی طرح ان سے گفتگو کریگا،اس چوپائے کے ظہور کے سلسلہ میں صحیح احادیث موجود ہیں،لہذاعربی زبان میں"دَابَّةً"کا جوظاہری اور حقیقی معنیٰ ہے یہاں وہی مراد لیا جائیگا،اور اس لفظ میں تاویل کرنے یااس کے مجازی معنیٰ کے طرف عدول کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے[3]۔

عبدالرزاق نوفل نے اس معنیٰ کورد کرتے ہوئے لفظ" دَابَّةً "کاایک جدید معنیٰ بیان کیاہے وہ کہتے ہیں کہ" دراصل وہ چوپایہ جوزمین سے نکل کر انسانوں سے بات چیت کرے گااس سے مراد مصنوعی سیارے(سٹیلائٹ)ہیں

---

[1] النمل:82/27

[2] أصفهاني، غريب القرآن،1/164

[3] تکلف کامفہوم یہ ہے کہ ایسی بات دکھانی جواپنے میں نہ ہو، ظاہری داری، بناوٹ، نمود، نمائش۔سجاوٹ کو کہا جاتا ہے۔

کیوں کہ یہ مصنوعی سیارے زمین سے نکل کر فضاء میں پہنچ جاتے ہیں اور وہاں سے کائنات کی پوشیدہ باتوں کے بارے میں انسانوں کو خبر دیتے ہیں، یہ خبر دیناہی گویاان کاانسان سے کلام کرنا ہے[1]۔

اس تفسیر میں "دَابَّةً" کے مقررہ معانی سے تجاوز کیا گیا ہے۔

((قَالَ إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ ». فَذَكَرَ ---وَالدَّابَّةَالخ))[2]

"جناب حذیفہ بن اسید فرماتے ہیں کہ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ یوم حساب (قیامت) اس وقت برپا نہیں ہوگی جب تک اس کے متعلق دس علامات نہ دیکھ لو، اس میں ---زمین کا چوپایہ الخ"۔

یہاں لغت عرب سے انحراف کیا گیا ہے۔اور اس مراد مصنوعی سیارہ لینا تکلف ہے۔جو کہ درست نہیں ہے۔

---

[1] عبدالرزاق نوفل، **القرآن والعلم الحدیث**، (قاہرہ، طبع الثانی،) ص212 تا216 (ترجمہ ملخصا)

[2] نیشاپوری، **صحیح مسلم**، کتاب الفتن واشراط الساعہ، باب فی الایات التی تکون قبل الساعة ح7467، ج8، ص178

خلاصہ بحث

اصولی مکاتب فکر میں ظاہری اعتبار سے بہت حد تک مماثلت پائی جاتی ہے، مثلاً تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالاحادیث اور تفسیر القرآن بلغۃ وغیرہ کے قواعد تفسیر۔

عصر حاضر کا وہ تفسیری رجحان جس میں نہ صرف تفسیر اپنی مرضی سے کی گئی بلکہ اپنے نظریات کے مطابق تفسیر بھی اپنے وضع کر لئے ہیں تو ایسی اختراعات کو صرف سمجھنے کی حد تک ہی تفسیر کے نام سے تعبیر کیا جائے گا ورنہ یہ وہ رجحان ہے جسے قرآن نے اب ﴿ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ ﴾[1] "وہ تو وہم و گمان کے سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے" سے تعبیر کیا ہے۔

سائنسی تفسیر (تفسیر بالرائے) کے جواز اور عدم جواز کا مانعین و موافقین کا تنازع محض لفظی ہے نہ کہ حقیقی۔ کیونکہ اگر منع رائے کے باب میں وارد نصوص کا وہی مطلب لیا جاوے جو مانعین بیان کرتے ہیں، پھر یقیناً تفسیر کا پہلو اس قدر محدود ہو جاتا ہے کہ قرآن کے ایک بڑے حصے سے استفادہ ممکن نہیں رہے گا، مزید یہ کہ تفسیر بالماثور کے ایک بڑے حصے میں بھی رائے کا عمل دخل ہے۔

جبکہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر سائنسی تفسیر کو مطلق اجازت دے دی جائے تو بے باکوں کا وہ طبقہ جو اپنی رائے کے اظہار میں نہ صرف قرآن کی قرآنیت کو مجروح کرتا ہوا نظر آتا ہے، بلکہ وہ نفس کی اتباع میں اس قدر آگے بڑھ جاتا ہے کہ وہ عربی لغت اور الفاظ کے لغوی معنی کی رعایت سے بھی آزاد ہو جائے گا، ایسے لوگوں کو قرآن کے باب میں من مانی تاویلات کرنے کی کھلی چھٹی مل جائے گی تو یہ پہلو اول الذکر امر سے بھی خطرناک ہے۔

جہاں کہیں نقل صحیح اور عقل کے مابین تعارض ہو گا تو نقل ہی کو مقدم رکھا جائے گا۔

---

[1] الانعام: 166/6

باب چہارم: قرآنی سائنسی انکشافات اور اس کے دعوتی اثرات

فصل اول: قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت

فصل دوم: قرآنی سائنسی حقائق کے اہل ایمان سائنس دانوں پر اثرات

فصل سوم: قرآنی سائنسی تعبیرات اور غیر مسلم سائنسدانوں پر اثرات

فصل اول: قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت

قرآن مجید کا اسلوب دعوت اور انداز بیان ایک منفرد اور اچھوتا ہے۔ قرآن مجید کے ان اسالیب کی مثال نہ عربی شاعری میں ملتی ہے، نہ خطابت میں، نہ کہانت میں اور نہ کسی اور ایسے طرز کلام میں جس سے اہل عرب نہ اسلام سے پہلے اور نہ بعد میں مانوس تھے۔ قرآن کے ان اسالیب میں سے ایک "سائنسی اُسلوب دعوت" بھی ہے۔

. قرآن مجید میں نامانوس اسالیب نہیں اپنائے گئے، اور دریں اثناء میں موثر واقعات، عبرت آمیز مثالیں، پہلی اُمتوں کے قصص بھی، ٹھوس احکام و مسائل، آنے والے دنوں کی خبریں، اور اس میں سائنسی شواہد بھی ہیں۔

اس کی عبارتوں میں کوئی پیچیدگی نہیں، انداز بیان سلیس اور عام فہم ہے۔ اس کا دعوتی اُسلوب ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کی امثال خیالی اور تصوراتی نہیں ہیں۔ اس لئے جدید سائنسی اذہان میں یہ سوالات جنم لے رہے ہیں کہ قرآن کا سائنسی اُسلوب بیان کیا ہے اور کیا اس کے انداز بیان میں جامعیت اور انفرادیت پائی جاتی ہے؟

قرآن کریم کا اُسالیب آسان اور واضح ہیں۔ اس کے انداز بیان میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔ لیکن ان اسالیب کو بیان کرنے میں ایک خاص انداز اپنایا گیا کہ یہ اسالیب اسلام کے شروع سے عرب کے براہ راست مخاطبین کے لئے نامانوس نہ ہوں۔ اگر ایسا ہوتا تو قرآن مجید کے اولین داعی یعنی صحابہ ان کو کیسے سمجھتے۔ وہی اگر ان کو نہ سمجھتے تو وہ جماعت جو صحابہ کرام کی تیار ہوئی جس نے قرآن کی دعوت کو آگے پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، وہ جماعت تیار نہ ہوتی، کسی فن کے ماہرین کی زبان کو جو فنی اسلوب ہے وہ قرآن مقدس میں اختیار نہیں کیا گیا بلکہ سہل ترین اپنایا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾[1]

"اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنادیا ہے اب کیا ہے جو نصیحت حاصل کرے؟"

قرآن کے اسالیب میں اکتاہٹ اور تھکاوٹ نہیں پائی جاتی ہے۔ بائبل کی کتابوں اوراس کے اجزاء کو موضوعات کے حساب سے مرتب کیا گیا ہے۔ کتاب پیدائش میں بتایا گیا ہے کہ کائنات کیسے پیدا ہوئی، کن کن مراحل میں پیدا ہوئی، پہلے کیا ہوا، پھر کیا ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے ابتدائی انسانی نسلوں کی پیدائش ہی کی کوئی داستان یا چارٹ ہے۔ دوسرا حصہ جس کا عنوان کتاب گنتی یا اعداد ہے۔ یہ جز ایسا لگتا ہے یہ آسمانی کتاب نہیں بلکہ جیسے شاید کوئی

---

[1] القمر:32/54

مردم شماری کی رپورٹ ہے [1]۔ اس کا خلاصہ یہ نکلا، لاکھوں یہودی اور عیسائی ایسے ملیں گے، جنہوں نے کبھی پوری بائبل نہیں پڑھی۔ وہ اس وجہ سے انہوں نے تورات کا صرف وہی حصہ دیکھا جس کی ان کو ضرورت تھی یا جس سے کسی نہ کسی وجہ سے انہیں واسطہ تھا۔

یہ دلکش اُسلوب، جاذب نظر الفاظ اور ایسے پیرائے میں ہے جو تمام مضامین کے ساتھ ہر صاحب دل و دماغ کے عین مطابق ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ خطاب تمام لوگوں کے لئے ہو اور وہ موثر بھی ہو اور دلائل و براہین بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

﴿اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾ [2]

" "اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جس کی باتیں باربار دہرائی جاتیں ہیں، وہ لوگ جن کے دلوں میں اپنے رب کا رعب ہے ان کی کھالیں اس سے کانپ اٹھتی ہیں، پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعے وہ جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لے آتا ہے، اور جسے اللہ راستے سے بھٹکا دے، اسے کوئی راستے پر لانے والا نہیں"۔

قرآن مجید کے اسالیب میں دو باتیں اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک تو قرآن مجید اپنے اسالیب میں منفرد و یکتا ہے، یہ نہ شعر ہے، نہ کہانت ہے اور نہ خطابت ہے۔

دوسری چیز قرآن مجید میں یہ پیش رکھی گئی کہ اس کی زبان اور انداز بیان کو اس کے مخاطبین اولین یعنی صحابہ رضی اللہ عنہ کے فہم سے قریب تر کر کے پیش کیا گیا ہے۔

جہاں عرب کے اسلوب کو قرآن مجید نے اپنایا وہیں اہل عرب کی اچھی عادات کو بھی تسلیم کیا۔ جس جگہ ان میں کمزوریاں اور خامیاں تھیں وہاں ان کمزوریوں اور خامیوں کی بھی نشان دہی کی گئی۔

قرآن میں اگر سائنسی اسالیب اور مضامین کو تلاش کیا جائے۔ قرآن کے مضامین میں حیاتیات (بیالوجی) کے متعلق علوم کا 328، مقامات پر، کیمیاء کے متعلق 37 مقامات پر، ریاضی کے متعلق سے 19، گنتی اور اعداد شماری کا

---

[1] Saddaqat Hussain, **Scientific Preaching Method of the Qur'an**, (Hazara Islamicus, Vol.10 Issue. 2 July-Dec 2021), PP: 01-12

[2] الزمر: 39/23

باقاعدہ نظام، طبیعات (فزکس) کے متعلق قرآن میں 31 آیات کی موجودگی سائنسی مضامین کے دعوت دین میں سائنس کی عصری اہمیت و معنویت کو اجاگر کرتی ہیں[1]۔

قرآن کے پیش کردہ نظریات کو آج تک سائنس غلط ثابت نہیں کر سکی۔ قرآن اور اسلام نے سائنس کے دامن کو وسعت اور وقار عطا کیا۔ روئے زمین پر اسلام ہی وہ پہلا داعی مذہب ہے جس نے آفاق اور انفس کے مطالعے، غور فکر، اور تدبر پر دعوت دی۔ اسلام کے مشاہداتی اور تحقیقی مزاج نے دنیا کو علم و تحقیق کی جانب مائل کیا ہے۔ اسلام دعوتی، حق پسندی، صداقت کا علمبردار، علم دوست اور خیر خواہی والا مذہب ہے۔

سائنس علم و تحقیق، مشاہدے اور تجربات کا ایک شعبہ ہے جس کی بے اعتدالی اور بے راہ روی کو صرف قرآن حکیم کنٹرول کرتا ہے بلکہ سائنس قرآن کا متابع ہے نہ کہ قرآن سائنس کا اور سائنس کا مذہبی امور میں کوئی دخل نہیں ہے لیکن روحانیت کی ضرورت کے پیش نظر مذہب کا سائنسی معاملات میں عمل دخل ضروری ہے تاکہ انسانیت کی بقاء اور دنیا کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے میں سائنسی علوم کے ماہرین کی بے اعتدالیوں اور علمی بے راہ روی پر روک لگائی جاسکے۔

سائنسی تفسیر در حقیقت سائنس کی خدمت نہیں بلکہ قرآن کو سمجھنے میں ایک معاون ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہاں ان معنوں میں یہ سائنس کی خدمت کا پہلو بھی رکھتی ہے کہ اس سے سائنسی دنیا کے سامنے تحقیق و تفتیش کے نئے آفاق سامنے آئیں گے۔

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے اور انسانی زندگی کے ہر پہلو میں ہدایت فراہم کرتی ہے۔ جب انسان قرآن مجید کے کسی مضمون کا مطالعہ کر رہا ہو تو گویا وہ براہ راست ان واقعات کو دیکھنے لگتا ہے، اور باقی وقتی طور پر ہی سہی، اس کی نظر سے اوجھل ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

جتنی بھی سوشل سائنسز یا ہومنٹیز (Humanities) ہیں، وہ سب کے سب انسان کے انفرادی اور اجتماعی رویوں کو سمجھنے کے لیے ہیں۔ آرٹس اور (Humanities) انفرادی رویوں کو سمجھنے کے لیے ہیں جبکہ معاشرتی علوم (سوشل سائنسز) اجتماعی رویے کو سمجھنے کے لئے اہم سمجھی جاتی ہیں۔ دونوں کا مقصد انسان کو مکمل طور پر سمجھنا ہے، اور قرآن کا موضوع انسان ہے۔

---

[1] Saddaqat Hussain, **Scientific Preaching Method of the Qur'an** , (Hazara Islamicus,Vol.10 Issue. 2 July-Dec 2021),,PP: 01-12

قرآن مجید میں غور فکر کرنے کا امر اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔قرآن مجید خود کو کتاب ہدایت قرار دیتا ہے۔ہدایت اسلامی نصوص واحکام کے ضمن میں ایک بنیادی اور لازمی عنصر ہے۔ظاہر ہے اس سے تکوینی آیات خارج نہیں ہوتی ہیں۔

جیسے قرآن حکیم فقہی احکام کا سرچشمہ ہے حالانکہ قرآن مجید کی تمام آیات میں سے تکوینی آیات کی طرح فقہی احکام والی آیات بھی قرآن مجید کا حصہ ہیں نہ کہ پورا قرآن مجید،لہذا سائنسی طریقہ تفسیر قرآن مجید کو سمجھنے کا ایک درست اور ممکنہ انداز ہے، لیکن کچھ حدود قیود کے ساتھ۔

. قرآن مجید کی دعوت جوں جوں اقوام عالم میں جاتی جائے گئی ان اقوام کی خرابیاں اور خوبیاں اسی طرح سے وحی کی کسوٹی پر جانچی جائیں گئی جیسے اہل عرب کی خوبیوں اور خامیوں کو دیکھا گیا۔

گویا اہل عرب کو کیس اسٹڈی کے طور پر لے کر قرآن مجید کے اصول و قواعد کو منطبق کر کے دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ آئندہ آنے والی اقوام اور کمزوریوں کو اسی طرح دیکھا جائے جیسے قرآن نے اہل عرب کی خامیوں اور خوبیوں کو دیکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ الگ کر دیا ہے۔

قرآن مجید میں جس دعوت دین کی طرف راہنمائی کی گئی اس میں بعض بنیادی احکام عربوں کے اس نظام سے لیے گئے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور سے چلے آرہے تھے۔

مخصوص علاقے، اپنے زمانہ اور اپنی قوم کے لئے تھے۔جب کہ ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی بھیجا گیا۔وہ عراق میں پیدا ہوئے، پھر فلسطین، مصر اور جزیرہ عرب میں دعوت کے لئے تشریف لائے ۔[1] بعض روایات میں آتاہے کہ وہ یورپ اور ہندوستان میں بھی تشریف لائے۔انہوں نے ان تمام علاقہ جات میں دعوت دین کا فریضہ انجام دیا۔[2]

ابراہیم علیہ السلام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی اس عالم گیر اور بین الاقوامی دعوت کی بنیاد رکھی جسکی تکمیل جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔اسی لئے ملت اسلامیہ کو ملت ابراہیمی بھی کہا گیا ہے۔

اسلوب کی تعریف:

ڈاکٹر عبد الرحمن یوسف عدنان عرعور کے مقالہ "دعوت دین کا طریقہ کار عصر حاضر کے تناظر میں" کے حوالہ سے تعریف کرتے ہیں کہ

---

[1] جواعلی، **المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام**،(بیروت، ارالعلم للملایین،1969ء)1/245/ جرجی زیدان، االعرب قبل الاسلام قاہرہ، داراالہلال، 1/152

[2] ابن الاثیر الجزری، **الکامل فی التاریخ**،(بیروت، دار الکتاب العربی،،1986ء)1/53

اُسلوب سے مراد مخاطب کا طرزِ تکلّم، اندازِ گفتگو اور بات کرنے کا سلیقہ، جس میں الفاظ کا انتخاب، فقروں کی ترکیب، جملوں کی نوعیت، نرمی و سختی، آواز کو بلند یا آہستہ کرنا وغیرہ ایسی تمام چیزیں آتی ہیں جو "اُسلوب" کے دائرہ میں شامل ہیں[1]۔

اُسلوب کی مثال:

جب موسیٰؑ فرعون کے پاس گئے تو اُن کو اس کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنے کا، دھیمے انداز میں گفتگو کرنے کا، بامقصد طرزِ کلام اپنانے کا، بحث و مباحثہ میں عمدہ طریقہ استعمال کرنے اور انجام کار کا یاد دلانا اور "جبّار" سے خوف دلانے کا طرز اختیار کرنے کو کہا گیا۔ اسے اُسلوب کہا جاتا ہے.

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى﴾[2]

" آپ دونوں اس سے نرمی سے بات کریں اس امید پر کہ وہ نصیحت حاصل کرے یا ڈرے۔"

اللہ کی توحید، عقلی دلیل، عملی استدلال، مادی حجت، اور معجزے کو پیش کرنا یہ منہج کے زمرہ میں آتا ہے۔

سائنسی اُسلوب بیان کی تفسیر کی ابتداء

خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں یونانی علوم کی آمد پر عقلی علوم کی ابتداء ہوئی۔ حتی کہ اسلامی احکام اور اُن کی تفسیر و توضیح کو بھی عقلیات پر پرکھا جانے لگا۔ اس رجحان نے قرآن مجید کو بھی نہ بخشا اور قرآن مقدس کے بارے میں مناظرانہ انداز اپنایا جانے لگا، اور دن بدن یہ مباحثہ طویل ہوتا گیا۔ موضوع بحث تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے یا مخلوق ؟۔ قرآن مقدس کو کلام اللہ کہنے والوں پر زمین تنگ کر دی گئی اور انہیں سخت سے سخت سزائیں دی گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد کلامی تفسیر لکھنے کا رجحان پیدا ہو گیا۔ علم کلام کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جانے لگا۔

اس ضمن میں تفسیر کو بھی عقل پر پرکھا جانے لگا، حتی کہ سائنسی نظریات و اصولوں کو زبردستی قرآنی آیات پر چسپاں کیا جانے لگا اور اس طرح آیات قرآنیہ کو سائنسی تناظر میں پرکھا جانے لگا۔ اس کے برعکس مخالف آراء بھی

---

[1] عدنان عرعور، **دعوت دین کا طریقہ کار عصر حاضر کے تناظر میں**، مترجم: ڈاکٹر عبد الرحمن یوسف مدنی، (لاہور، مکتبہ ابن تیمیہ، 2015ء)، ص288

[2] طٰہٰ: 20/44

پروان چڑھنے لگیں۔ یہ اس دور کی بات جب مسلمان اپنے سنہری دور سے کوسوں دور جا چکے تھے۔ اب سائنسی ترقی کے زینے غیر مسلم چڑھ رہے تھے اور مسلمانوں پر ظلم ستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے تھے۔ مسلمان سائنس کے نام سے بھی کنارہ کش ہونے لگے۔

ایسے حالات میں سائنسی تفسیر کے حق اور مخالفت کے دوانتہاؤں پر موجود دو طبقات کے درمیان ایک تیسرا طبقہ بھی آ گیا جس نے ان دونوں کے درمیان پل کا کام کیا اور سائنسی تفسیر کے اُصول مرتب کیے اور دونوں کے درمیان تنازع کو ختم کرنے کے لئے درمیانی راہ نکالی۔ یوں دعوت دین میں سائنسی تفسیر کی افادیت کو بیان کرنے میں تین گروہ ہو گئے۔

سائنس کے فروغ میں قرآنی تعلیمات کی معنویت

آج سے سوا چودہ سو سال پہلے جب عرب معاشرہ جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا تو اس وقت اللہ نے انسانیت کی رہنمائی کے لیے قرآن کو تدریجاً نازل کیا۔ اہل عرب دینی و دُنیوی کے علوم سے کوسوں دور تھے۔ وہ علوم سائنس سے بھی قطعی بے بہرہ تھے، انسانوں کی خون ریزی، لوٹ مار، چوری، شراب نوشی اور انسان نما بتوں کی پرستش اُن کی عادت ثانیہ بن گئی تھی۔ دینِ اسلام نے انہیں تہذیب سکھائی اور داعی اعظم محمد ﷺ کے ذریعے قرآنی دعوت کو عام کیا، پھر اہل عرب اور دوسری اقوام نے قرآنی دعوت کی حکمتوں اور قرآن میں چھپی معاشرتی اور سائنسی علوم کی طرف دعوت سے فائدہ اُٹھایا اس طرح قرآن نے اقوامِ عالم کو سائنسی طرزِ فکر عطا کیا۔ قرآن مجید کی سات سو چھپن آیات ایسی ہیں جن کی گہرائیوں میں نئی سائنسی تحقیقات چھپی ہیں، جن پر اگر تدبر کیا جائے تو دُنیا سائنس کے لیے نئی حیران کن تحقیقات کا اضافہ ہو گا۔[1]

جدید سائنسی تحقیقات سے قرآنی الفاظ کی مطابقت اسی مفروضہ پر مبنی ہے کہ یہ تحقیقات متعلقہ واقعہ کا سراغ لگانے میں کامیاب ہو چکی ہیں اور اسی طرح مادی کائنات کے بارے میں قرآن کے اشارتی الفاظ کی تفسیر کے لیے بنی نوع انسان کو ضروری مواد حاصل ہو گیا ہے۔

یقین محکم سے یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ آئندہ صحیح تر معلومات قرآن کے سائنسی اشارتی الفاظ کو زیادہ صحیح طور پر واضح کرنے ہوں گی، وہ کسی اعتبار سے مختلف نہیں ہو سکیں گی۔

---

[1] قاسمی، مولانا، محبوب فروغ احمد، **اختلاف رائے اور وحدت امت**، ماہنامہ دار العلوم، شمارہ 2، جلد 100، فروری 2016ء۔

اس سلسلے میں قرآن کے جو بیانات ہیں، ان کو دو قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں ایک وہ جو ان کے متعلق ہیں جن کے بارے میں انسان نزول قرآن کے وقت کسی قسم کی معلومات حاصل تھیں، دوسرے وہ جن کے بارے میں وہ سطحی اور ظاہری معلومات رکھتا ہے۔

آسمان کو بغیر ستون کے بلند کرنے کے حقائق اور معنویت

قرآن روزِ مین پر وہ پہلی کتاب ہے، جس نے ارض و سماء میں اوراُن کے درمیان جتنی چیزیں ہیں سب کے بارے مسحور کُن اکتشافات کرکے انسان کو قدرت کے مطالعہ ومشاہدے کی دعوت دی۔

﴿قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ بَدَأَ الْخَلْقَ﴾[1]

"کہہ دو کہ زمین پر چل پھر کر دیکھو اللہ نے کس طرح مخلوق کو پیدا کیا"۔

اللہ تعالیٰ کی جن آیات میں مظہر فطرت کی طرف اشارے ہیں، قدیم زمانے میں انسان اُن کی معلومات رکھتا تھا، مگر جدید معلومات نے ان الفاظ کو مزید بامعنی بنادیاہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

﴿اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾[2]

"اللہ وہ ذات ہے جس نے آسمان کو بلند کیا، بغیر ایسے ستونوں کے جنہیں تم دیکھ سکو"۔

پرانے زمانے کے انسان کے لئے ان الفاظ کے ظاہری معنیٰ مشاہدے کے عین مطابق تھے۔وہ اس لیے کہ انسان دیکھتا تھا کہ اس کے سر کے اوپر سورج، چاند، ستارے اور کہکشاؤں کی ایک دُنیا آباد ہے، مگر کہیں بھی اس میں ستون، پایہ، کھمبا یا سپورٹ نظر نہیں آتی ہے، اور معاصر انسان جو جدید ترین سائنسی معلومات رکھنے والا ہے اُس کے لیے اس میں مکمل معنویت موجود ہے، کیونکہ جدید ترین مشاہدے بتاتے ہیں کہ اجرام سماوی ایک لامتناہی خلا میں بغیر کسی سہارے کے قائم ہیں اور ایک ستون جو غیر مِری یعنی کشش ثقل ان کو بالائی فضاء میں سنبھالے ہوئے ہے۔

رات اور دن کی قرآنی معنویت

قرآن مجید بتاتا ہے کہ دن اور رات میں ہمیشہ ایک دوڑ لگی رہتی ہے اور اُن میں کوئی بھی ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا اور نہ ہی رات دن سے پہلے آجاتی ہے۔

---

[1] العنکبوت:29/20

[2] الرعد:13/2

اللہ تعالیٰ کا سورہ اعراف میں ارشاد گرامی ہے کہ:

﴿يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾[1]

"رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہے"۔

یہ الفاظ پرانے وقتوں کے انسان کے لئے دن رات کی ظاہری آمد کو بتاتے ہیں مگر اس میں نہایت عمدہ، اشارہ زمین کی حرکت محوری طرف موجود ہے۔ جو جدید تجربے کے مطابق رات اور دن کی تبدیلی اصل وجہ یہ ہے۔ جو روس کے پہلے شخص جس نے خلا میں سفر سے واپسی کے بعد بتائی اس میں ایک یہ بات بھی تھی کہ زمین کو اس نے اس شکل میں دیکھا تو سورج کے سامنے محوری گردش کی وجہ سے اس کے اوپر اندھیرے اور اجالے کی آمد ورفت کی ایک تیز تسلسل(Rapid succession) جاری تھا، اس طرح کے اکتشافات قرآن میں کثرت سے موجود ہیں۔

قرآن مجید کے مطابق سورج کے طلوع ہونے کے کئی مقامات اور کئی اوقات ہیں یہ ایک ہی مقام پر اور ایک ہی وقت میں ظاہر نہیں ہوتا اگر ایسا ہوتا تو ساری دُنیا میں دن ہی ہوتا اور نہ یہ مخالف سمت میں غروب ہوتا ہے اگر ایسا ہوتا تو ساری دُنیا رات ہوتی اور ایسا اسی صورت میں ہوتا اگر زمین ساکن ہوتی۔ جدید سائنسی تحقیقات کے ذریعہ کائنات کے جو حقائق معلوم ہوئے ہیں وہ قرآن کی پیش کردہ دعوت کو قطعیات کی سطح پر ثابت کر رہے ہیں۔

قرآن مجید کی سائنسی انداز بیان کی تفسیر اور علماء کے نظریات

سائنس اور قرآن مجید ایک نازک موضوع ہے۔ کچھ علماء کرام اس کی تائید میں دلائل دیتے ہیں، جن میں سر فہرست امام غزالی کا نام ہے۔ بعض محققین کی رائے کے مطابق پانچویں صدی ہجری کے اواخر میں اس موضوع (تفسیر قرآن اور جدید علوم پر) مستقلاً علماء نے غوروخوض شروع کیا[2]۔

تکوینی آیات قرآنی کی تفسیر میں سائنسی علوم کو تفسیر کا حصہ بنانے کی غرض سے قدیم علماء نے بہت زیادہ محنت کی اور تفاسیر میں سائنسی علوم کو سمویا۔ تفسیر کے اس رجحان کے قدیم قائلین علماء کرام ابو الفضل المرسیؒ، ابوحامد امام غزالی، امام فخر الدین الرازی، امام بدر الدین زرکشی، امام جلال الدین السیوطیؒ ہیں۔

[1] اعراف:54/7

[2] محمد حسین، التفسیر والمفسرون، 140/3

سائنسی تفسیری رجحان اور امام غزالیؒ

سائنسی تفسیر کے زبردست مؤیدین میں ابو حامد الغزالی ہیں۔امام غزالیؒ کا کہنا ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیا ت ایسی ہیں جنہیں سائنسی علوم سے آگاہی کے بغیر پوری طرح سمجھا نہیں جاسکتا ہے[1]۔

امام غزالیؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس ضمن میں کھل کر اظہار خیال کیا ہے۔موصوف نے امام غزالیؒ سے پہلے تحقیق دیگر کُتب میں تو کی ہوگی، لیکن تفاسیر سے اعتناء نہیں کیا۔اگر انہوں نے تحقیق کی ہوتی تفاسیر میں تو عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بات نظر آتی۔البتہ پہلی صدی سے پانچویں صدی ہجری تک سائنسی تفسیر کو پڑھنے کے باوجود ان روایات کو سائنسی تفسیر نہیں سمجھتے تھے،اسکی وجہ یہ تھی کہ سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور دوسری وجہ یہ کہ قرآن فہمی کو مقصد بنا کر تفسیر لکھی اور پڑھی جاتی تھی[2]۔

سائنسی تفسیر میں ابو الفضل المرسیؒ کا نقطہ نظر

ابو الفضل المرسیؒ نے سائنسی تفسیر میں خصوصی دلچسپی لی۔انہوں اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن مجید نے تمام قدیم اور جدید علوم کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔جن کو اللہ اور اس کے پیغمبر ﷺ خوب جانتے ہیں۔

بجز اُن علوم کے جن کو صرف باری تعالیٰ ہی جانتے ہیں۔پھر اللہ کے رسول ﷺ کا یہ ورثہ بڑے صحابہ عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن مسعور رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ملا۔عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:اگر میرے اُونٹ کی رسی بھی گم ہوتی تو میں اُسے قرآن مجید میں پاؤں گا[3]۔

امام زرکشیؒ کا سائنسی تفسیر کے بارے میں نقطہ نظر:

ان مؤیدین میں امام زرکشیؒ بھی ہیں۔انہوں نے اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن میں ایک خاص فصل قائم کی ہے جس کا عنوان یہ ہے"فی القرآن علم الاولین والاخرین "یعنی قرآن میں قدیم وجدید زمانوں کے تمام علوم ہیں[1]۔

---

[1] حامد محمد الغزالی، **جواھر القرآن**، (مصر مکتبۃ الجندي)، ص46،45، امام غزالی متوفی (505ھ)، نے اپنی تصنیف، جوہر القرآن میں اس پر مستقل لکھا ہے کہ تمام علوم قرآن مجید سے منشعب ہوتے ہیں۔ابو اس پر تبصرہ کے لیے ملاحظہ ہو: التفسیر والمفسرون، للذھبي: 2/332-333۔

[2] اردو دائرہ معارف اسلامی، موضوع تفسیر، ج6، ص503

[3] محمود بن عبد اللہ آلوسی، **روح المعانی عن تفسیر القرآن**(، بیروت، دار الکتب العلمیہ،)ج3، ص357

امام جلال الدین السیوطیؒ اور سائنسی تفسیری رجحان

امام سیوطیؒ سائنسی تفسیر کی ہمنوائی میں فرماتے ہیں کہ "اللہ کی کتاب عزیز میں ہر چیز پائی جاتی ہے رہے مختلف علم تو ان کے ہر باب اور ہر مسئلے کی اصل قرآن میں پائی جاتی ہے۔ اس میں عجیب و غریب مخلوقات اور آسمانوں، زمین، افق اعلیٰ اور زیر زمین پائی جانے والی چیزوں کا بیان، ابتدائے تخلیق کی تفصیل، مشہور پیغمبروں اور فرشتوں کے نام اور گزشتہ قوموں کے حالات مذکور ہیں [2]"۔ پھر سائنسی تفسیر کی مطابقت میں ابن ابی الدنیا کا قول نقل فرماتے ہیں کہ " وَعُلُومُ الْقُرْآنِ وَمَا يستنبط مِنْهُ بَحْرٌ لَا سَاحِلَ لَهُ "علوم القران اور اس سے مستنبط ہونے والے علوم ایسا سمندر ہیں کہ جن کا ساحل نہیں [3]۔

سائنسی تفسیر کا جذبہ صرف قدیم علماء تک محدود نہیں بلکہ جدید دور میں علماء خواص وعام میں بھی سائنسی رجحان کی تفسیر کا جذبہ نہایت شدّت اختیار کر چکا ہے۔ اگر عوام الناس کے سامنے تفسیر بالماثور بیان کی جائے تو اس پر دھیان نہیں دیا جاتا مگر جب قرآنی آیات کی تفسیر میں سائنس کی آمیزش کر دی جائے تو سر دھننے لگتے ہیں۔ مواد میں ردبدل کر کے سائنسی معلومات کو شامل کرنے والے مفسرین بھی اس دور کی پیداوار ہیں۔

شیخ طنطاوی جوہریؒ نے " الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم" کے نام سے تفسیر لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے عجائبات کائنات، اسرار علوم اور سائنسی مفروضات کی خاصی بڑی مقدار شامل کر دی ہے۔

طاہر بن عاشورؒ کا سائنسی تفسیری نظریہ:

سائنسی تفسیر کے مؤیّدین میں سے شیخ طاہر بن عاشورؒ [4] بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر التحریر والتنویر میں یہ خیال

---

[1] الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله، **البرهان في علوم القرآن**، (دار إحياء الكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركائه، 1376ه - 1957 م)، 2/181
فهد بن عبد الرحمن بن سليمان الرومي، **اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر** (المملكة، العربية السعودية، البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد في المملكة، 1406 الطبعة: الأولى 1407ه- 1986ء) 2/557-558

[2] ایضا: 4/44

[3] السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، 3/38

[4] محمد بن محمد الطاہر بن محمد بن محمد الشازلی المعروف بابن عاشور تیونس 1879ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کی تصانیفات میں تفسیر التحریر والتنویر، مقاصد الشریعہ الاسلامیہ، اصول النظام االاجتماعی فی الاسلام، اصول الانشاء والخطابہ، تعیقات و تحقیق علی حدیث ام زرع، شامل ہیں، آپ ایک لمبی عمر تحقیق، تالیف اور تدریس میں گزارنے کے بعد اتوار 12 اگست 1973ء 97 سال کی عمر میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ (محمد بن سعد القرنی، الامام محمد الطاہر بن عاشور، مھجہ فی توجہیہ فی القراءات من خلال تفسیرہ التحریر

ظاہر کیا ہے کہ تفسیر میں مختلف علوم سے استفادہ ضروری ہے۔اس لیے اس میں آیت کا معنی ومفہوم کی مزید تشریح اور قابل فہم ہو جاتا ہے اور مدّعا مزید راسخ اور مدّلل ہو جاتا ہے[1]۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[2]

"کیا (کافروں) نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"

فاضل مفسر اس آیت کی بلاغی اور اشاری تفسیر بیان کرنے بعد سائنسی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "والظاهر أن الآية تشمل جميع ما يتحقق فيه معاني الرتق والفتق إذ لا مانع من اعتبار معنى عام يجمعها جميعاً ، فتكون الآية قد اشتملت على عبرة تعم كل الناس وكل عبرة خاصة بأهل النظر والعلم فتكون من معجزات القرآن العلمية التي أشرنا إليها في مقدمات هذا التفسير"[3]

" "ظاہری طور پر آیت اُن تمام معانی اور مفاہیم پر مشتمل ہے جو رتق اور فتق کے معانی کو ظاہر کرتی ہے۔ظاہری طور پر آیت ان تمام معانی کو ثابت کرتی ہے جو رتق اور فتق سے ثابت شدہ ہیں باوجود یہ کے عمومی معنی جو اس کے ساتھ مجموعی طور پر عمومی معنی کے معتبر ہونے کے مانع بھی نہیں اور آیت جو ہے وہ لوگوں کے لئے ایک عمومی نصیحت اور عبرت پر مشتمل ہے اور ہر صبر یا عبرت خاص ہے اہل نظر کے ساتھ خاص ہے، اور ہر نصیحت اہل علم اور اہل نظر کے ساتھ خاص ہے۔قرآن کے سائنسی معجزات جس کا ذکر ہم نے تفسیر کے مقدمہ میں کیا ہے"۔"۔

طاہر بن عاشورؒ کے مطابق بسا اوقات سائنس کے بعض مسائل کا آیات قرآنی کی تفسیر سے گہرا تعلق ہوتا ہے۔ان کو اسی طرح پیش کیا جا سکتا ہے جس طرح ہم کسی قرآنی دلیل کے اثبات کے لئے کوئی کلامی مسئلہ پیش کرتے ہیں۔مثلا طاہر ابن عاشورؒ فرماتے کہ آیت کریمہ میں ہے کہ

﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا﴾[4]

والتنویر (رسالہ ماجستر، جامعہ ام القری، المملکۃ العربیہ السعودیہ 1427ء ص9، ایضا، قرآن کے اعجازی پہلو انفس وآفاق اور سائنسی انکشافات، الدلیلی، ڈاکٹر نور حیات، ڈاکٹر امجد حیات، جلد3، شمارہ1 جولائی-دسمبر 2021ء)

[1] الطاہر ابن عاشور، **تفسیر التحریر والتنویر**، (الدار التونسیہ، للنشر 1984ء)1/45

[2] الانبیاء:21/30

[3] الطاہر ابن عاشور، **تفسیر التحریر والتنویر**، 16/47

[4] الانبیاء:21/22

"اگر زمین اور آسمان وزمین میں ایک اللہ کے سوا دوسرے خدا بھی ہوتے تو دونوں کا نظام بگڑ جاتا) کی تشریح میں برہان التمانع[1] اور آیت ﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾[2]

"آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا ہے اور ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں" کی تشریح میں مسالۃ المتشابہ سے بحث کرتے ہیں[3] ۔"

قرآن کا مقصد دعوت دین واصلاح امت ہے۔ یہ ہمیشہ رہنے والا معجزہ ہے، اس لئے اسمیں ایسی باتیں ہوں جو سائنسی ترقی کے زمانے کے لوگوں کی فہم کے مطابق ہوں۔

سلف نے کہا ہے کہ "قرآن ایسی کتاب ہے جس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوسکتے" اس سے مراد قرآن کے معانی سے ہے

قرآن کا اعجاز ہے کہ اس کے الفاظ میں ایجاز ہونے کے باوجود یہ ہے کہ اس کے الفاظ میں ایجاز ہونے کے باوجود اس کے معانی میں کثرت ہو کہ وہ کتابوں میں نہ سما سکیں۔

ضروری ہے کہ مخاطبین اول نے آیات قرآن کے معانی اصلیہ سمجھ لئے ہوں، رہے زائد معانی تو ممکن ہے کہ انہیں کچھ لوگ سمجھ لیں اور کچھ نہ سمجھ پائیں۔ بسا اوقات جس تک بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات پہنچائی جاتی ہے وہ بات پہنچانے والے سے زیادہ سمجھ دار ہوتا ہے۔

وہ باتیں جن کا تعلق مقاصد قرآن سے ہے، ان کے بارے میں یہ چیز قابل تسلیم نہیں ہے کہ ان کی تشریح میں ظاہر آیت پر توقف کرتے تھے، بلکہ ان میں انہوں نے خوب تشریح وتوضیح سے کام لیا ہے اور مختلف علوم کی تفصیل پیش کی ہے۔

ان کی پیروی کرتے ہوئے ہم بھی ایسے علوم سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ جو مقاصد قرآن کی خدمت کرتے ہوں اور جن سے علوم اسلامی کی وسعت کا اظہار ہوتا ہو[4] ۔

---

[1] واجب الوجود کی توحید کو ثابت کرنے لے متکلمین یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ واجب الوجود دو ہوں تو ان کے مابین کبھی نہ کبھی اختلاف پیدا ہو سکتا ہے، مثلا ان میں سے ایک کوئی کام کرنا چاہتا ہے اور دوسرا نہ چاہے، دونوں کے مقاصد جو باہم ایک دوسرے کے ضد ہیں، بیک وقت پورے نہیں ہو سکتے تو بہر حال جو غالب آجائے وہی حقیقی معنی میں واجب الوجود ہے۔(https://islaminsight.org/uloom-o-funoon)

[2] الذاریات:51/47

[3] الطاہر ابن عاشور، تفسیر التحریر والتنویر، 1/43

[4] طاہر ابن عاشور، التحریر وتنویر، (تیونس، النشر، 1984ء)1/45

بعض مفسرین قرآن ہر طرح کے سائنسی حقائق کی قرآن سے مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ غیر علمی اور سائنسی حقائق سے بے جا مرعوبیت کی دلیل ہے ۔ قرآن بنیادی طور پر سائنس کی کتاب ہے اور نہ سائنسی اُصولوں کو بیان کرنا اس کا مقصود۔یہ انسانیت کے لیے صحیفہ ہدایت ہے۔

قرآن خود جگہ جگہ مشاہدہ، علم، حقائق کا شعور وادراک اور تدبر و تفکر حاصل کرنے پر زور دیتا ہے۔اس طرح قرآن سائنس کی کتاب نہ ہوتے ہوئے بھی سائنسی مواد پر مختصر مگر جامع تبصرہ کرتا ہے ۔ [1]

غلام رسول سعیدیؒ کا تفسیری رجحان

سائنسی تفسیر کے تائید میں غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: سائنس کے تابع ہو کر قرآن مجید کی تفسیر کرنا صحیح نہیں ہے۔ سائنسی نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ ہم سائنس کے تابع ہو کر قرآن مجید کی تفسیر نہیں کرتے بلکہ سائنس کے ذریعہ قرآن مجید کی حقانیت کا اظہار کرتے ہیں کہ جو بات اب سائنس سے ثابت ہوئی ہے، وہ بہت پہلے قرآن مجید نے بتادی تھی۔ [2]

سائنسی تفسیر کے قائلین کی رائے میں قرآن مجید نے صدیوں قبل جدید سائنس کی ان تحقیقات کو پیش کر دیا تھا جن کا انکشاف اب ہو رہا ہے۔

قرآن مجید کا یہ بھی ایک دلکش جاذب نظر اُسلوب دعوت ہے کہ اس نے بعض آیات کونیہ کو بھی بیان کیا ہے۔

سائنسی آیات میں دعوت دین کے لئے جو جاذبیت اور کشش ہے وہ بلا مبالغہ کسی اور اُسلوب دعوت میں نہیں ۔ آیات کونیہ میں سب سے پہلا واقعہ کائنات کی پیدائش ہے ،اس میں دو چیزیں ہیں ،زمان، جس میں وقت کی ابتدا ہے، جبکہ دوسری مکان ہے جس میں جملہ مادہ کی پیدائش شامل ہے۔

ڈاکٹر سعید اللہ قاضی کہتے ہیں کہ:

"قرآن مجید میں مظاہر فطرت اور سائنس سے متعلق آیات کی تعداد 750 ہے۔

---

[1] محمد شہباز منہاج، القلم، ایس ایس نمبر 2707-0077، شمارہ 2، جلد 16، دسمبر 2011ء ص 166

[2] غلام رسول سعیدی، **تبیان القرآن**، ج 4، ص 154

ان آیات کریمہ میں اس وقت کے معلوم سائنسی، مشاہدات، نظریات اور اُصول ملتے ہیں [1]".

ان کے بارے میں اصل سائنسی حقائق جو صرف کتاب ہدایت نے قطعیت کے ساتھ پیش کیے۔ کتاب اللہ نے دُنیا و آخرت کے تمام علوم سمو دیئے کائنات کا کوئی علم ایسا نہیں جو اس میں موجود نہ ہو، [2].

پس اس میں تمام علوم کا خلاصہ موجود ہے۔ قرآن کے بیان کردہ سائنسی حقائق نہ صرف ازلی اور ابدی ہیں بلکہ رہتی دُنیا تک کے انسانوں تک کے مکمل ضابطہ حیات ہیں۔

سائنسی تفسیری رجحان کی مثال

سورہ انبیاء میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾ [3]

"کیا (کافروں) نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان کو جدا جدا کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز بنائی کیا پھر بھی ایمان نہیں لاتے؟"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے سائنسی انداز اختیار فرماتے ہیں، کہ

"لم تنزل منها قطرة من مطر ولم ينبت على الأرض شيء من النبات ملتزقاً بعضها على بعض { فَفَتَقْنَاهُمَا } ففرقناهما وأبنا بعضهما عن بعض بالمطر والنبات "[4]

" آسمان اور زمین پہلے بند تھے یعنی بارش نہیں ہوتی تھی نہ زمین سے کچھ پیداوار ہوتی تھی۔ چنانچہ جس زمانہ میں بارش نہیں ہوتی اور زمین سے کچھ پیدا نہیں ہوتا تو آسمان تب بھی بند ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دونوں کو کھول دیا کہ آسمان سے بارش ہونے لگے اور زمین سے نباتات اُگنے لگیں۔

---

[1] سعید اللہ قاضی، **سائنس کی تعلیم قرآن وحدیث کی روشنی میں**، (لاہور، مکتبہ تطہیر افکار، 1988ء) ص 5

[2] صداقت حسین ، ڈاکٹر امجد حیات، **دعوت دین میں سائنسی تفسیر کی افادیت اور عصر حاضر میں اثرات** (تجزیاتی مطالعہ)، مجلہ علوم اسلامیہ، جنوری-جون 2021ء ج 28، شمارہ

[3] الانبیاء: 30/21

[4] لابن عباس رضي الله عنهما ،**تنوير المقباس من تفسير ابن عباس**، 388/1

رتق فی الحال بھی ہوتا ہے اور ابتدائی عقل میں آنے والا ہے۔ فتق حادث ہے جو کہ رتق کے بعد ہی وقوع پذیر ہوتا ہے۔ بارش سے صرف نباتات ہی پیدا نہیں ہوتے بلکہ ہر جاندار چیز کو پانی سے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ خواہ حدوثاً ہو یا خواہ بقاء، خواہ بلاواسطہ ہو یا بواسطہ ہر حالت میں پانی پیدا کیا گیا ہے۔[1]

سائنسی تفسیری اُسلوب سے کائنات میں غور و فکر کرنے کی تحریک

قرآن اصلاً تو کتاب ہدایت ہے۔ لیکن اس میں کہیں اشارتاً اور کہیں صراحتاً سورج، چاند، ستاروں اور تخلیقِ کائنات کے دیگر مظاہر کی جانب انسان کو متوجہ کیا گیا ہے، اور ان مظاہر کو آیت توحید کے طور پر پیش کیا گیا انسان کو توحید باری تعالیٰ کی طرف راغب کرنے کے لیے نظام کائنات، شمس و قمر اور دن اور رات کی گردش سے استدلال کیا گیا ہے۔ انسان کو اس میں غور و فکر اور تدبر کی تحریک بھی دی گئی تا کہ ان صنائع کو دیکھ کر وہ صانعِ حقیقی تک پہنچ سکے۔

﴿الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ﴾[2]

"جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیے، تم خدائے رحمٰن کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے، اب پھر سے نظر دوڑا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ پھر بار بار نظر دوڑاؤ، نتیجہ یہی ہو گا کہ نظر تھک ہار کر تمہارے پاس نامراد لوٹ آئے گی"

قرآن کے اس سائنسی اُسلوب میں انسان کو کائنات میں بار بار غور و فکر کرنے کو کہا گیا ہے۔ اس اسلوب دعوت سے انسان تدبر و فکر کرنے کی طرف حرکت دی گئی ہے۔ اس بات کی مزید وضاحت امام بیضاوی کے قول سے ہو جاتی ہے۔ انہوں نے غور و فکر کو بہترین عبادت قرار دیا ہے :

" وهو أفضل العبادات كما قال عليه الصلاة والسلام « لا عبادة كالتفكر » لأنه المخصوص بالقلب والمقصود من الخلق[3].

"یہ بہترین عبادت ہے جیسے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ غور و فکر سے بہتر کوئی عبادت نہیں کیونکہ یہ دل کے ساتھ مخصوص ہے اور مخلوق سے یہی مقصود ہے"

---

[1] امام جلال الدین السیوطی، **الدر المنثور فی التفسیر بالماثور**، (الہیئۃ المصریہ العامۃ الکتاب، 1976ء)، ج15، ص248، 247

[2] الملک:67/3-4

[3] البیضاوي، **انوار التنزیل واسرار التاویل للبیضاوي** (مصر، مطبوعہ دار فراس للنشر والتوزیع)2/131

سائنسی تفسیری اُسلوب سے عقل ومشاہدے کے استعمال کی رغبت

کائنات کی تخلیقی حکمت پر غور کرنے کے بعد اس کا ہر عیب سے خالی ہو جانا اور انسانی ضرورتوں سے ہم آہنگ ہو جانا، اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کائنات بہت مقصدیت کے ساتھ تخلیق کی گئی ہے۔

﴿أَفَلَمْ يَنظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا وَمَا لَهَا مِن فُرُوجٍ﴾[1]

"بھلا کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے کیسے بنایا ہے؟ اور ہم نے اسے خوبصورتی بخشی ہے، اور اس میں کسی قسم کے رخنے نہیں ہیں۔"

اس سائنسی اسلوب دعوت سے عقل اور مشاہدے کے ساتھ غور وفکر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

اس سے اس کا تعلق اپنے رب سے جڑ جاتا ہے اور دوسری جانب وہ اپنی زندگی کا مقصد بھی جان جاتا ہے۔ عقل سلیم اور نتیجہ خیز مشاہدے کی صلاحیت بھی انسان میں ہے، اس لیے وہ ان آیات کے سبب معرفت الہی کو جلد پالیتا ہے۔ انسان اس دُنیا کی اہم اور مرکزی مخلوق ہیں۔[2]

اس آیت کے ضمن میں ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں:

يقول تعالى منبها للعباد على قدرته العظيمة التي أظهر بها ما هو أعظم مما تعجبوا مستبعدين لوقوعه: ﴿ أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا﴾[3]

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اس عظیم قدرت (جس کے ذریعے اللہ نے ان کی تعجب اور انکار کردہ چیز ظاہر فرمائی) پر خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں "کہ کیا یہ لوگ اپنے اوپر آسمان کو نہیں دیکھتے ہیں ہم نے کیسے اس کو بنایا اور اس کو مزین کر دیا" یعنی ستاروں کے ساتھ "اور اس میں کوئی رخنہ نہیں"

کائنات میں غور وفکر وتدبر کی اس الٰہی تلقین کا نتیجہ سوائے رب جلیل کے سامنے شرمساری کے اور کچھ نہیں نکلتا، انسانی عقل حیرانگی اور درماندگی کے ساتھ معرفت الٰہی کی چوکھٹ پر سربسجود ہو جاتی ہے۔

---

[1] ق:60/50

[2] صداقت حسین،، **قرآن کریم کا منطقی وتکوینی اسلوب دعوت اور معاصر نظریات**، پاکستان جرنل آف اسلامک فلاسفی، 2021ء جنوری–جون، جلد 3، شمارہ 1

[3] ابن کثیر، **تفسیر ابن کثیر**،، (قاہرہ، دار طیبہ، مصر 1999ء،) 7/396

سائنسی تفسیری اُسلوب دعوت کی اقسام

سائنسی تفسیری اُسلوب کی دو اقسام ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

مشاہداتی دلائل

اس اُسلوب قرآن میں گروہ مخالف کو ایسی چیز پیش کرنا کہ جنہیں دیکھ کر ہر انسان اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہو جہاں مدعی پہنچا ہے، مشاہداتی دلیل کہلاتا ہے۔ عقائد کو ثابت کرنے کے لیے قرآن حکیم اس اسلوب کا کثرت سے استعمال کیا ہے، کیونکہ مشاہدہ میں جو وزن ہے وہ نقلی و منطقی دلائل میں نہیں ہوتا۔ عقیدہ توحید پر دلیل دیتے ہوئے قرآن حکیم نے اس اسلوب کو یوں بیان کیا۔

﴿أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَٰهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [1]

"اور کون ہے جس نے زمین کو جائے قرار بنایا اور اس کے اندر دریا رواں کیے اور اس میں (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں اور پانی کے دو ذخیروں کے درمیان پردے حائل کر دیے؟ کہ اﷲ کے ساتھ کوئی اور خدا بھی (ان کاموں میں شریک)ہے؟ نہیں بلکہ ان میں اکثر لوگ ناداں ہیں"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ نے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرایا ہے[2] عقیدہ توحید کو ثابت کرنے کے لیے، یعنی زمین کا ٹھہراؤ کا مسکن بنایا۔ دریا اور نہریں چلائیں، بلند و بالا پہاڑ بنائے۔

---

[1] نمل:27/61

[2] یہاں نیویارک سائنس اکیڈمی کے پریذیڈنٹ اے سی موریسن کے مضمون کا مختصر اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔" زمین اپنے محور پر ایک ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چکر کاٹ رہی ہے اگر اس کی رفتا ایک ہزار میل کی بجائے ایک سو میل ہوتی تو دن اتنے لمبے ہوتے کہ سورج کی تپش تمام کھیتوں کو بھون کر رکھ دیتی اور راتیں اتنی لمبی اور سرد ہوتیں کہ زندگی کی اگر کچھ رمق سورج کی تپش سے بچ جاتی تو رات کی سردی اسے منجمد کرکے رکھ دیتی۔ سورج کا درجۂ حرارت بارہ ہزار ڈگری فارن ہیٹ ہے لیکن زمین کو اس سے اتنی مناسب دوری پر رکھ دیا گیا ہے کہ وہاں سورج کی حرارت اس قدر ہی پہنچتی ہے جو حیات بخش ہے۔ اگر اٹھارہ ہزار ڈگری ہوتا تو ساری زمین اس کی تمازت سے جل کر راکھ ہو جاتی۔ زمین کا جھکاؤ تیئس درجے کا زاویہ بناتا ہے اور اسی جھکاؤ سے ہمارے موجودہ موسم مناسب وقفوں کے بعد باری باری آتے ہیں۔ اگر اس میں یہ جھکاؤ نہ ہوتا تو سمندر سے اٹھنے والے بخارات جنوب اور شمال میں حرکت کرتے اور اتنی زور سے برف باری ہوتی کہ ساری زمین ڈھک جاتی۔ اگر چاند کی دوری زمین سے اتنی نہ ہوتی جتنی اب ہے بلکہ صرف پچاس ہزار میل ہوتی تو سمندروں میں مدجزر اس شدت سے آتا کہ پہاڑوں تک کو بھی بہا کر لے جاتا۔ اگر زمین کی سطح موجودہ سطح سے صرف دس فٹ زیادہ موٹی ہوتی تو یہاں آکسیجن ہی نہ ہوتی اور کوئی جانور زندہ نہ رہتا اور اگر سمندر چند فٹ اور گہرے ہوتے تو ساری کاربن ڈائی اکسائیڈ اور آکسیجن صرف ہو جاتی اور روئے زمین پر کوئی سبز پتہ نظر نہ آتا۔

سمندروں کے درمیان ایک آڑ بنائی[1]۔

اللہ کے علاوہ ہے کوئی جو یہ کام کرے۔ظاہر ہے اللہ کے علاوہ یہ کام کوئی نہیں کر سکتا ہے۔اس کے باوجود لوگ توحید کے علم سے نابلند ہیں۔

تجرباتی دلائل اسلوب

قرآن نے اس اسلوب دعوت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لیے اس دُنیاکے گزشتہ واقعات کی طرف "توجہ دلانا" تجرباتی دلائل کہلاتا ہے۔دلائل کے اس اسلوب کو استقرائی دلائل بھی کہاجاتا ہے۔مثال:

﴿أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾[2]

"اور کیا یہ لوگ کبھی زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں کہ انہیں اُن لوگوں کا انجام نظر آتا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں ؟وہ ان سے زیادہ طاقت رکھتے تھے ،انہوں نے زمین کو خوب اُدھیڑا تھااور اُسے اتنا آباد کیا تھا جتنا انہوں نے نہیں کیا ہے۔اُن کے پاس اُن کے رسول روشن نشانیاں لے کر آئے ۔پھر اللہ اُن پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے"۔

قرآن کریم کے اسلوب دعوت میں اللہ نے مدعی کو ثابت کرنے کے لئے سابقہ امم کے تجربات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ تکذیب کرنے والی پہلی اقوام کے برے انجام کو دیکھو، عاد وثمود ہوں یا اصحاب مدین اور قوم لوط ہو یا قوم سبا یا قوم فرعون، نے میرے بات پر کان نہیں دھرا تھااوہ میرے نظریہ کے خلاف عمل کیا توانہیں ناکامی سے دوچار ہونا پڑا۔

اس حکیمانہ نظام پر غور کرنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کارخانۂ ہستی اتفاقاً معرض وجود میں نہیں آیابلکہ ایک حکیم ودانا خالق نے اس کی تخلیق فرمائی ورنہ زندگی کا کوئی امکان نہ تھا۔(بحوالہ:ضیاء القرآن)

[1] جدید سائنس نے دریافت کیا ہے کہ ساحل کے نزدیکی مقامات پر جہاں دریا کا تازہ میٹھا اور (سمندر کا) نمکین پانی آپس میں ملتے ہیں وہاں کی کیفیت ان مقامات سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ جہاں دو سمندوں کے نمکین پانی آپس میں ملتے ہیں یہ دریافت ہوا ہے کہ کھاڑیوں (estuaries) میں تازہ پانی کو کھاری پانی سے جو چیز جدا کرتی ہے وہ" پکنو اکلائن زون " (Pycnocline Zone) ہے جس کی کثافت غیر مسلسل ہوتی گھٹتی بڑھتی رہتی ہے جو کھاری اور تازہ پانی کی مختلف پرتوں (Layers) کو ایک دوسرے سے الگ رکھتی ہے۔اس رکاوٹ (یعنی علاقہ امتیاز) کے پانی میں نمک کا تناسب (شوریت) تازہ پانی اور کھاری پانی دونوں ہی سے مختلف ہوتا ہے۔اس مظہر کا مشاہدہ بھی متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔جن میں مصر بطور خاص قابل ذکر ہے کہ جہاں دریائے نیل، بحیرہ روم میں گرتا ہے

[2] الروم:30/9

خلاصہ بحث

قرآن مجید کا اسلوب انتہائی ایجاز اور جامعیت کا ہے، اوراس کا انداز خطیبانہ ہے، تالیفانہ نہیں، تقریری ہے، تحریری نہیں، قرآن مجید میں اس کے بنیادی مضامین میں وحدت ہے اور یہ کہ قرآن کریم کا اُسلوب آسان اور واضح ہے اوراس کے اندازِ بیان میں انفرادیت پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید کے سائنسی اُسلوب دعوت نے جگہ جگہ جو مختصراً منظر کشی کی ہے وہاں قرآن مجید اس منظر کو یاد دلانا چاہتا ہے۔اس کی واقعاتی تفصیلات بیان کرنا مقصد نہیں ہوتا،اس لیے کہ قرآن مجید انسانوں کی ہدایت اور عبرت کے لیے اتارا گیاہے اور اس کام کے لئے جزوی اور واقعاتی تفصیلات غیر ضروری ہیں۔

قرآن کے سائنسی اُسلوب دعوت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید بنیادی طور پر نہ سائنس کی کتاب ہے اور نہ ہی سائنس براہ راست اس کا موضوع ہے۔ قرآن مجید کی تعلیمات و بیانات اپنی جگہ اٹل اور ناقابل تغیر و تبدل ہیں. قرآن کریم کی حقانیت وصداقت کے لیے کسی بیان و تائید کی ضرورت نہیں ہے۔

قرآنی اوامر ونواہی کن حکمتوں پر مشتمل ہیں ان کا فلسفہ کیاہے جدید علوم نے ان کی عمدہ توضیح و تشریح کی ہے اس تناظر میں ان کی توضیح سائنسی تفسیری سرمائے کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے میں زیادہ مفید ثابت ہو گی۔

فصل دوم

قرآنی سائنسی حقائق کے اہل ایمان سائنس دانوں پر اثرات

ایک سائنس دان جو اپنی تحقیق کے ذریعے سے کائنات کے پوشیدہ حقائق سے پردے ہٹاتا ہے، وہ درحقیقت خدا کی صناعی کا گہرائی میں جا کر جائزہ لیتا ہے، اس کی معلومات حاصل کرتا ہے اور خدا کی لازاول قوت، اس کی زبردست صناعی اور اس کی بے نظیر قدرت تخلیق کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اس لئے ایک عام نظریہ کے برعکس جب وہ خدا کی پیدا کردہ موجودات کے مطالعے ومشاہدے میں محو ہوتا ہے، تو اس خدا کے وجود اور اس کی توحید کا فوراادراک حاصل ہو جاتا ہے۔

ملحد اور مادہ پرست کتنی ہی انانیت اور ضد سے کام لیں، لیکن ایک حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ زندگی کی جتنی بھی اقسام اور نظام موجود ہیں، سب کے سب خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اس لئے یقینی امر ہے کہ سائنس مذہب اسلام کی دعوت کے لئے مدد ومعاون ثابت ہو سکتی ہے۔ بشر طیکہ اس کے بارے میں دیانیداری اور شعور کا رویہ اختیار کیا جائے۔

بہت سارے سائنسدان جنہوں نے بڑے بڑے سائنسی کمالات کا مظاہرہ کیا، وہ لوگ تھے جن کے قلب ونظر کی وسعت، مذہب کے مطالعہ سے حاصل ہوئی تھی۔ یہ لوگ مذہب اور سائنس کے درمیان مطابقت کے قائل بھی تھے اور ساتھ ساتھ انہوں نے عالم انسانیت کی بے حد خدمت بھی کی ہے۔ یہ سائنس دان اپنی تحقیقی مشاہدات کی بناء پر اس حقیقت پر بھی پختہ ایمان رکھتے تھے کہ اس عظیم کائنات کو خدا نے پیدا کیا اور ان کے اندر نظم وضبط بھی اسی کا پیدا کیا ہوا ہے[1]۔

پروفیسر ٹی وی این پرساد: (Prof.T. V. N. Persaud)

ڈاکٹر ٹی وی این پرساد، ونی پیگ (کینیڈا) کی یونیورسٹی آف مانیٹویا میں پروفیسر ہیں۔ آپ تشریح اعضاء (Anatomy)، امراض اطفال، صحت اطفال، اور نسوانی امراض اور تولیدی سائنس کے شعبہ میں گہری نظر

---

[1] ہارون یحییٰ، **قرآن رھنمائے سائنس**، مترجم محمد یحییٰ، (لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، س ن) ص149۔
اہل ایمان سائنس دانون سے مراد جنہون نے جدید سائنس انکشافات کے بعد قرآنی صداقتوں پر اور اسلام کے معترف ہوئے۔

رکھتے ہیں۔ تقریباساٹھ سال سے وہاں شعبہ تشریح اعضا سے وابستہ ہیں۔ بائیس نصابی کتابوں کے مصنف یا مدیر ہیں اور 181 سے زیادہ سائنسی پیپرز شائع کرچکے ہیں[1]۔

ڈاکٹر ٹی وی این پرساد قرآن مجید کے حقائق کی تصدیق کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی بعض کتابوں میں بعض قرآنی آیات اور حضرت محمد ﷺ فرمودات بھی شامل کیے ہیں۔ انہوں نے وہ آیات اور نبی ﷺ کے فرامین کئی کانفرنسوں میں بھی پیش کیے ہیں[2]۔

پروفیسر ای ایم مارشل جانسن (Prof.E. Marshall Johnson)

ڈاکٹر ایم مارشل جانسن، تھامس جیفرسن یونیورسٹی (فلاڈلفیا، ریاست پنسلوینیا، امریکہ) میں شعبہ تشریح الاعضا اور تدریجی حیاتیات (Anaomy and Developmental Biology) کے چیرمین اور ڈینٹل باف انسٹی ٹیوب کے ڈائریکٹر ہیں۔ وہ انجمن خرقیات (Teratology Society) کے صدر بھی تھے۔ انہوں نے 300 سے زیادہ مطبوعات تصنیف کی ہیں[3]۔

1982ء میں دمام (سعودی عرب) میں ساتویں میڈیکل کانفرنس کے دوران میں پروفیسر جانسن نے اپنے تحقیقی مقالے پیش کیا[4]۔

ایم مارشل جانسن قرآن وحدیث میں بیان کردہ ایمبریو کے متعلق آیات پر جب تحقیق کی تو وہ یہ جان کر حیران ہوئے کہ سواچودہ سو سال پہلے قرآن نے کسی قدر حقانیت سے جنین کو بیان کیا جب کوئی آلہ بھی موجود نہ تھا۔

---

[1] فارانی، آئی اے ابراہیم، محسن، **اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات**، مکتبہ دارالسلام، (لاہور، لوئر مال، سکر ٹریٹ، 2007ء) ص 96

[2] آئی اے ابراہیم اپنی کتاب "اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات" میں موصوف کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب ڈاکٹر پرساد سے قرآن سائنسی معجزوں کے متعلق پوچھا گیا، جس پر وہ تحقیق کرچکے ہیں، تو انہوں نے کہا، تو انہوں نے جواب دیا کہ: "ایک شخص ناخواندہ ہے جو بڑے بڑے اعلانات اور بیانات جاری کررہا ہے اور وہ سائنسی نقطہ نظر سے حیرت انگیز طور پر درست ہیں۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ یہ محض ایک اتفاق ہوسکتا ہے، (نبی ﷺ کی بیان کردہ) بہت سی باتیں درست ثابت ہوئی ہیں اور ڈاکٹر مور کی طرح میرے ذہن میں اس بارے میں خلش نہیں کہ یہ اُلوہی الہام یا وحی ہے جس نے انہیں ان بیانات کی راہ دکھائی"۔ (فارانی، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، بحوالہ ڈاکٹر ٹی وی این پرساد، ونی پیگ ص 97)

[3] **اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات**، ص 97

[4] ان کے حوالے سے آئی اے ابراہیم "اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات" میں تحریر کرتے ہیں: "قرآن نہ صرف (انسان کی) بیرونی شکل وصورت کے ارتقا کو بیان کرتا ہے بلکہ اس کی تخلیق اور ارتقا کے اندرونی مراحل یعنی جنین کے اندر کے مراحل بھی بیان کرتا ہے اور اس میں رونما ہونے والی بڑی بڑی تبدیلیوں کی توثیق کرتا ہے جنہیں اس دور کی سائنس تسلیم کرتی ہے"۔ (قرآن کے سائنسی انکشافات، ص 68)

جن کو جدید سائنس نے بھی تائید و توثیق کی ہے۔

پروفیسر ولیم ڈبلیو ہائے: (Prof. William W Hey)

ڈاکٹر ولیم ڈبلیو ہائے معروف بحری سائنسدان ہیں۔وہ یونیورسٹی آف کولوریڈو(بولڈر، کولوریڈو، امریکہ)میں (اوشیانو گرافی) ارضیاتی سائنس کے پروفیسر ہیں۔اس سے پہلے وہ بحری وفضائی سائنس کے روزینسٹیل سکول کے ڈین تھے جو یونیورسٹی آف میامی (ریاست میامی، امریکہ) میں کام کر رہا ہے۔[1]

پروفیسر دبلیوہائے سے سمندروں کے حال ہی میں دریافت شدہ حقائق کے قرآن میں ذکر پر گفتگو ہوئی۔اس حوالے سے انور بن اختر اس حوالے سے لکھتے ہیں کہ:۔

"اور جب ان سے پوچھا گیا کہ قرآن کی تعلیمات کا سرچشمہ کہاں ہے تو انہوں نے جواب دیا:"ہاں میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سرچشمہ ضرور بالضرور ذات باری تعالیٰ ہے[2]۔

موصوف سائنس دان اسلام کی حقانیت کا اعتراف کرتے ہیں اور قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

ڈاکٹر جبر الڈسی گوئز نگر:(Dr Jabruldasi goiznagar)

ڈاکٹر جبر الڈسی گوئز نگر، سکول آف میڈیسن، جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن ڈی سی امریکہ کے شعبہ خلیاتی نباتات میں طبی علم الجنین (Medical Embryology) کے کورآرڈی نیٹر ہیں۔ سعودی میڈیکل کانفرنس میں پروفیسر گوئز نگر نے اپنا تحقیقی مقالہ پیش کیا ہے[3]۔

جبر الڈسی کی اعترافی بیان[1] کا ماحصل یہ ہے کہ انسانی ارتقاء کا مکمل ریکارڈ اور واضح معلومات سب سے پہلے اس کے بارے میں دعوت قرآن مجید نے دی پر پھر انسان اس پر تجربے کرتا رہا لیکن تجربات سے بالکل درست ثابت ہوا کے جو معلومات اور انکشافات قرآن نے بیان کیے وہ حقیقت پر مبنی ہیں[2]۔

---

[1] اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، ص98

[2] انور بن اختر، قرآن کے سائنسی انکشافات، بحوالہ ڈاکٹر ولیم ڈبلیو ہائے ص72

[3] اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، ص99

پروفیسر تیجاتت تیجاسن: (Prof. Tejatat Tejason)

پروفیسر تیجاتت تیجاسن "چیانگ مائی یونیورسٹی تھائی لینڈ" کے شعبہ تشریح اعضاء کے چیئرمین ہیں۔ اس سے پہلے وہ اسی یونیورسٹی کے شعبہ طب کے ڈین تھے۔ آپ نے قرآن اور جدید ایمبریالوجی سے متعلق کئی مضامین کا مطالعہ کیا۔ قرآن وسنت کے اس موضوع پر اپ نے غیر مسلم اور مسلم مفکرین کے ساتھ بحث مباحثے میں وقت گزارا[3]۔

پرانے زمانے میں لوگوں کا خیال تھا کہ درد کا احساس دماغ کے ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن جدید تحقیقات سے ثابت ہوا کہ درد احساس انسان کی جلد میں موجودہ درد محسوس کرنے والے خلیات سے ہوتا ہے۔ قرآن کی حسب ذیل آیت میں یہ حقیقت بیان ہے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾[4]

"بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے، ہم انہیں آگ میں داخل کریں گے، جب بھی ان کی کھالیں جل جل کر پک جائیں گی، تو ہم انہیں ان کے بدلے دوسری کھالیں دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بیشک اللہ صاحب اقتدار بھی ہے، صاحب حکمت بھی"۔

پروفیسر تیجاتت تیجاسین نے درد محسوس کرنے والے عضلات پر طویل عرصہ تک تحقیق کی، شروع میں قرآن میں انہیں اس طرح کی حقیقت کے موجود ہونے کا یقین نہ آیا، لیکن جب تحقیق سے واضح ہوا کہ قرآن اس حقیقت کو چودہ سو سال پہلے بیان کر چکا تو انہوں نے ریاض میں "قرآن وسنت کی سائنسی علامات" کے موضوع پر منعقد ہونے والی آٹھویں سعودی طبی کانفرنس میں پورے مجمع کے سامنے کلمہ طیبہ کا اقرار کر لیا[5]۔

---

[1] "چند ایک قرآنی آیات میں جنسی خلیات کے ملاپ کے وقت سے لے کر انسانی ارتقا کی جامع تفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سے پہلے انسانی ارتقا کا کوئی ایسا واضح اور مکمل ریکارڈ موجود نہیں تھا، جیسے: قسم بندی، اصطلاحات اور جزئیاتی تفصیل۔ اگر سب نہیں تو بیشتر صورتوں میں یہ تفصیل باقاعدہ سائنسی انکشافات سے کئی صدیاں پہلے بیان کی گئی اور اس کے بہت بعد کہیں انسانی جنینی ارتقا کے مختلف مراحل روایتی سائنسی لٹریچر میں ریکارڈ ہوئے۔ (انور بن اختر، قرآن کے سائنسی انکشافات، ص70)

[2] انور بن اختر، **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص70

[3] ایضا، ص73

[4] النساء: 4/56

[5] ڈاکٹر ذاکر نائیک، **قرآن اور جدید سائنس** (لاہور، دارالسلام، 2008ء) ص93-94

پروفیسر ڈاکٹر کیتھ مور: (Dr Keith L. Moore)

ڈاکٹر کیتھ مور ٹورنٹو یونیورسٹی میں ایمبریالوجی کے پروفیسر ہیں۔ انہوں نے ایمبریالوجی پر ریسرچ کر کے ایک شہرہ آفاق کتاب لکھی جو دنیا کے تمام میڈیکل کالجوں میں بطور سلیبس پڑھائی جاتی ہے۔ آپ کی شہرت ایک ممتاز ایمبریولوجسٹ کی ہے اور آپ نے Developing Human اور Clinical Oriented Anatomy جیسی معروف کتب کے علاوہ کئی درسی کتب بھی لکھی ہیں۔ آپ کینیڈین ایسوسی ایشن آف اناٹومسٹس اور امریکن ایسوسی ایشن آف کلینیکل اناٹومسٹس کے سابق صدر ہیں۔ کینیڈین ایسوسی ایشن آف اناٹومسٹس نے آپ کی خدمات کے اعزاز میں آپ کو جسے سی بی گرانٹ ایوارڈ سے نوازا ہے، جب کہ 1994ء میں آپ نے امریکن ایسوسی ایشن آف کلینیکل اناٹومسٹس سے اعزازی ممبر ایوارڈ حاصل کیا[1]۔ اس کا کہنا ہے کہ قرآن نے رحم مادر میں جنین کے مختلف مراحل کو جس طرح بیان کیا ہے اس موضوع پر دستیاب معلومات کی اس سے بہتر تعبیر ممکن نہیں ہے۔ مزید برآں وہ اس امر پر حیرت کا اظہار بھی کرتا ہے کہ صدیوں پہلے قرآن میں ان مراحل کا درست ترین تذکرہ کیونکر ممکن ہوا۔

ان کی قرآن وسنت سے دلچسپی عبدالعزیز یونیورسٹی کی ایمبریالوجی کمیٹی کے ساتھ کام کرنے کے دوران پیدا ہوئی۔ قاہرہ میں منعقدہ کانفرنس میں آپ نے ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا[2]۔

انہوں نے قرآن کے حق ہونے کو تسلیم کیا اور محمد ﷺ جن پر یہ کتاب اُتری انہیں بھی برحق رسول تسلیم کر لیا۔[1]

---

[1] **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص66

[2] جس میں آپ نے فرمایا:

"It has been a great pleasure for me to help clarify statements in the Quran about human development .It is clear to me that these statements must have come to Muhammad from God, because almost all of this knowledge was not discovered until many centuries later .this proves to me that Muhammad must have been a messenger of God[2]".

یہ میرے لئے نہایت خوشی کا موقع ہے کہ میں انسانی نشوونما سے متعلق قرآن مجید کے بیانات کو واضح کرنے میں مدد کروں، یہ بات مجھ پر عیاں ہے کہ یہ بیانات محمد ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوئے ہیں، کیونکہ یہ تمام معلومات چند صدیاں پہلے تک بھی دریافت نہیں ہوئی تھیں، اس سے یہ بات مجھ پر ثابت ہو جاتی ہے کہ محمد ﷺ اللہ کے پیغمبر ہیں۔ آخر میں پروفیسر کیتھ ایل مور سے پوچھے گئے سوالات میں سے ایک سوال یہ بھی تھا۔

"Does this mean that you believe that the quran is the words God."

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ یہ یقین رکھتے ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔؟

[2]I find no difficulty in accepting this.

انہوں نے جواب میں کہا: میں اس کو قبول کرنے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتا۔

(الازہری، **علم الجنین و تخلیق جنین کے ادوار و مراحل (قرآن کریم اور سائنس کے تناظر میں)**، ص210)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ قرآن کی صداقت ہر دور میں ہوتی رہی ہے اور ہوتی رہے گی ،ڈاکٹر موصوف ایمبریالوجی میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں ان پر جب قرآن کی حقانیت واضح ہوئی تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

ڈاکٹر لی آن: (Dr li Aan)

ڈاکٹر لی آن۔ایم اے پی ایچ ڈی ایل ایل ڈی برطانیہ کا ایک سائنس دان تھا اسلام قبول کرنے کے بعد اپنا نام ہارون مصطفیٰ رکھا ہے[2].

ہارون مصطفیٰ نے اسلام کی حقانیت کا اعتراف کیا[3] کہ اسلام ہی وہ مذہب ہے جس نے انسانیت کو غور و فکر اور تدبر و تعقل کرنے کو کہا یہ اسلام کی امتیازی خوبی ہے[4]۔

پروفیسر ڈاکٹر رالف بیرن: (Prof. Dr Ralph Beran)

یہ آسٹریا کا باشندہ تھا بعد میں ترکی اور مدراس میں رہا۔اسلام کے مطالعہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور کئی کتابیں بھی لکھیں،1949ء میں مدراس یونیورسٹی میں پروفیسر رہا[5]۔

رالف اسلام کی حقانیت کو واضح کرتے ہیں کہ اسلام کا یہ اسلوب دعوت ہے، کہ اس نے رنگ و نسل،زبان و مکان کی قید سے انسانیت کو آزاد کر کے ایک دین حق پر لایا[6]۔

---

[1] ڈاکٹر کیتھ مور نے اس موضوع پر(Dr keith l,Moore,**The developing Human , clinically oriented embryology** ,(3rd , Jeddah , dar al Qiblah,1983.) نام سے آرٹیکل لکھا اس میں ایمبریالوجی کے حوالے سے قرآن کی آیات کی حقانیت کو واضح کیا۔

[2] ملک، **انکشافات حق**، ص2 28

[3] محاسن اسلام میں سے ہے کہ دین محمدی ﷺ نے اس کی بنیاد عقل پر رکھی گئی ہے۔ عقل انسان دماغ کی ایک اہم قوت ہے جب کی عیسائی دنیا عقل کو خاطر میں نہیں لاتے لیکن اسلام کا یہ حکم ہے کہ کسی بات کو قبول کرنے سے پہلے اسے عقل کے پیمانے پر پرکھو۔ اسلام اور صداقت دو مترادف الفاظ ہیں اور کوئی شخص عقل کی مدد بغیر صداقت تک نہیں پہنچ سکتا"۔(ملک شاہد محمود، **انکشافات حق**، ص2 28)

[4] ایضا، ص229

[5] **ایضاً**

[6] شاہد محمود ملک ان کے تاثرات کو یوں قلم بند کرتے ہیں:"اسلام اسی صداقت کا نام ہے جو سب سے پہلے آدم علیہ السلام پہ آشکار ہوئی تھی اور آخر میں محمد ﷺ پر۔اسلام انسانی اخوت کا داعی ہے اور رنگ، نسل، زبان اور جغرافیائی اختلافات کو قطعاً خاطر میں نہیں لانا"[6]۔۔(ملک شاہد محمود، **انکشافات حق**، ص2 29)

ڈاکٹر مارقس: (Dr Marqus)

ڈاکٹر مارقس ایک صحافی تھا اور اسلام لانے کے بعد حامد مارقس کہلانے لگا، لکھتا ہے "اولاً میں اس اخلاقی وروحانی انقلاب سے متاثر ہوا جو اسلام نے پیدا کیا دوم اس حقیقت سے کہ قرآنی تعلیمات سائنس کی جدید تحقیقات سے متصادم نہیں، سوم یہ کہ ااسلام ایک فرد کو آزادی سے محروم نہیں کرتا بلکہ آزادی کی جائز حدود متعین کرتا ہے [1]۔

لارڈ برنٹن: (Lord burnton)

یہ برطانیہ کا ایک نواب تھا اور قبولیت اسلام کے بعد برسوں لاہور کی بستی اچھرہ میں رہا۔ گلی گلی گھوم کر لوگوں کو دیانت، صداقت، محبت، اخوت، اور خدمت کا درس دیا کرتا تھا اپنے ایک دوست امیر الدین کی ترغیب پر مسلمان ہو اور اسلامی نام جلا ل الدین رکھا ہے [2]۔

ملیما: (Melima)

ہالینڈ میں سوشل سائنسز کا مصنف تھا، 1954ء میں لاہور آیا اور مسلمان ہو گیا، قبولیت اسلام کی وجوہات پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مجھے دعوت قرآن و اسلام کی یہ چیزیں بہت پسند آئیں، ان میں سے ایک خدا اور اس کا حسین تصور، دوئم کسی کی سزا کسی دوسرے کو نہیں ملے گئی، سوم تمام انسان برابر ہیں رنگ و نسل کا امتیاز کچھ نہ ہے آخری بات قرآن کی جو مجھے اچھی لگی یہ روح اور مادہ کو ایک ہی حقیقت کے دورخ سمجھتا ہے [3]۔

19۔ مریم جمیلہ: (Muriyum Jameela)

مریم جمیلہ اسلام کی عصر حاضر کی عالمہ دین ہیں ، آباؤ اجداد آسٹریا کے یہودی تھے جو امریکہ میں آکر آباد ہو گے تھے۔ نیویارک میں بچپن گزرا۔ اللہ کی طرف سے ابراہیمی فطرت لے کر پیدا ہوئی۔ والدین نے اس خوف سے کہ وہ سچائی کی تلاش میں ہیں پاگل خانہ میں داخل کروادیا، ان کی (Brain washing) کرنے کے لیے کتنے ہی ماہرین

---

[1] ایضا، ص229

[2] ایضا،، ص232

[3] ایضا، ص237

نفسیات کو دیکھا۔ بالآخر مسلمان ہوئی۔ امریکہ کی یہودی عورت تھی [1] مولانا مودودی سے خط وکتابت کرتی رہی بیسویں صدی کے وسط میں مسلمان ہوگئی۔ اس کے ساتھ امریکہ میں اس کا جینا دوبھر ہوگیا لاہور 1965ء میں آکر مقیم ہوگئی ان کی مشہور تصانیف میں "Quest for the truth" اور (اس کا اردو ترجمہ سچائی کی تلاش کے عنوان سے کیا گیا ہے) "اسلام اینڈ ماڈرنزم اور اسلام اینڈ ویسٹ" خصوصی شہرت کی حامل ہیں [2]۔

جان ایف سی بی: (Jan F C B)

کیمرج کا فارغ تحصیل سائنس کا عالم تھا اور مذہباً عیسائی تھا دعوت اسلام قبول کرنے کے بعد کہتا ہے:
میں اس لیے اسلام لایا کہ اس کی سائنسی و طبعی تعلیمات حکمت ودانش، پر مبنی ہیں یہ مساوات کا قائل اور بددیانتی اور بے انصافی کا دشمن ہے [3]۔

ڈاکٹر جیک وی کوسٹو: (Dr. Jack V Costto)

ڈاکٹر کوسٹو جرمنی میں سمندر کے پانی کے نیچے پائی جانے والی حیات کے بارے میں ریسرچ کررہے تھے کہ بحر قیانوس اور بحیرہ روم میں جبل الطارق کے مقام پر پہنچے تو وہاں ایک عجیب منظر دیکھا۔ ایک طرف بحر اوقیانوس کا کھارا پانی جبکہ دوسری طرف بحیرہ روم کا شیریں پانی تھا۔ ان دونوں پانیوں کے درمیان ایک چشمہ کے پانی دیکھا جو ان دونوں پانی کے درمیان آڑ بنا ہوا تھا، یوں تین طرح کے پانی مل جانے کے باوجود باہم نہیں مل رہے تھے۔
جب انہوں نے کتاب اللہ میں اس قسم کے پانیوں کے بارے میں پڑھا تو قرآن کی حقانیت نے اُن کے دل کے قفل کھول دیئے وہ اسلام کی حقانیت کے قائل ہوگئے اور اللہ نے اُن کو اسلام کی دولت سے نوازا [4]۔
کوسٹو پر جب اسلام کی حقانیت واضح ہوئی انہوں نے اسلام کو عالم گیر دعوت کو قبول کرلیا [5]۔

---

[1] گوہر مشتاق، ڈاکٹر، **انسانی دل اور قبول اسلام ایک مذہبی، سائنسی تجزیہ**، (لاہور، اذان سحر پبلی کیشنز 2012ء) ص 86

[2] ایضا، ص **234**

[3] ایضا، ص 235

[4] Dr.Haluk Nurbaqi, Verses from the Quran and facts of science, translated by Metin Beynam (Karachi 74200 ,Indus publishing corporation ,3-D,257 R.A. lines ,High court Road P.O.Box 552, ,p80-81

[5] ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری،، نے اپنی کتاب قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن میں اس حوالے سے لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

ڈاکٹر موریس بوکائیے: (Dr. Morris bukai)

قرآن حکیم سائنس کی کتاب نہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن حکیم نے ایسے حقائق وشواہد بیان کیے ہیں اور یہ حقائق بھی ایسے ہیں کہ مادی سائنس صدیوں کی مسافت طے کرے کے وہاں تک پہنچی ہے۔اس حقیقت کو جدید سائنس دانوں نے بھی تسلیم کیاہے،۔قرآن مجید کے اس پہلو سے متاثر ہوکر فرانس کے ایک میڈیکل ڈاکٹر سرجن موریس بوکائے نے عربی زبان کی تعلیم حاصل کی اور قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام قبول کیا۔اس نے اپنی کتاب "بائیبل، قرآن اور سائنس" میں یہ اقرار کیاہے کہ سائنسی ادوار میں قرآن مجید کا کوئی بیان ایسا نہیں جس کو موجودہ ترقی یافتہ سائنس جھٹلاسکے،ہر بات نہایت محکم ہے اور کتنی ہیں باتیں ایسی ہیں کہ سائنس ہزار جتن کے بعد ان تک پہنچی ہے[1]۔

ڈاکٹر صاحب کے مطابق قرآن میں پیدائش کائنات وفلکیات، زمین، حیوانات ونباتات کی دنیاؤں اور اعادہ تخلیق انسانی وغیرہ کے حوالے سے کثیر سائنسی موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔بائبل میں بھی اسی قسم کے موضوعات ہیں لیکن ان میں کثیر اغلاط ہیں۔جبکہ قرآن میں مجھے ایک غلطی بھی نہیں ملی۔میں نے رک کر سوال کی اگر کوئی انسان قرآن کا مصنف ہوتا تو وہ ساتویں صدی عیسوی میں ایسے حقائق کیسے بیان کرسکتا،جو آج کے سائنسی حقائق سے مطابقت رکھتے ہیں ؟کیا ایسی کتاب کی کوئی بشری توجیہ ممکن ہے ؟میرے نزدیک ہرگز نہیں یہ کیونکر ہوسکتاہ کہ اس دور میں ،جبکہ فرانس پر کنگ ڈیکوبرٹ(629ء-639ء) کی حکومت تھی، جزیرہ عرب کا کوئی باسی، بعض موضوعات پر ایسی سائنسی معلومات رکھتاہو،جو ہمارے زمانے سے بھی دس صدیاں آگے کی ہیں[2]۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان: (Dr Ghulam Mustafa Khan)

فاضل اُستاد، محقق ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان[3] چھوٹی عمر ہی میں پکے نمازی تھے اور قرآن مجید ختم کرچکے تھے۔

"درحقیقت اس تشخیص کے بعد جب کوسٹو کو یہ (﴿ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ﴾[5] "دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے"۔) آیت دکھائی گئی تو بے حد حیران ہوا اور قرآن کی عظمت کی تعریف کرتے ہوئے مسلمان ہوگیا"۔(میاں قادری، قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن، ص29)

[1] فضل کریم، **قرآن اور جدید سائنس حیرت آفرین سائنسی اکتشافات**، ص57

[2] Maurice Bucaille,**The Bible, The Quran and Science** ,P 149

[3] ڈاکٹر غلام مصطفٰی خان (مرحوم)23 ستمبر 1912ء کو بھارت کے شہر جبل پور (سی پی) میں پیدا ہوئے اور 93 برس بعد 25 ستمبر 2005ء کو وفات پائی۔مولانا ابو آزاد کلام کے معاصر تھے۔

اپنی کتاب "تاریخ اسلاف[1]" میں لکھتے ہیں:"مجھے بچپن سے مسلسل بخار رہا کرتا تھا۔گھر میں پیسے کی تنگی تھی۔علاج نہیں ہو پا رہا تھا۔ایک دن والدہ نے کہا کہ بیٹا تم قرآن پڑھو،اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہو جاؤ گے۔میں نے قرآن کو پڑھتا رہا اس کی ایسی برکت ہوئی میں پندرہ دن میں ٹھیک ہو گیا اور قرآن مجید بھی مکمل ہو گیا۔پس قرآن پڑھنے میں شفا ہے[2]۔

جرمن مستشرقین کا عاجز ہو جانا:

علامہ طنطاویؒ لکھتے ہیں کہ وہ ایک محفل میں اپنے جرمن مستشرق دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔دوستوں نے ان سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے۔علامہ طنطاویؒ نے کہا"ہاں،میرا ایمان ہے کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کسی نے کبھی گفتگو کی ہے نہ ایسی زبان لکھی ہے"انہوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں:" جہنم بہت وسیع ہے"

جرمن مستشرقین سب عربی دانی کے ماہر تھے،انہوں نے بہت زور مارا، "جهنم واسعة "اور "جهنم وسيعة "جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بنی اور عاجز آ گئے تو علامہ طنطاویؒ نے کہا:"لو اب سنو قرآن کیا کہات ہے:يوم نقول لجهنم هل امتلات وتقول هل من مذيد[3]۔

جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی؟اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟"اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشتوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے اپنی چھاتیاں پیٹنے لگے۔[4]پس جرمن مستشرقین عاجز ہو گئے۔

---

[1] ڈاکٹر غلام مصطفٰے، **تاریخ اسلاف**،جو موصوف نے 42 سال پیشتر تصنیف کردہ ہے۔

[2] فیروز الدین احمد فریدی "نوائے وقت "20 شوال 1426ح 23 نومبر 2005ء

[3] ق: 30 /:5

[4] فیرز الدین احمد فریدیِ،"نوائے وقت '20 شوال 1426ء / 23 نومبر 2005ء

فارابی، **اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات**،ء ص 142

خلاصہ بحث:

المختصر سائنس کی ترقی کے لئے بنیادیں فراہم کرنے والے بھی یہی اہل ایمان سائنسدان تھے، اُن میں سے کچھ نے اسلام کا اعتراف صریحاً کیا جیسے کہ تیجاتت تیجاسن، موریس بوکائیے، اور ڈاکٹر کیتھ مورنے اور کچھ نے اسلام کی حقانیت اعتراف تو کیا لیکن کھل کا اظہار نہ کر سکے۔ یہ دعوی کرنا بلکل درست ہے کہ مذہب کی دعوت نے سائنس کو ترقی دینے میں فیصلہ کن کردار ادا کیا ہے۔ یہ محض اتفاق نہیں ہے کہ مختلف شعبوں سے حال ہی میں دریافت شدہ سائنسی معلومات قرآن میں بیان کر دی گئی ہیں جو کہ چودہ سال پہلے نازل ہوا۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن محمد ﷺ نے یا کسی انسان نے تصنیف نہیں کیا ہے۔

قرآن کریم ضرور بالضرور اللہ کا کلام ہے جو اس نے بنی رحمت ﷺ پر نازل کیا، کسی انسان نے اسے ہرگز تصنیف نہیں کیا اور اس آسمانی کتاب میں بیان کیے گئے سائنسی حقائق اس کی حقانیت کی پختہ دلیل ہیں کیونکہ چودہ سو سال پہلے نزول قرآن سے قبل یہ حقائق بنی نوع انسان میں سے کسی کے علم میں نہیں تھے۔

مذہب اور سائنس کے درمیان دعوت کے لئے ہم آہنگی کا امکان اور حال کے ان مذہبی سائنسدانوں سے پیدا ہوا ہے۔ جنہوں نے انسانیت کے بھلائی کے لئے کئی اہم کارنامے انجام دیئے ہیں۔ اہل ایمان سائنسدانوں کے کارناموں نے اپنے اپنے شعبے کو نور ایمانی سے منور کر دیا اور انسانیت کی بہبود کے لئے لازوال اسباب مہیا کر دئے۔

فصل سوم

قرآنی سائنسی تعبیرات اور غیر مسلم سائنسدانوں پر اثرات

پروفیسر آرم سٹرانگ: (Prof. Armstrong)

موصوف ناسامیں کام کرتے ہیں اور کنساس یونیورسٹی امریکہ میں فلکیات کے پروفیسر بھی رہے ہیں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے جدید آلات، راکٹس اور مصنوعی سیاروں کی مدد سے جدید فلکیات کی حقیقی نوعیت دریافت کی ہے[1]۔

پروفیسر آرم سٹرانگ خلائی تحقیق پر ملکہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی قرآن کی سچائیوں کا اقرار کیا قدیم تصانیف میں جدید ترین فلکیات کا تذکرہ کیا ہے وہ برحق ہے۔

اسٹرونومر "یوشیدا کسان": (Astronomer Yoshida Kisan)

یوشیدا کسان ٹوکیو ابزرویٹری ٹوکیو جاپان کے ڈائریکٹر ہیں[2]۔

یوشیدا کسان بھی قرآن میں مذکور ان حقائق پر حیرت کا اظہار کرتے ہیں جو انہوں نے مشاہدے کے بعد دیکھے ہیں۔ کہ قرآن میں غور وفکر کرکے وہ آنے والوں وقتوں کی راہ تلاش کر سکتے ہیں[3]۔

---

[1] **قرآن کے سائنسی انکشافات**، ص 71

[2] ایضاً

[3] موصوف کے اسلام کے بارے میں تاثرات صاحب" قرآن کے سائنسی انکشافات "یوں بیان کرتے ہیں:"میں قرآن میں سچے خلائی حقائق پاکر بہت متاثر ہوا ہوں اور ہم جدید خلاء باز اس کائنات کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اپنی کوششیں اس بہت چھوٹے حصے کو سمجھنے کے لیے مرکوز کر رکھی ہیں۔ کیوں کہ دوربین کے استعمال سے ہم اس آسمان کے صرف چند حصے ہیں دیکھ سکتے ہیں اور ساری کائنات کا خیال نہیں کرتے ہیں۔ مطالعہ قرآن سے میں اس کائنات کی تحقیق کے لئے اپنے مستقبل کی راہ تلاش کر سکتا ہوں"۔ (قرآن کے سائنسی انکشافات، ص 71)

پروفیسر ایم مارشل جانسن: (Dr. M Marshall Johnson)

پروفیسر ایم مارشل جانسن یونیورسٹی پنسلوانیا، کی "تھامس جیفرسن یونیورسٹی" کے شعبہ علم االاعضاء وتدریجی حیاتیات کے چیئرمین اور ڈینٹل باف انسٹی ٹیوب کے صدر، جو کہ ممتاز امریکن سائنسدان پروفیسر مارشل جانسن تین سوسے زائد کتب کے رائٹر ہیں اور ٹیراٹالوجی سوسائٹی کے صدر بھی رہے ہیں۔

ابتداء میں موصوف سائنسدان نے قرآن وحدیث میں ان آیات کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن شیخ عبدالمجید زندانی سے بحث وتکرار کے بعد آپ نے اس میں دلچسپی لینا شروع کی اور انسانی ایمبریو کی اندرونی وبیرونی نشوونما پر خود تحقیق کی اور اس بات پر پہنچے کہ:

"قرآن محض ایمبریو کی بیرونی نشوونما کا ذکر نہیں کرتا بلکہ اس کے اندرونی مراحل پر بھی زور دیتا ہے، اس کی تخلیق اور نشوونما کے ان بڑے بڑے پہلوؤں پر زور دیتا ہے جو جدید سائنس نے تسلیم کرلیے ہیں[1]"۔

مصنف موصوف نے جینیات سے متعلق قرآنی آیات سے متاثر ہو اسلام قبول کیا۔[2]

پروفیسر دساویدا: (Prof. Dasaweda)

اسرار کائنات کے لحاظ سے قرآن وسنت کے موضوع پر میرین بیالوجی کے ممتاز جاپانی پروفیسر دسیاویدا سے شیخ عبدالمجید زندانی نے چند سوالات کئے اور تازہ ترین تحقیقات کے متعلق قرآنی حقائق بتائے۔ تو انہوں نے کتاب العزیز کے درست ہونے پر یقین کرلیا۔[3]

پروفیسر جولی سمپسن: (Prof. Joe leigh Simpson)

جولی سمپسن شعبہ گائناکالوجی علم زچہ بچہ کے بے لر کالج آف میڈیسن ٹیکساس امریکہ میں صدر رہیں۔[1]

---

[1] قرآن کے سائنسی انکشافات، ص68

[2] پروفیسر ایم مارشل جانسن پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا: "ممکن ہے محمد ﷺ کے پاس کوئی طاقت ور خوردبین ہو، جب انہیں کہا گیا کہ قرآن چودہ سو سال پہلے نازل ہوا تھا، جبکہ خوردبین اس کے کئی صدیاں بعد ایجاد ہوئی، تو وہ مسکرا کر کہنے لگے، پہلی خوردبین متعلقہ چیزوں کو دس گنا بڑا کرکے دکھا سکتی تھی۔ بعد میں انہوں نے اعتراف کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ کسی الہامی حکم سے قرآن کی تلاوت فرماتے ہیں"۔(بحوالہ ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس، ص87)

[3] پروفیسر دساویدا کہنے لگے: "یہ مجھے بہت بہت پر اسرار بلکہ تقریباً ناقابل یقین لگتا ہے، میرا واقعی خیال ہے کہ اگر آپ کی کہی ہوئی باتیں درست ہیں تو یہ کتاب واقعی بہت قابل قدر ہے"۔(بحوالہ قرآن کے سائنسی انکشافات، ص72)

آپ امریکن فرٹیلٹی سوسائٹی کے صدر بھی ہیں، کئی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں، جن میں 1992ء میں حاصل کیا گیا۔ پبلک ریلکنیشن ایوارڈ بھی شامل ہے[2]۔

انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ ان کے مخصوص تحقیقی میدان سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث موجود ہیں۔ جولی سمپسن کو جب معلوم ہوا کہ اسلام اور سائنس کے درمیان کوئی تنازع نہیں تو انہوں نے اسلام کی حقانیت کو قبول کیا۔ اور قرآن کو من اللہ ہونے کی تصدیق کی۔

پروفیسر الفریڈ کرونر: (Prof. Alfred kroner)

یہ مینز یونیورسٹی جرمنی کے شعبہ ارضی علوم سے وابستہ ہیں اور دنیا کے انتہائی معروف ماہر ارضیات ہیں۔ یہ اپنے ہم عصر سائنس دانوں میں بعض بڑے سائنس دانوں کے نظریات پر نقد کی وجہ سے خاص مقام رکھتے ہیں[3]۔

آپ نے قرآنی آیات اور احادیث کا مطالعہ کیا اوران پر حقانیت اسلام کے تاثرات بہت نمایاں ہیں ان کا کہنا ہے کہ جن باتوں کو اللہ کے نبی ﷺ نے بغیر کسی ذرائع کے بیان کیا آج بعینہ وہ باتیں ثابت ہو رہی ہیں۔ اس سے قرآن کی حقانیت ثابت ہوتی ہے۔

پروفیسر گبز: (Prof. Gibbs)

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر گبز کہتے ہیں:

قرآن واسلام بین الاقوامی تعاون کی بہترین روایات کا حامل ہے۔ دنیا میں اور کوئی ایسا معاشرہ موجود نہیں جس نے مختلف اقوام وقبائل کو متحد کر کے انہیں ہر حیثیت سے برابر سمجھا ہو، افریقہ، ایشیا اور یورپ میں اسلام کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ اسلام ہر نسل، رنگ اور نسب کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت سے مالا مال ہے اگر یورپ نے اسلام کی

---

[1] https://www.islam-guide.com/truth.htm. August,29,2021,

[2] قرآن کے سائنسی انکشافات، ص70

[3] ایضاً، ص70

دعوت سے فائدہ نہ اٹھایا اور یہ قوت ایشیاء اور افریقہ کے پاس چلی گئی تو یورپ گئی و یورپ پٹ کر رہ جائے گا۔ اگر یورپ اپنی سوسائٹی میں روحانی اور اخلاقی اقدار کی ترویج چاہتا ہے تو اسے اسلام کا سہارا لینا ہی پڑے گا[1]۔

کرنل ڈانلڈ: (Colonel Donold)

امریکہ کا یہ مشہور سوشل سائنسز کا ماہر تھا، یہ شاعر، نقاد اور مصنف تھا۔ موصوف کہتے ہیں میں اسلام کی سادگی ، مساجد کی مقدس فضاء اور پانچ وقت کی عبادت سے بہت متاثر ہوا ہوں اسلام اور قرآن میں کئی خوبیاں ہیں[2]۔
یہ قرآن پہلے انبیاء اور صحائف کا مداح ہے۔ اس نے خواتین کو حق جائیداد عطا کیا اور انسان کو افراط و تفریط سے بچایا ، شراب، قمار بازی اور سود سے روکا، صحیح جمہوریت کا سبق دیا اور غریب کو امیر کا ہم پلہ بنا دیا اور نسل کے امتیازات ختم کیے، تمام درمیانی واسطے ہٹا کر انسان کا تعلق براہ راست خدا سے قائم کیا[3]۔

پروفیسر یوشی ہیدے کوزائی: (Prof. Yoshihide kozai)

ڈاکٹر یوشی ہیدے کوزائی، ٹوکیو یونیورسٹی جاپان میں پروفیسر ہیں۔ اس سے پہلے وہ متاکا ٹوکیو کی قومی فلکیاتی رصد گاہ کے ڈائریکٹر تھے[4]۔

موصوف سائنس دان ایک ماہر فلکیات ہیں، ان کے نزدیک ہم آلات سے بہت کم اللہ کی بنائی ارض و سماء کو دیکھ سکیں ہیں اگر ہم مزید تحقیق و جستجو کریں تو اپنے آنے والے دنوں کا بہترین راہ تلاش کر سکیں گے[5]۔

---

[1] ایضا، ص237

[2] شاہد محمود ملک، انکشافات حق، 233

[3] ایضا، ص237

[4] آئی اے ابراہیم، **اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعتراف**ات، ص99

[5] ان کے حوالے سے آئی اے ابراہیم" اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات میں کہتے ہیں: "میں قرآن میں بیان کردہ ٹھیک ٹھیک فلکیاتی حقائق جان کر بہت متاثر ہوا جبکہ ہمارے جدید دور کے ماہرین فلکیات ان حقائق تک پہنچنے کے لیے کائنات کے بہت چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ لہذا میں قرآن پڑھ کر اور اٹھائے جانے والے سوالوں کے جواب دے کر یہ سمجھتا ہوں کہ میں کائنات کی تحقیق و تفتیش کے لیے اپنا مستقبل کا راستہ معلوم کر سکتا ہوں"۔(اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، ص99)

باب پنجم: سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور مفسرین کی ذمہ داریاں

فصل اول: دعوت دین کی اشاعت بذریعہ اکتشافات، اقدامات ولائحہ عمل

فصل دوم: سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل

فصل سوم: سائنسی اکتشافات اور مفسرین کی ذمہ داریاں

فصل اول

دعوت دین کی اشاعت بذریعہ اکتشافات، اقدامات ولائحہ عمل

قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔روئے زمین کی تمام مخلوقات ایسا عجیب وغریب اور فصیح وبلیغ اور حکمت والا کلام پیش کرنے سے عاجز ہے۔تمام کلاموں سے نرالا ممتازاور ارفع کلام ہے۔یہ جہاں اللہ کی واحدنیت اور ہادی عالم ﷺ کی رسالت کی تعلیم دیتاہے وہاں جدید سائنس میں بھی ترقی کی دعوت دیتاہے۔

ایک انصاف پسند انسان جوبیک وقت جمود اور علم جدیدہ کی مرعوبیت سے مبراہے مطالعہ قرآن کے وقت یہ حقیقت معلوم کرکے ششدروحیران رہ جاتاہے کہ اگر یہ کتاب ایک امی پر آج سے چودہ سوبرس پہلے عرب کے محدود اور علمی دنیاکے منقطع ماحول میں نازل ہوئی تھی اور اس میں ایک کثیر تعداد میں ان حقائق واکتشافات کاذکر آیا ہے جن کا تعلق تاریخ، جغرافیہ، طبعیات، فلکیات، اجرام سماوی، علم الحیات، طب، انسان کی حس اور کے جسم کی تکوین وترکیب اورایسے بہت سے علوم سے بہت گہراہے۔ان انکشافات میں کوئی ایسی بات نہیں کہی گئی ہے جس کو علم جدید نے خلاف واقعہ ثابت کر دیاہو، بلکہ بہت سے حقائق کی نقاب کشائی علم جدید نے حال ہی میں کی ہے۔

قرآنی آیات کی دعوت بذریعہ سائنسی اکتشافات اب تک جو سامنے آئی ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں:

زمین آسمان کاملاہوا ہونا

قرآن مجید کی سورہ انبیاء کی آیت نمبر تیس میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ﴾[1]

"کیاوہ لوگ جنھوں نے (نبی ﷺ کی) کی بات ماننے سے انکار کر دیاہے غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے پھر ہم نے انہیں جدا کیا"۔

قرآن مجید یہ انکشاف آج سے پندرہ سوسال پہلے بیان کرتا ہے کہ کائنات کے بالائی وزیریں حصے سب کچھ وحدت کی طرح پیوست تھے بالآخر اللہ نے اس وحدت کو منتشر کیا گیااور مختلف حصے ایک دوسرے سے جدا کر دیئے گئے۔[1]

---

[1] الانبیاء:30/21

پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے

﴿وَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً﴾[2]

"اور آسمان سے پانی اتارا"

عام طور پر تو مشاہدہ میں یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ پانی زمین کے اندر سے آتا ہے یا پھر بارش کے زریعے سے زمین پر برستا ہے۔ لیکن یہاں آیت مذکورہ میں بتایا ہے کہ پانی کو اللہ نے آسمان سے نازل کیا ہے جبکہ یہ بات انسانی تجربہ کے خلاف ہے اس حوالے سے سلطان محمود بشیر لکھتے ہیں کہ

"ہمارا مشاہدہ اس بات کی تصدیق نہیں کرتا لیکن بیسوں صدی میں ہونے والی سائنسی دریافتیں اس بات کی تصدیق کرتی ہیں کہ واقعی پانی آسمان ہی سے نازل ہوا تھا بلکہ آج کل بھی لاکھوں ٹن پانی ہر سال زمین پر آسمان سے برفانی شہاب ثاقب کی شکل میں نازل ہوتا ہے۔ ناسا(NASA) نے 1980ء کی دہائی میں یہ مشاہدہ کیا کہ آسمانوں کی طرف سے بہت بڑے بڑے برفانی تودے زمین کی طرف گرتے ہیں۔ لیکن اس کی فضائی چھت کی رگڑ کی وجہ سے یہ اوپر ہی بخارات میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ پانی زمین کی طرف پہنچتا ہے[3]"۔

کائنات کی وسعت پذیری

حیران کن بات ہے کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل جبکہ عربوں کے پاس کوئی بھی فلک بینی کا آلہ موجود نہ تھا قرآن مجید نے ایک ایسی بات کہہ دی جس کا انکشاف 1948ء کے بعد کوہ پلومر کی ایک بہت بڑی دور بین نے کیا اور وہ یہ کہ کائنات پھیل رہی ہے[4]۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

﴿وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ﴾[5]

"آسمان کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے اور ہم اس میں توسیع کرتے رہیں گے"

---

[1] صداقت حسین ،، ڈاکٹر امجد حیات ، **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر اور عصر حاضر میں مفسرین کی ذمہ داریاں** (،معارف اسلامی،جولائی –دسمبر 2022ء،ج21،شمارہ

[2] البقراء:2/22

[3] سلطان بشیر محمود، کتاب زندگی، ص69

[4] ابو علی، عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**،لاہور، علم و عرفان پبلشرز،2009ء)ص167

[5] الذاریات:51 /47

یہ بات اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک کھلی نشانی ہے۔

بلندی پر سانس کی تنگی:

عصر جدید میں خلائی جہازوں کی ایجاد کے بعد پتہ چلا کہ بلندی پر جاتے ہوئے آکسیجن کی مقدار نسبتاً کم ہوتی جاتی ہے اور سانس لینے میں دشواری پیش آتی ہے۔اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لئے مصنوعی طور پر آکسیجن پہنچانے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ہادی عالم ﷺ کے عہد میں بلندی پر جانے اور آکسیجن اور کاربن ڈائی اکسائیڈ کا تصور نہ تھا لیکن قرآن مجید کی یہ آیت انسان کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہے:

﴿فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ﴾[1]

"پس (یہ حقیقت ہے کہ) جسے اللہ ہدایت بخشنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جس کے لئے گمراہی کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے (بلندی کو جارہا ہے)"۔

یہ سائنسی انکشاف بھی اللہ کے دین کی حقانیت کی طرف کھلی دعوت دے رہا ہے۔

دنیا کے ہزار سال اللہ کے ہاں ایک دن کے مساوی

قرآن مجید میں اللہ نے اضافیت زماں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

﴿فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ﴾[2]

"کہ دنیا کے ہزار سال اللہ کے یہاں ایک دن کے برابر ہیں"۔

معلوم ہوا کہ اضافت زماں کا نظریہ بہت پرانا ہے اللہ کے یہاں ماضی و مستقبل نہیں بلکہ حال ہی حال ہے۔ نظریہ اضافت کی تیز رفتاری کو دنیا میں سب سے معروف تیزی ہے اس کے مطابق $E=mc^2$ E^6 سے مراد توانائی m^6 سے مراد مادہ اور C^2 سے مراد روشنی کی رفتار ہے۔اس نظریہ کے تحت نہایت ہی پیچیدہ سوالات کی گتھیاں سلجھ رہی ہیں جرمن پروفیسر کہتے تھے کہ روشنی کی رفتار کے حساب سے خلائی جہاز بعید سے بعید سیاروں پر کمندیں ڈال سکیں گے۔زمین کے سالہا سال خلا میں چند سکینڈ میں گزر جائیں گے اور خلاباز یہ دیکھ کر حیران رہ جائے گا کہ اپنی

---

[1] الانعام:6/126

[2] السجدہ:32/5

یاداشت میں جن دوستوں اور بیوی بچوں کو کچھ روز قبل زمین پر اپنے پیچھے چھوڑا تھا اور وہ دنیا پر سالہا سال گزر جانے کے باعث بوڑھے ہو چکے ہیں[1]۔

امی دور میں آخر کس نے اضافیت زماں ومکاں کے اس پیچیدہ نظریہ سے آگاہ کیا تھا۔ پس یہ قرآن مجید کی دعوت کی حقانیت کا زندہ ثبوت ہے۔

سورج کی گردش

اٹھارویں صدی میں اس بات کا انکشاف ہوا کہ سورج متحرک ہے اور خلا میں سفر کر رہا ہے۔ قرآن مجید نے اس امر کو واضح کرتے ناطق ہے کہ:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾[2]

"اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے یہ سب اس ذات کامل کا مقرر کیا ہوا نظام ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے جس کا علم بھی کامل"۔

سورج اپنے نظام شمسی سمیت چوبیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے کسی نامعلوم منزل کی طرف رواں دواں ہے[3]۔

یہ قرآن کی آفاقی دعوت کا بین ثبوت ہے۔ جو انکشاف قرآن نے کیا وہ ہو بہو ثابت ہو رہے ہیں۔

زمین کے پیدائش:

قرآن مجید زمین کی پیدائش کے بارے میں پیش گوئی کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ:

﴿بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ ---- وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ﴾[4]

"جس نے زمین کو دو دن میں بنایا پھر اس سے پہاڑ نکال دیئے اور پھر اس میں بہت سے کا آمد اور اچھی چیزیں پیدا کیں اور سبز سبزہ ہر قسم کی خوراک پیدا کی اور ان کاموں میں چار دن لگ گئے۔

---

[1] عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**، ص167

[2] یس:36/37

[3] عبد الوکیل، **اسلام، سائنس اور مسلمان**، ص169

[4] فصلت:41/9-10

لہٰذا پوچھنے والوں کو بتادو کہ زمین چھ دن میں تیار ہوئی تمام سوال کرنے والوں کے لیے برابر"

قرآن مجید کی دعوت سے یہ ثابت ہوتا کہ کہ سورج سے نکلنے کا دوسرا اس آگ کے گولے کے ٹھنڈا ہونے کا اور 4 دن دوسری تیاریوں کے یہ چھ مرحلے سائنسی تحقیقات بھی ثابت کرتے ہیں۔

پہاڑ زمین کی میخیں:

دور جدید میں بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین کے بیرونی سخت حصے (قشر ارض) کے نیچے ایک نرم طبقے کے اندر پہاڑ داخل ہو کر جڑوں کا کام کرتے ہیں اور زمین کو ہلنے اور کھسکنے سے بچاتے ہیں اور یوں وہ توازن برقرار رکھتے ہیں[1]۔ اللہ نے یہ بات پندرہ سو سال پہلے بیان کرتا ہے۔

﴿وَالْجِبَالَ أَوْتَادً﴾ "ہم نے پہاڑوں کو میخیں بنادیا"

سورج کا ٹوٹ کر بے نور ہونا

زمین کے اندرونی قواتیں بروئے کار آنے سے قشر ارض ٹوٹ پڑے گا اس سے قبل سورج ٹوٹ کر بجھ جائے گا، سورج کے اندر ہائیڈروجن گیس کے ذرات سخت حرارت اور بے پناہ دباؤ سے ہلیم گیس میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں ۔ جس سے ہائیڈروجن کم ہوتی جارہی ہے سورج کی شعلہ افشانی بڑھتی جارہی ہے چنانچہ جیسے جیسے گرمی بڑھتی جائے گی آبی ذرائع خشک ہوتے جائیں گے اور زمیں پر آثار زندگی ناپید ہوتے جائیں گے اور ممکن ہے کہ پھر سورج پھٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرمی ہے کہ

﴿إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ﴾[2] "سورج جب لپٹ دیا جائے گا"

اس آیت میں کائنات کی بلند وبالا اور عظیم شان وشوکت والی مخلوقات کا جو حال ہو گا اس کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ جیسے آفتاب وماہتاب بے نور ہو جائیں گے ستارے بکھر جائیں گے۔ بہت ہی عجیب بات ہے کہ جو تفصیلات ماہرین بڑی جدوجہد کے بعد اب جان کر سکے ہیں، وہ قرآن مجید میں کئی صدیاں پہلے بتادی گئی ہیں۔

کائنات کا دھواں ہونا

---

[1] ابو علی، عبد الوکیل، اسلام سائنس اور مسلمان، ص

[2] التکویر: 81/1

سائنس کے مطابق کائنات کی تشکیل ایک ایسے (دھوئیں)مادے سے ہوئی، جو ہائیڈروجن اور ہیلیم پر مشتمل ہے اس دور کے سائنسدان اب اس دھوئیں کو دیکھ رہے ہیں اور مشاہدہ کررہے ہیں کہ اس سے کس طرح ستارے بن گئے۔

اللہ تعالیٰ نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے فرماتے ہیں:

﴿ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ﴾[1]

"پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ تم چاہو یا نہ چاہو دونوں نے کہا ہم آگئے ہیں فرمانبر داری کی طرح"۔

دھواں عموماً ایک گیسی تہہ جمع کم وبیش مستحکم تعلیق کی حالت میں مہین ذرات سے مرکب ہوتا ہے، یہ ذرات ایسے مادہ کی ٹھوس اور رقیق حالتوں پر مشتمل ہوتے ہیں جن کا درجہ حرارت زیادہ یا کم ہوتا ہے۔یہ بنیادی مادہ جس کے عناصر ملے ہوئے تھے اس کو فتق یعنی منتشر کر دیا۔کائنات اور اس کی ہر چیز اپنی اصلی فطرت وجبلت کے بدولت اللہ تعالیٰ کی فرمان بردار ہے۔وہ لوگ کسی قدر محروم ہیں جو اس کائنات اور اس کی ہر چیز کے برعکس عقل وفہم رکھنے کے باوجود اپنے خالق ومالک کی نافرمانی اور حکم عدولی کرتے ہیں۔

پہاڑوں کا بڑھنا

تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہمالیہ پہاڑ ہر سال تقریباً بارہ انچ اونچا ہو جاتا ہے۔سائنسی تحقیق ثابت کرتی ہے کہ بادلوں کے بڑھنے کی رفتار زمین کے اپنے چکر لگانے کی ہوتی ہے اور پہاڑ زمین کے ساتھ ہیں، اس لئے بڑھتے ہیں[2]۔

اللہ تعالیٰ نے انکشاف بہت پہلے یوں کیا کہ:

﴿وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ﴾[3]

"اور تم دیکھتے ہو ان عظیم الشان پہاڑوں کو اور ان کو خوب جما ہوا سمجھتے ہو حالانکہ یہ بادلوں کی طرح رواں دواں ہیں"۔

---

[1] فصلت:11/41

[2] ابو علی، عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**، ص171

[3] النمل:88/27

ہوائی سفر کے دوران ہم میں سے اکثر نے بادلوں کی ماہیت کا قریب سے مشاہدہ کیا ہو گا، یہ بظاہر دیکھنے میں ٹھوس نظر آتے ہیں لیکن جہاز بغیر کسی رکاوٹ کے انہیں چیرتے ہوئے آگے گزر جاتا ہے۔ قیامت کے دن ان کی ٹھوس حالت کو ختم کر کے ذرات کے غبار میں تبدیل ہو کر بادلوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔

سمندر میں اندھیرے ہیں

سمندر کی کچھ موجیں سطحی اور کچھ سمندر کے نیچے ہوتی ہیں۔ تہ بہ تہ موجیں موجود ہیں۔ اسی طرح سمندر کی گہرائیوں میں بھی تہ بہ تہ اندھیرے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مچھلیوں کو جگنو کی طرح روشنی عنایت فرما کر اندھیروں میں اجالے کا کام کیا ہے۔ آفتاب کی روشنی کو اوپر والی موجیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہیں اور سمندری گہرائی تک نہیں پہنچنے دیتی ہیں، جیسے بادل سورج کی روشنی کو زمین تک نہیں پہنچے دیتے۔

﴿أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ مَوْجٌ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾[1]

"یا پھر اس کی مثال ایسی ہے جیسے گہرے سمندر میں اندھیرا کہ اوپر ایک موج چھائی ہوئی ہے اس پر ایک اور موج اور اس کے اوپر بادل تاریکی پر تاریکی مسلط ہے۔ آدمی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے، (جیسے) اللہ نور نہ بخشے اس کے لئے پھر کوئی (نور) نہیں"۔

آکسیجن کی موجودگی

سائنس در حقیقت زندگی کے دوسروں شعبوں کی طرح اسلام کے ہی تابع ہے۔ قرآن مجید میں اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِنْهُ تُوقِدُونَ﴾[2]

"وہی جس نے تمہارے لیے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کر دی اور تم اس سے آگ روشن کرتے ہو۔"

---

[1] النور:24/40

[2] یس:36/80

اللہ تعالیٰ نے ہرے بھرے درختوں کے اندر جلنے اور آگ پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا کی ہے۔ ان کی لکڑیوں کو تم خشک کر کے جلاتے ہو اور بعض ایسے درخت بھی ہیں جن کی سبز ٹہنیوں کو رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی ہے۔ بانس کی بعض اقسام میں یہ صلاحیت موجود ہے۔ اس کے علاوہ مرخ اور غفار نامی درخت پائے جاتے ہیں، جن کی سبز شاخوں کو آپس میں رگڑنے سے آگ پیدا کی جاسکتی ہے[1]۔ جیسا ابن عباس فرماتے ہیں کہ

"عن ابن عباس، رضي الله عنهما. وفي المثل لكل شجر نار، واستمجد المرْخُ والعَفَاروقال الحكماء: في كل شجر نار إلا الغاب"[2]

"حضرت ابن عباس نے فرمایا: دو قسم کے درخت ہیں: ایک کو مرخ کہا جاتا ہے اور دوسرے کو عفار' دونوں درختوں کی مسواک کی دوہری شاخیں اتنی ہری کہ ان سے پانی ٹپکتا ہو' کاٹ لی جائیں پھر مرخ کو عفار سے رگڑا جائے تو ان سے آگ نکلتی ہے۔ عرب کہتے ہیں: ہر درخت میں آگ ہے اور مرخ' عفار میں گھس جاتی ہے۔ علماء کہتے ہیں: سوائے عناب کے ہر درخت میں آگ ہے"۔

قرآن نے دعوت کے لئے ایک ایسی مثال دی جو نزول قرآن کے وقت انسانی تجربے کا حصہ تھی۔ صحراؤں کے باسی ہرے درختوں کی ٹہنیوں سے آگ نکالتے تھے۔ جدید تحقیق سے یہ ثابت ہوا ہے کہ کوئلہ جو آگ کے لئے استعمال ہوتا ہے اس کی تخلیق بھی درختوں سے ہوئی۔ قرآن نے یہ انکشاف پندرہ سو سال پہلے کا اس کی حقانیت آج بھی ثابت ہو رہی ہے۔

نباتاتی مادے

پودے میں پانی جذب کرنے کی وجہ سے ایک سبزی مائل مادہ جیسے کلوروفل کہتے ہیں پیدا ہوتا ہے اسی مادہ سے نباتات میں دانے اور پھل ہوتے ہیں۔

اللہ کا ارشاد ہے کہ

﴿وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ﴾[3]

---

[1] ابو علی، عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**، ص172

[2] ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، 6/595

[3] الانعام:6/99

"وہی اللہ ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا اور اس کے لئے نباتات میں سے ہر چیز پیدا کی اور اسمیں سبز مادہ پیدا کیا جس کے ذریعے ہم دانوں کے ڈھیر پیدا کرتے ہیں"۔

دودھ کے اجزاء

جدید سائنس کے مطابق دودھ کے اجزائے ترکیبی دودھ کے مخصوص غدوودں سے برستے ہیں، پھر ان کو غذا کے ہضم ہونے والے حصوں میں غذائیت ملتی ہے جو خون کی نالیوں کے ذریعے ان تک پہنچتی ہے، خون اس غذائیت کا جو کھانے سے حاصل ہوتی ہے جمع کرنے اور پہنچانے والا عامل ہے۔ اسی سے دودھ کے غدوودوں کا تغذیہ ہوتا ہے جہاں دودھ کی تولید ہوتی ہے ایسا عمل دوسرے اعضاء میں بھی ہوتا ہے[1]۔

اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو اپنے کلام میں یوں بیان کیا ہے کہ

﴿وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّارِبِينَ﴾[2]

"بے شک جانوروں میں تمہارے لیے سبق ہے ہم تمہیں ان کے جسموں کے اندر کی اس چیز سے جو آنتوں کے مادے اور خون کے اختلاط سے ہے ایسا دودھ دیتے ہیں جو پینے والوں کے لیے خالص اور فرحت بخش ہے"۔

مخفی مخلوق

اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوقات مثلاً ملائکہ اور جنات وغیرہ ہمیں نظر نہیں آتے مگر انسان اپنی طبعی کثافت کی بناپر سب کو نظر آتا ہے۔

﴿إِنَّهُ يَرَاكُمْ هُوَ وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾[3]

"وہ شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا جب کہ تم انہیں دیکھ سکتے"۔

---

[1] ابو علی، عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**، ص 172

[2] النحل:16/66

[3] الاعراف:7/27

ہزاروں تحقیق گاہوں میں سائنسی آلات ان مخفی مخلوقات کی موجودگی کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ مثلا انسانی جسم میں دو ہزار کروڑ خلیے موجود ہیں جو ظاہری آنکھ سے نظر نہیں آتے۔

زمین کے مخفی خزانے

اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندر اپنی قدرت کاملہ سے انسانی استعمال کی چیزیں جیسے معدنیات وغیرہ خزانے کے طور پر رکھی ہوئی ہیں، جیسے کہ سونا، چاندی، کوئلہ، لوہا وغیرہ باری تعالی کا ارشاد گرامی ہے کہ

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾[1]

"کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمان وزمین میں کچھ ہے اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور مخفی نعمتیں پوری کر دی ہیں"۔

درد کا احساس

طب کے مطابق درد کو محسوس کرنے والے سیل جلد میں موجود ہوتے ہیں اور درد کا احساس جسم میں جلد کو ہوتا ہے اسی لیے تکلیف پہنچانے کے لیے قرآن مجید میں بار بار جلد تبدیل کرنے کا کہا گیا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾[2]

"جن لوگوں نے ہماری آیات ماننے سے انکار کر دیا انہیں بالیقین ہم آگ میں جھونکیں گے اور جب ان کے بدن کی کھال گل جائے گی تو اس کی جگہ دوسری کھال پیدا کر دیں گے تا کہ وہ خوب عذاب کا مزا چکھیں"۔

قرآن مجید نے ڈیڑھ ہزار سال قبل ہی ایک ایسی بات کہی ہے جس کا ہمیں آج پتہ چل رہا ہے۔ اگر جسم میں سوئی چبھوئی جاتی ہے تو درد صرف جلد تک رہتا ہے جلد سے آگے نہیں جاتا یعنی جسم کی کھال پورے کا پورا ایک دفاعی

---

[1] لقمان: 31/20

[2] النساء: 4/56

۔ قرآن مجید یہ بات ڈیڑھ ہزار سال پہلے کہ چکا ہے کہ درد اور تکلیف صرف جلد میں ہوتا ہے۔ اللہ نے بڑی وضاحت سے کہہ دیا ہے کہ جس قدر بڑا جرم ہو گا اسی قدر بڑی سزا دی جائے گی۔

زمین کا سکڑنا

﴿أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا﴾[1]

"کیا وہ دیکھتے نہیں کہ ہم زمین کو اطراف سے سکیڑتے چلے جارہے ہیں"۔

ماہرین ارضیات کہتے ہیں کہ زمین جب سورج سے جدا ہوئی تھی اس وقت اس کا ٹمپریچر وہی تھا جو سورج کا ہے ، پھر آہستہ آہستہ اوپر سے ٹھنڈی ہونے کے باعث سکڑنا شروع ہو گئی اور سکڑتی جارہی ہے۔ جب زلزے کے باعث اندر سے لاوا نکلتا ہے تو وہ گرم ہوتا ہے اور اس کا درجہ حرارت وہی ہوتا ہے جو سورج کا ہے[2]۔

جدید ترین اسلحہ کا حصول

آج کے سائنسی دور میں ایٹمی اور جدید جنگی سازوسامان کی اہمیت وافادیت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو جہاد کے لئے لائحہ عمل اور اقدامات کا حکم یوں دیا کہ:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ﴾[3]

"(اے مسلمانو) تم بقدر استطاعت ان سے مقابلہ کیلئے ہتھیار تیار رکھو اور بندے گھوڑے اور اس سے اللہ کی دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو مرعوب کرو، اور ان کے سوا دوسرے دشمنوں کو جنہیں تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے اور تم اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کروگے اس کا تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا"۔

---

[1] الرعد:13/41

[2] ابو علی، عبد الوکیل، **اسلام سائنس اور مسلمان**، ص177

[3] الانفال:8/60

صاحب دعوت قرآن شمس پیرزادہ اپنی معرکۃ الآرا تفسیر میں کہتے ہیں کہ "قوۃ" طاقت مہیا رکھنے میں افرادی قوت (Man -power) بھی شامل ہے اور ہر قسم کا جنگی سازوسامان بھی[1]۔

یعنی جس حد تک ممکن ہو تربیت یافتہ فوج بھی تیار رکھو اور جنگی سامان بھی تاکہ جب ضرورت پیش آئے میدان جنگ میں اتار سکو۔ آج مسلمان ذلت و مغلوبیت کا شکار ہیں، تو اس کا سبب جہاں ایمان و عمل کی کمی ہے، وہاں یہ سبب بھی ہے کہ وہ اسلحہ سازی اور جنگی تیاریوں میں دنیا کی دوسری قوموں کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں۔ ہر مسلمان ملک ہتھیاروں کے لئے دوسری قوموں کے پیچھے دوڑ رہا ہے وہ قومیں انہیں صرف دفاعی ہتھیار دینے پر راضی ہوتی ہیں، وہ کبھی نہیں چاہتیں کہ مسلمان اس پوزیشن میں آجائیں کہ ان مخالفین پر حملہ کر سکیں جنہوں نے بہت سے ممالک میں مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

عہد رسالت اور بعد کے ادوار میں مجاہدین گھوڑوں پر بیٹھ کر جہاد کرتے اور مخالف ممالک کا سفر کرتے تھے اس دور میں ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں کا بدلہ میں استعمال کیا جاتا ہے، بلکہ اب تو مخالف ممالک پر حملہ کرنے کیلئے جنگی طیاروں کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اس لئے ٹینک، بکتر بند گاڑیاں، فوجی ٹرک اور لڑاکا طیارے اس سب کے حصول میں وہی اجر و ثواب ہوگا جو پہلے گھوڑوں میں ہوتا تھا۔

مسلمان اگر دنیا کی قیادت اور راہنمائی کا فرض انجام دینا چاہتے ہیں تو اسکو اس کے لیے ممتاز قوت اور تربیت، صنعت وعلوم تجارت اور فن حرب میں مکمل تیاری کی ضرورت ہوگی۔

نظافت وطہارت

اسلام دین فطرت ہے جو اپنے واضح فرامین کی کشش کے باعث قلب انسانی میں گھر کرتا ہے فطرت بشری کی تجزی کاری اس کے متنوع علوم ومعارف کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی افادیت کی مظہر ہے۔ اس کے برخلاف عیسائی دنیا نے علم کو مذہب کے متصادم قرار دیا اور اس کے خلاف اعلان جنگ کیا۔ مغربی مفکرین نے مسلمان فلاسفہ پر سخت تنقید کی۔ حالانکہ ان کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔ ابو علی عبد الوکیل ڈاکٹر ڈریپر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ

"لندن اور پیرس جیسے شہروں میں رہائش کی تنگی تھی روشنیوں کا کوئی انتظام نہ تھا وہاں کے لوگوں کے جسموں سے بدبو آتی رہتی تھی کیونکہ نہانے کا رواج نہ تھا۔ پاک صاف رہنا اور نہانا بہت بڑا جرم تھا۔ فریڈرک ثانی[2] پر

---

[1] شمس پیرزادہ، **دعوت القرآن**، 2/478

[2] فریڈرک ثانی 1212ء 1250ء میں سسلی اور جرمنی کا بادشاہ تھا۔ (https://www.nawaiwaqt.com.pk/01-Nov-2017/691840)

پائے روم نے کفر کا فتویٰ لگایا اس کی وجہ یہ تھی کہ کہ "یہ مسلمانوں کی طرح ہر روز غسل کرتا ہے "غلیظ جسموں اور میلے لباسوں کی وجہ سے جوؤں کی کثرت تھی۔ سترھویں صدی میں میں برلن کی یہ حالت تھی کہ جو شخص کسی کام کی غرض سے آتا تھا اس کے لیے لازم تھا کہ وہ اپنے ہمراہ کوڑے کا ایک بوجھ شہر سے باہر لے جائے جو کہ برلن کی سڑکوں پر کثرت سے پڑے رہتے تھے[1]"۔

تقریباً ڈیڑھ صدی پہلے قرآن نے یہ انکشاف کیا کہ

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾[2]

"بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور بہت پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

قرآن مجید کی آیات کریمہ کی دعوت کی افادیت یہ ہے کہ پاکیزہ جسم اور روح نہ صرف دل کو خالص رکھتی ہیں بلکہ یہ ہماری حفظان صحت کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہ آیت ہمیں یاد دہانی کرواتی ہے کہ پاکیزہ اور صاف رہنا ایمان کا حصہ ہے۔ خود کو پاک صاف رکھ کر ہم اللہ سے اپنی محبت اور اس پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں۔

﴿ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾[3]

" اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی تم میں سے جائے ضرورت (رفع حاجت) سے آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کر لو اور اسے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مل لو، اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تاکہ اپنا احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر کرو۔ "

پاک صاف رہنے کے لیے ہمیں بعض اقدامات کرنے پڑتے ہیں تاہم یہ اقدامات نہ تو مشکل ہیں اور نہ ان کے لئے زیادہ محنت کی ضرورت ہے اور اللہ کی جانب سے رہنمائی کے لئے ہمیں اس رب کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اسلام لوگوں کی پاکیزگی کے واسطے ہے اس پر عمل کرکے انسان کو ہر معاملے میں پاک وصاف رہ سکتا ہے۔ خود کو پاک صاف رکھنے کے لیے ایک یاد دہانی بھی ہے۔

---

[1] روز نامہ نوائے وقت ,بعنوان یورپ کی حالت ماضی کے آئین میں ،7 نومبر 2017 ، https://www.nawaiwaqt.com.pk/01-Nov-2017/691840

[2] البقرہ:2/222

[3] المائدہ:5/6

خلاصہ بحث

سائنسی مفسرین نے جدید سائنسی تفسیر کی تدوین کا مرکز و محور قرآن مجید اور حدیث رسول ﷺ کو بنیاد بنا کر کام کیا ہے۔اس کام کی تدوین میں قرآن مجید کی سینکڑوں آیات تکوینہ کی مفصل تشریح و تفسیر جدید سائنسی علوم کو سامنے رکھتے ہوئے کی ہے۔

اس اصول کے مطابق نئے نئے انکشافات، قرآن مجید کے بیانات کی تصدیق و تائید اور اس کے الفاظ و معانی میں نکھار پیدا ہوا ہے اور قرآنی الفاظ کے نئے نئے پہلو منظر عام پر آئے جو اس کتاب حکمت کا ایک عجیب و غریب اعجاز ہے۔اس طرح انکشافات جدیدہ ہر دور میں کلام الٰہی کی تصدیق و تائید کرتے ہوئے ہمیشہ اپنی نیاز مندی کا ثبوت پیش کرتے رہیں گئے۔

فصل دوم

سائنسی تفسیر میں حائل رکاوٹیں اور اُن کا حل

قرآن مجید کی تکمیل کے بعد اس کی ہر آیت حتمی اور دائمی مرتبہ رکھتی ہے لہذا واقعاتی تاریخی پس منظر کے بجائے یہ بہتر ہو گا کہ آج قرآن کریم کی لاجواب حکمت کو اس کے دائمی تناظر میں سمجھا جائے۔ سلطان بشیر محمود نے قول نقل کیا ہے کہ "زمانہ خود کلام اللہ کی تفسیر ہے"[1]۔

مفسر کا اصول تفسیر و علوم القرآن اور سلف کے اقوال کے متعلق گہری دسترس کا نہ ہونا

جدید دور میں ایک رکاوٹ یہ بھی کہ مفسر کا سائنسی تفسیری رجحان لکھتے وقت اصول تفسیر و علوم القرآن اور سلف کے اقوال کے متعلق گہری دسترس کا نہ ہونا ہے۔ موجودہ دور میں مسلم سائنسی مفسرین کے لیے ایک بڑی رکاوٹ لادینی ذرائع ابلاغ کا ہے جو اسلام کی اقدار اور قرآن کریم پر طرح طرح کے اعتراض کر کے دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ ان کا خصوصی ٹارگٹ مسلمانوں کا پڑھا لکھا طبقہ ہے جن کے دلوں میں وہ قرآن کریم کے بارے میں شکوک و شبہات ڈالنا چاہتے ہیں اور وہ یہ کام بڑی دانش مندی سے کر رہے ہیں، مثلاً وہ کہیں گے "بلاشبہ قرآن کریم پندرہ سو سال پہلے نازل ہوا اس وقت یہ دنیا کی ایک عظیم کتاب تھی، لیکن آج کے دور میں یہ معاصر تقاضوں کو پورا نہیں کر رہی"۔

کبھی کہیں گے کہ قرآن کریم ایک کتاب نہیں بلکہ مختلف اوقات میں دیئے گے چھوٹے چھوٹے خطبات کا مجموعہ ہے اس لئے اس میں ربط کا فقدان ہے۔ نسخ و منسوخ کے اُصول کا سہارا لیکر کہیں گے کہ نبی پاک ﷺ اسے تجربہ کی بناء پر قرآن مجید کی آیات کو بدلتے رہتے تھے۔

جمع القرآن کے بارے میں مخالفین، مسلمانوں کی ہی لکھی گئی کتابوں سے یہ ثابت کر کے مسلم نوجوانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نبی پاک ﷺ اپنی زندگی میں قرآن حکیم کو کتابی شکل نہ دے سکے اور یہ کام بعد میں آنے والوں پر چھوڑ دیا گیا جس کی وجہ سے یہ دعویٰ غلط ہوا کہ قرآن ہو بہو وہی ہے جو نبی پاک ﷺ پر اترا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ اعتراض لغو اور فضول قسم کے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مقدس میں دنیا کے تمام مسائل

---

[1] سلطان بشیر محمود، کتاب زندگی، ص15

کا حل ہے اور یہ معانی کا ایک سمندر ہے جس میں سے ہر ایک غوطہ زن اپنی اپنی استطاعت کے مطابق موتی چن رہا ہے ۔ان تمام حقائق کے باوجود ضروری ہے کہ قرآن کریم کی جدید علوم کی روشنی میں ایسی تفاسیر سامنے آئیں جو نہ صرف مخالفین کے اعتراضات کو جواب دے سکیں بلکہ جن میں موجودہ زمانے کے مسائل کا شافی حل بھی موجود ہو تا کہ تقدس کے ساتھ ساتھ مسلمان اس پر عمل کر کے دنیامیں فوز و فلاح کی کامیابیاں بھی حاصل کر سکیں۔

اس کا حل یہ کہ علم الاشیاء کے متعلق سائنسی دریافتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے تا کہ پڑھنے والوں پر قرآن کی حکمتیوں کی روشنی منور ہو۔یہ حقیقت ہے کہ خالق کائنات کی ہر بات سچائی کی آخری حد ہے اس لئے کلام اللہ میں علم الاشیاء کے بارے میں جو نکات ہیں وہ سائنس کے لیے آخری معیار ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ جب سائنسدان آخر کار سچائی کی تلاش میں اپنے سفر کی انتہا کو پہنچے گا تو اس وقت اسکی خوشگوار حیرت کی کوئی انتہا نہ ہو گی کہ جو کچھ اس نے ہزاروں صدیوں میں دریافت کیا ہے وہ سب کچھ پہلے سے کلام اللہ میں موجود ہے۔

سائنسی مواد جن زبانوں میں لکھا کیا گیاہے ان سے آگاہ نہ ہونا۔

انگریزی زبان سے ناواقفیت کی وجہ سے عالم عرب کی انٹرنیٹ استعمال کرنے کی شرح بہت کم ہے۔دوسری جانب عربی زبان میں ویب سائٹ کی تیاری پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں دی جارہی، انٹرنیٹ جیسے انقلابی ذرائع ابلاغ پر عدم توجہی کی بناء پر عرب ممالک اور ترقی یافتہ ممالک کے درمیان ڈیجیٹل تقسیم بڑھتی جارہی ہے۔اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ہنر مند افراد بڑی تیزی سے ترقی یافتہ ممالک کا رخ کر رہے ہیں۔ذہانت کے اس فرار سے عرب ممالک کو زبردست نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔

پوری عرب دنیا میں نئے علوم و فنون پر نئی تحریروں کا شدید فقدان ہے۔سائنس و ٹیکنالوجی پر نئی کتابوں کی اشاعت نہ ہونے کے برابر ہے،جب کہ پوری دنیا میں ہر سال تقریبا دس لاکھ تحقیقی مقالے اور لگ بھگ ایک لاکھ سے زائد سائنسی کتب شائع ہو رہی ہیں۔عربی زبان کی اہمیت کی بناء پر اس زبان میں مضامین اور سائنسی کتب کا ترجمہ ہونا چاہیے تھا[1]۔

[1] عبدالوکیل، **اسلام، سائنس اور مسلمان**، ص327

دوسری زبانوں میں لکھے گئے مواد کے تراجم کا نہ ہونا

2001ء میں 22 عرب بلاد نے سائنس و ٹیکنالوجی اور معاصر علوم پر صرف 330 کتب ترجمہ کیں، جب کہ یورپ کے اوسط ملک یونان نے اسی مدت میں پوری دنیا سے 5 گنا زائد سائنسی کتب ترجمہ کی ہیں۔ یورپ کے ایک معمولی ملک اسپین نے سال 2001ء میں جتنی کتب ترقی یافتہ زبانوں سے ہسپانوی زبان میں ترجمہ کیں، اتنی کتب گزشتہ ایک ہزار سال میں بھی پوری عرب دنیا نے ترجمہ نہیں کیں[1]۔

سائنسی مفسرین قرآن نے عقل کے جمود کو توڑتے ہوئے قاری کو اس بات کی بھی دعوت دی ہے کہ قرآن کریم نے بندوں کو صراط مستقیم پر لانے کا ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے کہ وہ بار بار کائنات میں غور و فکر اور تدبر و مشاہدہ کا حکم دیتا ہے تا کہ اس کے وجود، اس کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کے شواہد اور دلائل میسر آئیں، اس کے بغیر انسان کی سوچ کے دروازے نہیں کھلتے جیسے فرمایا:﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ "تو کیا یہ لوگ قرآن میں ذرا بھی غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہوئے ہیں" اور اگر یہ دروازے بند رہیں اور ان کے تالے لگے رہیں تو تاریخ کا سفر گویا رُک جاتا ہے اور ارتقائے نسل انسانی کی تاریخ اندھیروں میں کھو جاتی ہے، کیونکہ کائنات میں پائے جانے والے حکمت کے خزانے صرف انھی لوگوں پر کھلتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

مسلم مفسرین کا جدید سائنسی اکتشافات سے آگاہ نہ ہونا

مفسرین قرآن سائنسی اکتشافات کے ذریعے انسان کے لیے ایک ایسی دنیا چاہتے ہیں۔ جہاں صداقت رواداری خلوص و تعاون کی پر امن فضاء ہو۔ اور انسان کے قول و فعل میں مکمل آہنگی ہو۔

علم کی سچی تڑپ، لگن اور مستقل مزاجی سے ہی مسلم مفکرین اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ترقی اور مادی خوش حالی کے تمام راستے سائنس و ٹیکنالوجی کی شاہراہ سے ہی گزرتے ہیں۔ یہ پس ماندگی اور اندھیرا ہمارا مقدر نہیں ہے، اب بھی وقت ہے کہ ہم قرآن کی آفاقی دعوت سے خود کو بہتر بنا کر اپنا مقام دوبارہ حاصل کر سکتے ہیں۔

---

[1] ایضا، ص 328

معاصر مفسر کا سائنسی رجحان پر تفسیر کرتے وقت علوم اسلام سے گہری دسترس نہ رکھنا

عصر حاضر میں، سائنسی تفسیر کے بارے میں ایک بڑی غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ متجددین کے طبقہ کے ہاں سائنسی تفسیر سے مراد عقل وفطرت کی بنیاد پر اضافہ ہے جبکہ سائنسی تفسیر کا سلف صالحین سے مروی صحیح تصور یہ ہے کہ قرآن وسنت کی وسعتوں اور گہرائیوں میں حکم شرعی کی تلاش اور اکتشافات پر اس کی تطبیق کا نام ہے۔ سیکولرزم، دہریت والحاد، مذہب بیزاری، آزاد خیالی، کے حوالے سے جدید مباحث، زندگی میں پیدا ہونے والے جدید مسائل کے لیے سائنسی تفسیری ادب انتہائی ضروری ہے۔

سائنسی تفسیری ادب کا معاصر دور کے فکری وسماجی تقاضوں کے مطابق نہ ہونا

معاصر دور میں سائنسی تفسیر کا دروازہ بند کرنے کے بجائے جدید مسائل میں کسی نئی رائے کے اظہار کے لیے اجتماعی رائے کے منہج کو اختیار کیا جائے تاکہ صحت رائے کے امکانات میں اضافہ ہو اور درست رائے کا حصول بھی ممکن ہو۔ بشری تقاضوں کے مطابق مفسرین سے بھی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں، لہذا سائنسی تفاسیر میں ارتقاء ہوتے رہنا چاہیے۔ عصر حاضر کے فکری وسماجی تقاضے اور جدید مسائل کا حل سائنسی تفسیر ادب سے ہونا چاہیے تاکہ جدید مسائل کی مشکلات کا حل مل سکے۔

تفسیر بالرائے (سائنسی تفسیر) اور اس کی حساسیت کے تقاضوں کو پورا کرنا چاہیے، تاکہ بالرائے المذموم کو تفسیر سے دور رکھا جاسکے۔ سائنسی تفسیر میں متجددین اور مستشرقین کا فکری تجزیہ کرنے کی اشد ضرورت ہے، اگرچہ بیان القرآن، تفہیم القرآن، معارف القرآن، تفسیر ماجدی میں مواد موجود ہے لیکن یہ موضوع جس قدر اہم ہے، اس قدر اس پر مزید توجہ مرتکز کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

سائنسی تفسیر کے راہنما اصولوں کو نظر انداز کرنا

سائنسی تفسیر پر کن زاویوں سے لکھا جائے، کیا اسلوب استدلال ہونا چاہیے، اس سلسلے میں کون کون سے موضوعات اصلی ہیں اور کون کون سے ضمنی ہے، اس طرح کے موضوعات پر کوئی واضح راہنما خطوط موجود نہیں ہیں، اس پر توجہ کی ضرورت ہے۔

سائنسی تفسیر کے مفسرین کی ذمہ داریوں میں سے ہے کہ سائنسی تفسیر مختصر جامع، صرف قابل اعتماد مواد پر مشتمل ہونی چاہیے۔اہم قومی اور بین الاقوامی مسائل میں مفسرین علماء میں زیادہ سے زیادہ حقیقت پسندی کے پہلو ایسے موضوعات ہیں جن پر تفاسیر میں راہنمائی مہیا ہونی چاہیے۔

سائنسی تفسیر کے دائرہ کار کی وسعت کا فقدان

سائنسی تفسیری ادب کے ذریعے سے اسلامی اور غیر اسلامی افکار کی کشمکش میں مسلمان مفسرین کے درمیان زیادہ زیادہ فکری ہم آہنگی کی ضرورت ہے۔سائنسی تفاسیر شروط تفسیر کے دائرہ کار میں رہ کر لکھی جانی چاہیے، چونکہ مفسرین نے اس کا دائرہ کار قرآن وحدیث پر مبنی قرار دیا ہے۔[1] حالانکہ اس کا دائرہ کار وسیع ہے جس کا ذکر مقالہ ہذا میں تفصیل سے کر دیا گیا ہے۔

سائنسی تفسیر میں ثقہ تفصیل کا نہ ہونا

سائنسی تفسیر کرنے سے بہت غیر متعلق بحثیں تفسیر میں شامل ہو گئیں ہیں، جسکی کی مثالیں الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم اور تفسیر مفاتیح الغیب میں دیکھی جاسکتی ہیں، یوں تفسیر میں اس وجہ سے اختلافات بھی پیدا ہو گئے تھے اور ان پہلوؤں کی وجہ سے سائنسی تفسیر کی اعتباری حیثیت مجروح ہو گئی تھیں اور بعض مفسرین نے قرآن کی سائنسی تفسیر پر سخت تنقید کی۔

اس حوالے سے محمد انصر جاوید لکھتے ہیں کہ:

"سائنسی انداز تفسیر کی ایک شکل تفسیر القرآن (علامہ جوہر طنطاویؒ) بھی ہے۔ان تفاسیر میں اس قدر سائنسی معلومات اور روایات اکٹھی کر دی گئی ہیں کہ قرآن کتاب ہدایت نظر ہی نہیں آتا، بلکہ یہ مفسرین کی دماغی ورزش ہی دکھائی دیتی ہیں تاہم سائنسی تفسیری ادب میں واضح ارتقاء دکھائی دیتا ہے[2]"۔

تاہم سائنسی تفسیر کے مذموم پہلوؤں میں اصلاح، اور چھان بین کا سلسلہ جاری ہے اور قابل قدر حد تک ارتقاء ہوا ہے۔تاہم مقالہ ہذامیں بھی اس کی ادنیٰ سی سعی کی گئی ہے۔

---

[1] محمد انصر جاوید، برصغیر میں تفسیر بالماثور کی روایت (بیسویں صدی کا تجزیاتی مطالعہ) تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ، 2020ء) ص422

[2] محمد انصر جاوید، برصغیر میں تفسیر بالماثور کی روایت (بیسویں صدی کا تجزیاتی مطالعہ) ص422

خلاصہ بحث

عہد حاضر کے سائنسی مفسرین کے لئے ایک بڑی مشکل لادینی ذرائع ابلاغ کا ہونا ہے، جو اسلام اور قرآن پر طرح طرح اعتراض کر کے دنیا کو گمراہ کر رہے ہیں۔ مثلا قرآن مجید چودہ سو سال پہلے نازل ہوا اُس وقت یہ دنیا کی عظیم ترین کتاب تھی لیکن آج دور جدید کے تقاضوں کو پورا نہیں کر رہی۔

مفسرین نے ان اعتراض کو رفع کر کے جدید علوم کی حامل تفاسیر لکھنے کا اہتمام کیا جو نہ صرف ان کے اعتراض کو جواب دے سکیں بلکہ جن میں موجود زمانے کے مسائل کا شافی حل بھی موجود ہے تاکہ تقدس کے ساتھ ساتھ اہل اسلام اس پر عمل کر کے فوزوفلاح حاصل کر سکیں۔

عالم اسلام میں نئے علوم وفنون پر نئی تحریروں کا شدید فقدان ہے قرآنی سائنسی اکتشافات اور سائنس اور ٹیکنالوجی پر پر نئی کتابوں کی اشاعت نہ ہونے کے برابر ہے۔ جبکہ پوری دنیا میں ہر سال دس لاکھ تحقیقی مقالے اور لگ بھگ ایک لاکھ سے زائد سائنسی کتب شائع ہو رہی ہیں۔ مسلم سائنسی مفسرین نے اس جمود کو توڑنے کے لیے علم الاشیاء کے متعلق سائنسی دریافتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے اور قرآن کی حکمتوں کی روشنی میں اس کی توضیح وتفسیر کی ہے۔

فصل سوم

سائنسی اکتشافات اور مفسرین کی ذمہ داریاں

قرآن حکیم کی بہت سی آیات مبارکہ میں تعقل وتدبر کا تذکرہ ہوا ہے جس کی بناء پر مفسرین قرآن نے ان آیات مطہرہ کی تفسیر سائنسی انداز میں کر کے یہ بات بیان کرنے کی سعی کی ہے کہ قرآن اگرچہ سائنس کی کتاب تو نہیں مگر یہ تکوینی اور سائنسی علوم کا چشمہ ہے۔ جتنی بھی نئی ایجادات اور دریافتیں ہوئی ہیں یا آنے والے وقتوں میں ہوں گی ان کا ذکر کتاب العزیز میں کہیں صراحۃً اور کہیں اشارۃً تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ فطرت انسانی میں موجود ہے کہ وہ سائنسی تحقیق کر کے نت نئی دریافتیں کرے، جیسا کہ سائنسی تفسیر کرنے والوں کا خیال ہے[1]۔

اس حوالے سے ڈاکٹر سلطان بشیر محمود راقم طراز ہیں:

"تمام سائنسی دریافتیں پہلے ہماری فطرت (Gene) کے اندر بند ہیں اور یہ پہلے سے موجود علم کی پہچان ہیں"۔[2]

پس رب تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات میں اللہ اور اس کی وحی الٰہی کے علاوہ بے شمار چیزیں ہیں جو مرئی ہیں یا سائنسی تحقیق و تفتیش نے ہمیں بتائی ہیں یا پھر وحی الہیٰ کے ذریعے بتائی گئی ہیں۔ یہ تین اقسام حیوانات، نباتات، جمادات میں تقسیم ہیں۔

سائنسی مفسرین کا قرآنی دعوتی اصول واسالیب کو اختیار کرنا

کتاب اللہ کا موضوع انسان ہے اور قرآن کو نازل کرنے کا مقصد انسان کو اس کی حیات سے باخبر کرنا ہے۔ یہ مقصد اللہ تعالیٰ نے سورہ الذاریٰت میں صاف بیان فرمایا ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿﴾[3] کہ "ہم نے جنوں اور انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے"۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے حکم عدولی کی، ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، مختلف اسالیب کو، ان میں سے ایک سائنسی اسلوب بھی ہے، کو بیان کر کے دعوت دی تاکہ اُن کو فہم دین کی حقیقت میں دشواری نہ ہو۔

---

[1] ڈاکٹر ممتاز احمد ،اعوان، **قرآن مجید میں دعوت کے اصول واسالیب :اردو مفسریں کے رجحانات کا تجزیاتی مطالعہ**،نگران مقالہ،اسجد علی گفٹ یونیورسٹی ،گوجرانوالہ،2017-2020ء)ص339

[2] سلطان بشیر محمود،**کتاب زندگی**،(اسلام آباد،ریسرچ فاؤنڈیشن،2010ء)ص76

[3] الذریات:52/56

مفسرین قرآن نے ایسے لوگوں کی فکر کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے مخاطب کے سامنے دین اسلام کی ایسی تصویر پیش کی ہے کہ وہ دین اسلام پر عمل کرنے کو فخر محسوس کرتا ہے دین اسلام کی دعوت کو پیش کرنے کے لیے مفسرین نے ایک داعی کی حیثیت سے قرآن کریم کے اصول واسالیب کو اختیار کرکے دعوت دین کا بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے، جس سے ایسے لوگوں کا دعوی ختم ہو گیا جو کہتے ہیں کہ مفسرین نے قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی دعوتی پہلو کو چھپا دیا ہے۔

دین کی افادیت وقدر منزلت کو بیان کرنا

مفسرین قرآن نے اس بات کی طرف پوری ذمہ داری سے دعوت دی کہ اللہ انسان کو بار بار اس دین کی طرف بلاتا ہے جس کا نام اس نے خود ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ﴾[1] بیان کی اہے اس دین ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾[2] کے سوا کسی دین کو شرف قبولیت نہیں ہے۔ کوئی ذی عقل انسان اس دین کی افادیت ومعنویت کا انکار نہیں کرتا ہے اور وہ کسی صورت میں اس کا انکار نہیں کرتا ہے، لیکن بہت سے اہل عقل وشعور کے دعوے دار اس دین کی افادیت اور قدر ومنزلت کو نظر انداز کرکے قرآنی حکم کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ جنہوں نے وحی کو بھی عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے اور مغرب کی طرف سے آنے تعلیم وتہذیب میں فلاح کے متلاشی بن چکے ہیں، جو نعرہ انہوں نے بولا انہوں نے بھی لگایا کہ "انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ دین ہے اس لیے دین پر عمل کرنے سے انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا ہے۔

عصر حاضر میں بھی قرآن حکیم عوام الناس کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے جو محض اسلام ودشمنی میں ہدایت سے دور ہیں، ایک طرف تو یہی لوگ دنیاوی ومادی ترقی کے واسطے لیل ونہار تدبر وتعقل، غور وفکر کرتے ہیں جبکہ دوسری جانب اسلام کی حقانیت ثابت ہو جانے کے باوجود ہدایت کی راہ اختیار نہیں کرتے، اللہ کی کتاب انسان کو فکر دعوت دیتی ہے کہ

﴿أَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ﴾[3]

---

[1] ال عمران:3/19

[2] ال عمران:3/85

[3] الاعراف:7/185

"اور کیا انہوں نے نگاہ نہیں کی آسمانوں اور زمین کی عظیم الشان سلطنت میں اور کسی بھی ایسی چیز میں جو اللہ نے پیدا کی ہے"۔

اہل عرب نے آپ ﷺ کی دعوت کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں آسمان وزمین میں غور وفکر کی دعوت دی کہ کیا انہوں نے کبھی اس طویل وعرض کائنات کے منظم ہونے کی طرف دھیان نہیں دیا کہ اتنی وسیع کائنات کو کوئی تو چلا رہا ہے۔

فی زمانہ سائنسی تفسیر کی اہمیت مزید بڑھ گئی ہے ایک طرف کچھ لوگ ایسے ہیں جو دنیا سے مذاہب کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور دوسری طرف بے شمار معصوم لوگ ہیں جو انکی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کی وجہ سے حیران وپریشان ہیں کہ خدایا حق کیا ہے؟ ان حالات میں ایمان رکھنے والوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور اپنے علم وحکمت اور مادی ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے دنیا کو کلام اللہ کے نور سے منور کر دیں تاکہ انسان جہنم سے بچ جائے۔

طبعی وتکوینی امور میں مخالفت اور موافقت کو بیان کرنا

اللہ رب العزت کی حدود کا نفاذ دراصل ان بیماریوں کا علاج ہے جو اسلامی معاشرے میں پیدا ہو رہی ہیں جو معاشرے کے امن وسکون کو لوگوں کی عفت وعزت کو اور مال ومتاع کو بستر مرگ پر ڈال دیتی ہیں۔ اگر ان بیماریوں کا بروقت علاج نہ ہو تو سارا معاشرہ فالج زدہ ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت جو انسانوں کا بے پناہ خیر خواہ ہے اور اپنے بندوں سے بے پناہ محبت کرتا ہے اس نے اپنے بندوں کو بچانے کے لیے حدود وتعزیرات کے ذریعے علاج اتارا ہے تاکہ بیماری جب شروع ہو تو اسی وقت اس مرض کا علاج شروع ہو اور بروقت اس کا علاج کر لیا جائے۔ پھر جس ڈاکٹر اور حکیم کی دوا میں شفا بھی لازمی ہو انسان اپنے جاننے والوں کو اس ڈاکٹر اور حکیم سے علاج کا مشورہ دیتے ہیں۔

ایک حکیم اور ڈاکٹر کی طرح ہمارے مفسرین نے بھی لوگوں کو اپنے رب کی طرف رجوع کا مشورہ دیا ہے کہ اللہ کے دین میں ہی تمہاری روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج ہے۔ بس تم اس دوا کو استعمال کرو جو تمہیں قرآن وسنت کی صورت میں دی گئی ہے۔ بدلے میں اللہ تعالیٰ ساری روحانی وجسمانی بیماریوں دور کر دے گا اور تمہاری زندگی کو پاکیزہ بنا دے گا۔

سائنسی شارحین قرآن نے اس بات کی طرف بھی لوگوں کو متوجہ کرتے ہوئے مخاطبین کی مخالفت کی رکاوٹ اور موافقت کے رویے کو بیان کر کے اچھے اور برے انجام سے بھی آگاہ کرنا چاہیے۔ شرعی امور کے برعکس

طبیعی و تکوینی امور میں مفسرین کرام کے درمیان کافی اختلاف پایا جاتا ہے۔ مقالہ نگار کی رائے یہ ہے کہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے ہر مکتبہ فکر سے نمائندہ علماء پر مشتمل ایک مجلس عمل بنائی جائے اور از سر نو تفسیری کام کا جدید انداز میں احیاء کریں۔

تدبر و تعقل کے اسلوب کو اختیار کرنا

سائنسی شارحین قرآن نے پوری ذمہ داری سے یہ بات بیان کی ہے کہ قرآن حکیم نے پوری دنیا کے انسانوں کو راہ راست پر لانے کا ایک طریقہ یہ بھی اختیار کیا ہے کہ وہ بار بار کائنات میں غور و فکر و، تدبر و تعقل اور مشاہدہ کا حکم دیتا ہے، تاکہ اس کے وجود، اس کی توحید اور اس کی قدرت کاملہ کے شواہد اور دلائل میسر آئیں اس کے بغیر حیوان ناطق (انسان) کی سوچ کے دروازے نہیں کھلتے ہیں کیونکہ کائنات میں پائے جانے والے حکمت کے خزانے صرف انہی لوگوں پر کھلتے ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اللہ کا کلام بار بار اس دین کی طرف بلاتا ہے جس کو نام اس نے خود ﴿ إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾[1] بیان کیا ہے، اس دین ﴿ وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ [2] کے سوا کوئی دوسرا دین قبول نہیں ہو گا۔

[1] العمران:3/19

[2] العمران:3/85

خلاصہ باب

یہ مقالہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔اس علمی تحقیقی کام پایہ تکمیل تک پہنچے پر مقالہ نگار نے مندرجہ ذیل نتائج تک رسائی حاصل کی ہے

1. پہلے باب میں قرآن کا ایک دلکش، جاذب نظر، سائنسی اسلوب دعوت کی مختلف تعریفات اور شواہد وبراہین سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ قرآن ہی منبع رشد وہدایت ہے، اس کی توضیح وتشریح میں مختلف علوم وفنون میں مہارت مسلمہ امر ہے تاہم سائنسی علوم کی روشنی میں، قرآن فہمی کے لیے سائنسی تفسیر اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

2. باب دوم کی تحقیق سے یہ اخذ ہوا ہے کہ اسلام اور سائنس کے باہمی تعلق کے بارے تین آراء ہیں۔کچھ علماء اس کی تائید وتوثیق کرتے ہیں جیسے ابو لفضل المرسیؒ،عبد الرحمن الکواکبی، محمد مصطفی المراغی، محمد رشید، حسن البناء، وغیرہ۔ان علماء کا نقطہ نظر یہ ہے کہ خود قرآن مجید جیسے سورہ ص:29،سورہ محمد:24 اور النحل:44 میں غور وفکر کی دعوت پیش کرتا ہے۔ اسی طرح وہ تمام آیات کریمہ ہیں جن میں ہر چیز کی تفصیل نبی رحمت ﷺ صحابہ کو قرآن مجید میں غور وفکر کی ترغیب دلاتے تھے اور صحابہ وتابعین اس پر عمل کرتے تھے، جیسا کہ عبد اللہ بن عمرؓ مسلسل آٹھ برس تک سورہ بقرہ میں غور وفکر کرتے رہے اور تابعین میں سے امام مجاہد عقل واجتہاد کا دروازہ کھولا تھا۔

3. بعض مفسرین قرآن ہر طرح کے سائنسی حقائق کی قرآن سے مطابقت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اس کی وجہ علمی اور سائنسی حقائق سے بے جا مرعوبیت ہے،ان مفسرین میں جوہری طنطاوی، محترمہ رفعت اعجاز ہیں۔

4. بعض مسلم مفکرین قرآن اور سائنس میں قطعامغائرت کے قائل ہیں جیسے ابو حیان اندلسی، ابو اسحق امام شاطبیؒ، محمود شلتوت، امین خولی ،ڈاکٹر صبحی صالح، ، محمد حسین الذہبی وغیرہ اور ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کام لینے سے منع فرمایا اور اپنی رائے سے تفسیر کرنے والوں کو جہنمی قرار دیا ہے۔

5. درمیانی رائے کے مطابق سائنسی تفسیر قرآن وسنت اور سلف صالحین کے مروجہ اصولوں کی روشنی میں اپنایا جائے تو اس سے نہ صرف عمومی فوائد کا حصول ہو گا بلکہ اخروی اجر وثواب کے ساتھ ساتھ قرآنی حقائق کی صداقتوں پر یقین و پختگی بھی پیدا ہو گی۔ ان میں طاہر ابن عاشور اور غلام رسول سعیدی وغیرہ ہیں۔

6. سائنسی مفسرین قرآن کے تکلفات اور اثرات کے بارے میں تیسرے باب میں یہ وضاحت ہو چکی ہے کہ جدید سائنسی علوم کے مطالعہ سے نہ صرف قرآن کے انکشافات کی حقیقی تصویر کشی ہوتی ہے بلکہ متعدد شکوک وشبہات اور غلط فہمیوں کا ازلہ ہوتا ہے جو ملحدین ومعاصر مفکرین کی طرف سے پیدا کی گئی ہیں، جیسے خدا کا وجود، ملائکہ وغیرہ، اس کے ساتھ ساتھ غیر مستند روایات کی بھی تردید ہوتی ہے جو قرآنی فکر وروح کے ہم آہنگ نہیں اور جدید تحقیقات اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ مثلاً قدیم ماہرین فلکیات کے کا نظریہ تھا کہ آسمان نو ہیں جو بعد میں غلط ثابت ہوا۔

7. اسلام کے بنیادی علوم سے ناواقفیت کے ساتھ عصری علوم کے ماہرین عمومی طور پر ہر چیز کو سائنسی نقطہ سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے دین میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جاتے ہیں اس لیے اگر سائنسی تفسیر کے ذریعے انہیں دعوت دی جائے تو دعوت کی قبولیت کے لیے سہولت پیدا ہو جاتی ہے اور ان کو بات آسانی سے سمجھ آسکتی ہے۔

8. مذکورہ شکوک شبہات سے بچاؤ اس طرح ممکن ہے کہ سائنسی تفسیر پر کام کرنے والے حضرات قرآن فہمی ،علوم تفسیر، علوم شرعیہ اور معاصر علوم سے گہری واقفیت کے ساتھ ساتھ صالحیت کے وصف سے بھی متصف ہوں۔

9. مذکورہ اختلاف کی وجہ خیر القرون کے جزوی تفردات شاذ تفسیری اقوال ہیں جن کو بنیاد بنا کر سائنسی تفسیر پیش کی گئی ہے اگر وہ قیود کے ساتھ نہ ہو تو اس سے معارض آیات کی معنوی تحریف لازم آتی ہے۔ دوسری وجہ سائنسی علم کے قطعی نہ ہونے اور ارتقائی عمل وامکانی حدود ہیں اور اس پر بار بار تجربات ہوتے ہیں جبکہ قرآنی اصول وحقائق یقینی وقطعی اور اٹل ہیں۔ تیسری وجہ سائنسی مطابقت پر زور دینے سے قرآن کے حقائق کی حیثیت تابع اور سائنس کی متبوع بنتی ہے جو کہ شرعا مانع ہے۔

10. چوتھے باب کی تحقیق سے یہ اخذ ہوا ہے کہ عصر حاضر کے رجحانات کے پیش نظر سائنس اور سائنسی ایجادات وتجربات کی طرف جو میلان بڑھ رہا ہے اس سے سائنسدانوں اور محققین کی آراء، تک رسائی ہو جاتی جس کی وجہ سے جدت پسند اذہان پر ذیل اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

أ- لوگوں میں بڑھتے ہوئے سائنسی رجحانات کے پیش نظر مفسرین قرآن نے دعوت کے اس اسلوب کو سائنسی انداز میں بیان کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن سائنس کی کتاب تو نہیں لیکن یہ سائنسی علوم کی بنیاد ضرور ہے۔

11. یہ کائنات اور اس کی تمام موجودات اللہ تعالی نے انسان کی منفعت کے لیے پیدا کی ہیں اور ان میں غور وفکر کی دعوت دی ہے اسی لیے ہر زمانے کے علماء وباحثین قرآن مجید کی سائنسی تعبیرات کرتے رہے ہیں جبکہ عصر حاضر میں نت نئی سائنسی ایجادات نے جہاں بے شمار مادی فوائد انسان کو مہیا کیے ہیں وہیں کم علم حضرات کے قلوب واذہان میں مابعد الطبعیاتی زندگی اور احوال سے متعلق شبہات پیدا کر کے الحاد وگمراہی کا راستہ کھول دیا ہے جس کو دور کرنے کا بہترین ذریعہ قرآن مجید کی سائنسی تفسیر ہے۔

12. سائنسی تفسیر سے قرآن فہمی میں مدد ملی ہے۔ ایمان ویقین میں پختگی پیدا ہوئی ہے۔ متجددین طبقہ کے شکوک وشبہات دور ہوئے ہیں۔ سائنسی تفسیر سے یہ بات بھی سمجھ آئی ہے کہ کائنات کا کوئی بھی علم چاہے وہ سائنس کا ہو یا دین کا، مادی ہو یا غیر مادی ہو، وہ قرآن مجید سے اخذ شدہ ہے۔ قرآن کی سائنسی تفسیر سے دین کی دعوت

بیان کرنا سہل اور اس کے بیان کردہ اُصول واکتشافات برحق ہونے کی حقانیت سے دعوت دین کو پذیرائی ملی ہے۔

13. قرآن فہمی میں اگرچہ سائنسی علوم واکتشاف کا اہم کردار ہے تاہم خود سائنسی علوم کا فہم قرآن حکیم کی طرف رجوع کے بغیر ممکن نہیں مقالہ ہذا میں پیش کردہ مواد سے اس کا بخوبی وضاحت ہوتی ہے عصر حاضر میں سائنسی علوم حقائق تک رسائی کے لیے مجبور ہیں کہ وہ اس کتاب لاریب کی طرف رجوع کریں جس سے متعلق قرآن کا دعویٰ ہے" لا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ"۔

14. پانچویں باب کی تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مقالہ زیر بحث میں ذکر کردہ قرآن کے سائنسی اکتشافات کو بیان کر کے قاری کو پرزور انداز میں دعوت دی ہے کہ عظیم کتاب کا حق بنتا ہے ،اس کی دعوت کو قبول کیا جائے اور اس کے دیئے ہوئے سائنسی دعوتی اصول واسالیب کو اختیار کر کے دین کی دعوت کو زیادہ موثر بنایا جاسکتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی سیدنا وحبیبنا وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

نتائج البحث

الحمد لله الذی بعزته وجلاله ونعمته تتم الصالحات فله الشکر اولا وآخرا، وبعد

1۔اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی ہے کہ قرآن مجید کے سائنسی اکتشافات کی دعوتی معنویت کے حوالے سے سلف میں سے کئی علماء ومفکرین نے آیات کونیہ پر علمی و تحقیقی کام کیے۔ جیسے دسویں صدی تک کے سائنسی رجحان کے علماء میں، ابو حامد امام غزالی، امام فخر الدین الرازی اور طاہر ابن عاشورؒ ہیں۔ تیرہویں صدی ہجری میں محمد بن احمد الاسکندرانی کا نام قابل ذکر ہے۔

2۔اسی طرح معاصر سائنسی رجحان کے حامل مفسرین میں سے سلطان بشیر محمود، زغلول النجار، ڈاکٹر محمد جمیل عبد الستار، اور انجینئر شفیع حیدر دانش صدیقی قابل ذکر ہیں۔

3۔ تحقیق ہذا کے مطالعہ سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ ان مفسرین قرآن نے خلق میں تدبر ومشاہدہ کو دلائل توحید اور اللہ تعالیٰ پر ایمان میں پختگی کو بہت بڑا ذریعہ قرار دیا ہے۔

4۔ قرآن مجید میں ایک کثیر تعداد میں ان حقائق واکتشافات کا ذکر آیا ہے جن کا تعلق طبعیات، فلکیات، علم الحیات، طب، انسان جسم کی تکوین وترکیب سے ہے۔ دعوت دین بذریعہ قرآنی سائنسی اکتشافات کے حوالے سے جو نمایاں سورتیں ہیں، وہ مندرجہ ذیل ہیں مثلا: سورہ الذاریات، الانبیاء، النساء، التکویر، یس، رحمٰن، المومنون، فرقان وغیرھن

5۔اس مطالعہ سے یہ بھی واضح ہوا ہے کہ مفسرین نے تفسیر میں سائنسی رجحان کے قبولیت کے کچھ اُصول وضوابط بیان کیے مثلا: انکشافات قرآنی نظم قرآنیہ اور لغت عرب کے اسلوب کے مطابق ہونے کے ساتھ ساتھ سلف کی تعبیرات قرآنیہ ومقاصد شریعت کے مخالف بھی نہ ہوں۔

6۔اس مقالہ سے قرآن کریم میں سائنسی اکتشافات کی مختلف جہات واضح ہوئیں ہیں مثلا: انسانی زندگی کے کیمیائی اور حیاتیاتی تخلیقی مراحل جیسے قرآن مجید نے بیان کیے کہ انسان کی ابتداءً مٹی کے مختلف مراحل سے ہوئی، انسانی نطفہ اور اس کے بعد کے تمام مراحل سے گزرتے ہوئے خلق ہوتی ہے اس حقیقت کو عصر حاضر کے سائنس دانوں نے ثابت کیا کہ قرآن کا فرمایا ہوا برحق تسلیم کیا ہے، خلیوں، کروموسومز اور جین پر کی گئی تحقیق نے قرآن مجید کی صداقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔

7۔ان آیات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوا ہے کہ یہ تصور درست نہیں کہ کائنات از خود وجود میں آئی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وجود بخشا ہے اور عصر حاضر میں بگ بینگ کے نظریے نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ کائنات ایک گول جمع شدہ مادہ تھا جس کو ایک دھماکے کے ذریعے پھیلایا گیا اور جس سے اس کائنات کا سارا نظام وجود میں آیا۔

8۔ عصر جدید میں سائنسی تجربات نے قرآن کریم میں مذکورہ انکشافات کی تصدیق کی ہے جیسے تبدیلی جلود، پانی کا آسمان سے نازل ہونا۔

9۔اس تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوئی ہے کہ جدید سائنسی معرفت رکھنے والی شخصیات میں سے بعض قرآن کے سائنسی انکشافات کی حقانیت سے متاثر ہوتے ہوئے اسلام قبول کرلیتے ہیں۔ جیسے پروفیسر تیجات تیجاسین،ڈاکٹر کیتھ ایل مور،ڈاکٹر جیرالڈ سی وغیرہ۔

10۔دور حاضر کی ایجادات اور دریافتوں کی بدولت جدید منطقی ذہن سائنسی تحقیقات کا گہرا اثر لیتے ہیں اس لیے جب وہ کسی سائنس دان کے اعترافی بیانات قرآنی حقائق سے متعلق سنتے ہیں تو وہ اس کے درست ہونے کا اعتراف کرلیتے ہیں ۔ جیسے پروفیسر جولی سمپسن، پروفیسر دساوید، پروفیسر الفریڈ کرونر۔

وصلی اللہ تعالیٰ وسلم علی سیدنا وحبیبنا وعلی آلہ وصحبہ اجمعین ۔

سفارشات:

مذکورہ متواضع علمی کاوش پر تحقیقی مقالہ لکھنے کے بعد یہ بات واضح ہوئی ہے کہ سائنسی تفسیر پر مزید علمی کام اور تحقیق کی ضرورت ہے۔ جو کہ درج ذیل سفارشات کی صورت میں پیش خدمت ہیں:

محققین کے لئے سفارشات:

- محاصر سائنسی اکتشافات کے حوالے سے تکلفات پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے نص قرآن میں شکوک وشبہات کی راہ ہموار ہوئی۔ محققین کو چاہیے کہ ان خرابیوں اور شکوک وشبہات کے اسباب وعلل پر تحقیق کریں۔ اس طرح کی تفاسیر کا مکمل ناقدانہ جائزہ لیا جائے مثلاً عنایت اللہ مشرقی کی تفسیر کا ناقدانہ جائزہ لے کر اس میں شکوک وشہبات کے اسباب وعلل پر تحقیق کرنے کی ضرورت ہے۔

- اس طرح سائنسی تفسیر کے قبولیت کے مسلمہ اصولوں کی بنیاد پر جدید سائنسی اکتشافات ہوئے ہیں جو سابقہ مفسرین نے اپنی تفاسیر وں میں زیر بحث نہیں لائے ہیں۔ اُن کے حوالے سے نیا کام کیا جائے جس سے قرآن کی عصری معنویت واضح ہو۔

- سائنسی تفسیری مواد اور اس حوالے سے سائنسی تحقیق زیادہ تر انگریزی اور عربی زبان میں لکھی گئی ہیں مثلا الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم از علامہ طنطاوی وغیرہ جبکہ اردو زبان میں اس کا مواد ناکافی ہے جس کی وجہ سے عام عوام مستفید نہیں ہو سکتی، اس لیے اگر اس مواد کو اردو میں منتقل کر دیا جائے تو اردو زبان میں تحقیق کے نئے دروازے کھولے جاسکتے ہیں۔

فہارس

فہرست آیات

فہرست احادیث

فہرست اصطلاحات

فہرست اماکن

فہرست آیات

نمبر شمارہ	آیت	سورہ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
1.	إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ	الانشقاق	1	215
2.	إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ ۔	الانفطار	1	215
3.	إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۔	التکویر	1	106
4.	ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ۔	ص	38	160
5.	أَفَلَمْ يَنْظُرُوا إِلَى السَّمَاءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنَاهَا وَزَيَّنَّاهَا ---	ق	6	265
6.	اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ () خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ	العلق	1،2	19،182، 135
7.	أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِي حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ أَنْ آتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ --	البقرۃ	258	193
8.	أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يُزْجِي سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا --	النور	43	88
9.	اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ----	لقمان	20	82
10.	أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا وَجَعَلَ الْقَمَرَ ---	نوح	16،15	214
11.	أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا۔	نوح	15	214
12.	أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلاَّ اللّٰهُ	الانحل	79	89
13.	أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَلْيَرْتَقُوا فِي ---	ص	10،11	219
14.	أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ	نمل	61	266
15.	إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ --	یونس	3	91
16.	إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ	البقرۃ	164	82،23
17.	اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَه۔	القیامہ	4	109
18.	إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَبْتَلِيهِ ۔	الانسان	2	134

19.	إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ أَمْشَاجٍ	الانسان	2	134، 142
20.	إِنَّا خَلَقْنَاهُم مِّن طِينٍ لَّازِبٍ	الصافات	11	134
21.	انْطَلِقُوا إِلَى ظِلٍّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ ۔ لَا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِي ---	المرسلات	30	218
22.	أَنِّي مَسَّنِيَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَعَذَابٍ	ص	41	160
23.	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي---	حم السجده	4،5	93
24.	اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ ---	الطلاق	12	108
25.	اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا	الرعد	2	85،86،9 1،248
26.	اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ----	الروم	48	91
27.	اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ	النساء	56	248
28.	اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ	النور	35	148
29.	أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِنْ نَخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ ---	اسراء	91	167،17 1
30.	أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ۔۔	البقرة	19	91
31.	أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا۔	انبیاء	30	85
32.	اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۔	الشعراء	7	32
33.	أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ --	یوسف	109	259
34.	اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَه ۔بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰي اَنْ نُّسَوِّيَ	القیامه	3،4	31
35.	ايُّها النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ --	یونس	57	151
36.	بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنَّى يَكُونُ لَهُ وَلَدٌ --	انعام	101	88
37.	تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا	الفرقان	61	93

38.	تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ	المعارج	4	97
39.	تَكَادُ السَّمَاوَاتُ يَتَفَطَّرْنَ۔	الشوری	5	207
40.	ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ	البقرہ	29	98
41.	ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ. . . --	فصلت	11،12	92،93
42.	ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ---	المومنون	14	12،139
43.	ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِن رُّوحِهِ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ	السجدہ	9	140
44.	حَدَائِقَ وَ أَعْنَابًا	الانبیاء	32	171
45.	الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا ۔	فاطر	1	209
46.	خَلَقَ الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ	الرحمٰن	14	118،12 2
47.	خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ --	الزمر	6	129
48.	الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ --	الملک	3،4	84،256
49.	الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ۔فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ	الانفطار	7	61
50.	الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ --	انعام	82	151
51.	سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ --	فصلت	53	156
52.	الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۔	الرحمان	5	86
53.	فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُواْ لَهُ سَاجِدِينَ۔	الحجر	29	115،12 3
54.	فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ ---	البقرة	24	193
55.	فَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَسْقَيْنَٰكُمُوْهُ ۔	الحجر	22	36
56.	فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى	طہ	44	247
57.	فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ۔۔	الحج	15	92
58.	فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ () خُلِقَ مِنْ مَاءٍ دَافِقٍ --	الطارق	6،7	132،

187				
19	104	انعام	فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا --	.59
157	31	اعراف	كُلُواْ وَاشْرَبُواْ وَلاَ تُسْرِفُواْ إِنَّهُ لاَ يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ--	.60
14	63	النور	لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا	.61
14	14	الفرقان	لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَاحِدًا وَادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا-	.62
143	13	نوح	لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ وَقَارًا () وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا	.63
131	49	الشوری	لِلَّهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ --	.64
130	28	لقمان	مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَاحِدَةٍ-	.65
214	261	البقرة	مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ --	.66
37،218	20،19	الرحمان	مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ـ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ-	.67
213	223	البقرة	نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَكُمْ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ	.68
118،11 ،9،124	67	غافر	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ---	.69
،118 120،14 5	2	الانعام	هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن طِينٍ-	.70
173	61	البقرة	وَإِذْ قُلْتُمْ يٰمُوسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰي طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا --	.71
207	9	المرسلات	وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ-	.72
207	11	التکویر	وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ	.73
207	2	انفطار	وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انتَثَرَتْ	.74
	68	انعام	وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ --	.75
61،149	80	الشعراء	وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ـ	.76

.77	وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ	النمل	82	199،238
.78	وَأَرْسَلْنَا الرِّيَاحَ لَوَاقِحَ فَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً	الحجر	22	91
.79	وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ ۔	الحجر	22	33
.80	وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِم مِّدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِن تَحْتِهِمْ	انعام	6	92
.81	وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ	التين	1	159
.82	والَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا	الفرقان	67	210
.83	وَالسَّمَاء بَنَيْنٰهَا بِاَيْدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۔	الذريات	51	103
.84	وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ۔	يسٰ	38	86،272،282
.85	وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔	يٰس	39	272
.86	وَاللَّهُ خَلَقَ كُلَّ دَابَّةٍ مِنْ مَاءٍ	النور	45	320
.87	وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا	فاطر	11	124،138
.88	وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ رُفِعَتْ۔	الغاشيہ	18	99
.89	وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى	محمد	15	163
.90	وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا ---	النحل	68،69	162
.91	وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۔	الحج	5	34
.92	وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ	نمل	88	284
.93	وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُّنِيرًا۔	الفرقان	61	93
.94	وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا --	الاسراء	12	41
.95	وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ	الانبياء	30	36
.96	وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ --	ابراهيم	33	87
.97	وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔	البقره	31	28

.98	وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًا	اسراء	12	182
.99	وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ۔	یسٓ	40	272
.100	وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا	الکهف	25	43
.101	وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ۔	الواقعہ	56	157
.102	وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ---	المومنون	12،13	127،139
.103	وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِقَ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ۔	المومنون	17	98
.104	وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ --	الاعراف	11	115
.105	وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ	القمر	17	242
.106	وَلَوْ تَرَى إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ قَرِيبٍ --	الانبیاء	51،52	202
.107	وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ۔	الشوری	30	150
.108	وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ	الطلاق	12	104
.109	وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ --	انعام	99	167
.110	وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔	الذاریات	49	32
.111	وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔	النحل	89	149
.112	وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا	الفرقان	54	118
.113	وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۔	الفرقان	53	37
.114	وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۔	الحاقہ	17	204
.115	وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا	الدھر	17	177،179
.116	وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَكَانٍ بَعِيدٍ۔	الانبیاء	53	202
.117	وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ وَيُذْهِبَ ---	انفال	11	152

94	33	الرحمن	يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَن تَنفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ --	118.
116	5	الحج	يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقْنَاكُمْ --	119.
115،143	6	الزمر	يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ --	120.
94،97	5	السجدہ	يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ ---	121.
92	25	ھود	يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُم مِّدْرَارًا.-	122.
132	50	الشوری	يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّه---	123.
249	54	الاعراف	يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا-	124.
159	35	النور	يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ-	125.

نمبر شمار	فہرست احادیث متن حدیث رسول ﷺ	کتاب	
1.	إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ يُكَوِّرَانِ فِيْ النَّارِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَقَالَ الْحَسَنُ مَا ذَنْبُهُمَا ---	الإبانة الكبرى	107
2.	إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ غَلِيظٌ أَبْيَضُ وَمَاءَ الْمَرْأَةِ رَقِيقٌ أَصْفَرُ فَمِنْ أَيِّهِمَا عَلاَ أَوْ سَبَقَ يَكُونُ مِنْهُ الشَّبَهُ ---	السنن البيهقي	141
3.	الْعَجْوَةُ مِنَ الجَنَّةِ وَفِيهَا شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ ، وَالْكَمْأَةُ مِنَ المنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ ---	سنن ترمذی	170
4.	الْحُمَّى مِنْ فَوْحِ جَهَنَّمَ فَابْرُدُوهَا بِالْمَاءِ	صحیح بخاری	162
5.	الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ أَوْ كَيَّةٍ بِنَارٍ وَأَنَا أَنْهَى أُمَّتِي ---	صحیح بخاری	173
6.	إِنَّ مِنْ الشَّجَرِ شَجَرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مَثَلُ الْمُسْلِمِ فَحَدِّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ ---	صحیح بخاری	175
7.	إِنَّ الشَّيْطَانَ يَأْتِي أَحَدَكُمْ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ فَيَقُول اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ الأَرْضَ فَيَقُول اللَّهُ	صحیح مسلم	93
8.	إِنَّ فِي عَجْوَةِ الْعَالِيَةِ شِفَاءً أَوْ إِنَّهَا تِرْيَاقٌ أَوَّلَ الْبُكْرَةِ	صحیح مسلم	177
9.	أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ	صحیح مسلم	
10.	إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ ». فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ ----	صحیح مسلم	208
11.	اكل التمر امان من القولنج	کشف الخفاء	185
12.	إِنَّ أَوَّلَ الآيَاتِ خُرُوجًا طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ---	مستدرک علی الصحین	208
13.	اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظَلَّتْ وَرَبَّ الأَرَضِينَ وما أَقَلَّتْ ---	سنن ابن ماجه	111
14.	أنى تعجزني ، ابن آدم ! وقد خلقتك من مثل هذه	سنن ابن ماجه	141
15.	إنكَ رَجُل مَفْؤُود ، ائتِ الْحَارِثَ بن كَلَدَةَ أَخَا ثَقِيفٍ ، فَإِنَّهُ رَجُل يَتَطَبَّبُ ، فَلْيَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَات مِن عَجوَةِ الْمَدِينَةِ ، فَلْيَجَأْهُن بِنَوَاهُنَّ ، ثُمَّ لِيَلُدكَ بِهِن	سنن ابی داؤد	177
16.	أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ عَنِ الْبَصَلِ فَقَالَتْ إِنَّ آخِرَ طَعَامٍ أَكَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ طَعَامٌ فِيهِ بَصَلٌ.	سنن ابی داؤد	182

17. مَنْ لَعِقَ الْعَسَلَ ثَلاَثَ غَدَوَاتٍ كُلَّ شَهْرٍ لَمْ يُصِبْهُ عَظِيمٌ مِنَ الْبَلاَءِ۔	سنن ابی داوٗد	174
18. كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ.	سنن ترمذی	168
19. مَنْ أَخَذَ شِبْرًا مِنَ الأَرْضِ بِغَيْرِ حَقِّهِ طُوِّقَ مِنْ سَبْعِ أَرَضِينَ	سنن ترمذی	99
20. من أكل من هذه قال أول مرة الثوم ثم قال الثوم والبصل والكراث فلا يقربنا ---	سنن ترمذی	183
21. بَعْدَ مَا دَخَلَ بَيْتَهُ وَاشْتَدَّ وَجَعُهُ :« أَهْرِيقُوا عَلَىَّ مِنْ سَبْعِ قِرَبٍ لَمْ تُحْلَلْ أَوْكِيَتُهُنَّ---	صحیح بخاری	162
22. فَقَالَ أَخِي يَشْتَكِي بَطْنَهُ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَى الثَّانِيَةَ فَقَالَ اسْقِهِ عَسَلًا ثُمَّ أَتَاهُ ---	صحیح بخاری	172
23. فِي الثُّومِ فَقَالَ مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا	صحیح بخاری	183
24. يعجبه الحلواء والعسل۔	صحیح بخاری	174
25. نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَكْلِ الْبَصَلِ وَالْكُرَّاثِ. فَغَلَبَتْنَا الْحَاجَةُ فَأَكَلْنَا مِنْهَا ۔	صحیح مسلم	184
26. خَلَقَ اللهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَاسْتَرَاحَ فِي الْيَوْمِ السَّابِعِ ---	المجالسة وجواهر العلم	93
27. لَوْلاَ أَنَّ الْمَلَكَ يَنْزِلُ عَلَيَّ لأَكَلْتُهُ---	مجمع الزوائد	183
28. عليكم بالشفائين العسل و القرآن	المستدرک على الصحیحین	173
29. كلوا وأبى أن يأكل وقال إني لست كمثلكم۔	مسند امام احمد	185
30. مَنْ أَكَلَهُمَا فَلاَ يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا---	النسائی	184
31. مِنْ كُلٍّ يُخْلَقُ مِنْ نُطْفَةِ الرَّجُلِ وَمِنْ نُطْفَةِ ---	النسائی	134

نمبر شمار	فہرست اصطلاحات	صفحہ نمبر
1	آیات کونیہ	19
2	خلیے"(cells)۔	32
3	ایمبرلوجی	136
4	فیوژن (fusion)	203
5	تکلف	199
6	نیوکلوٹائیڈ	137
7	ڈی این اے	137
8	جنین	138
9	فقاریہ(Vertebrate)	140
10	فشارخون	153
11	نقرس(گٹھیا)	160
12	سداب	161
13	اکتشاف	17
14	انکشاف	17

فہرست اعلام

نام	اعلام	صفحہ نمبر	نام	اعلام	صفحہ نمبر
1	ابن منظور افریقی	85	2	الشیخ طنطاوی	36
3	احمد بن محمد بن خفاجیؒ	97	4	الیگزینڈر فرائیڈ مین	108
5	آرنو پینزیس	106	6	عبد الرحمن بن احمد	36
7	گیلیو	40	8	نکولاس کاپرنیکس	40
9	ڈاکٹر موریس باکائیے	277	10	سید قطب شہید	50
10	مولانا شہاب الدین ندوی	49	11	ڈاکٹر کیتھ مور	265
12	ڈاکٹر ہلوک نورباقی	214	13	سید سلیمان ندوی	185
14	عبد اللہ ابن سینا	212	15	محمد بن احمد بن ابی بکر	101
16	جارج گیمو	280	17	رابرٹ وِلسن	106
18	رابرٹ براؤن	136	19	لوئس معلوف	126
20	چارلس ڈارون	144	21	محمد ابی بکر ابن القیم الجوزیہ	169
22	رابرٹ ڈاروَن	144	23	ڈاکٹر زغلول راغب محمد نجار	49
24	ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان	270	25	مولانا عبد الحمید سواتی	196
26	سلطان بشیر محمود	43	27	محمد بن لطفی الصباح	16
28	مصطفی صادق رافعی	18	29	سلطان بشیر محمود	35
30	حامد محمد الغزالی	53	31	حسین بن محمد اصفہانی	106
32	جیک وی کوسٹو	117	33	علامہ ابو المظفر السمعانی	126
34	محمد بن محمد الطاہر بن محمد بن محمد	259	35	سید مرتضیٰ حسین زبیدی بلگرام	107
36	عبد الرحمن بن ابی بکر سیوطی	35	37	محمد خلف اللہ	51
38	رابرٹ ڈارون	151	39	نظام الدین حسن بن محمد	200

مصادرومراجع

القرآن الكريم

عربی تفاسیر

1.ابن جوزی ، عبد الرحمٰن بن ابو الحسن زادالمسیر فی علم التفسیر (بیروت ،مطبوعه المکتب الاسلامی ، 1415 ھ

2.ابن کثیر ،تفسیر القرآن العظیم ، (قاہرہ، دار طیبه ،مصر 1999ء،)

3.أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم الثعلبي النيسابوري ،الكشف والبيان (بیروت ،دار إحياء التراث العربي - لبنان الطبعة : الأولى 1422 هـ - 2002 م)

4. الشیخ طنطاوی جوہری ، الجواہر فی تفسیر القرآن الکریم ،(مصر 1350ھ)

5.ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل الراغب اصفہانی ،،مفردات الفاظ القرآن، (المحقیق:صفوان عدنان داودی الناشر ،دارالقلم ، 2009ء)

6.أبو محمد الحسين بن مسعود البغوي ،معالم التنزيل،(دار طيبة للنشر والتوزيع، الطبعة : الرابعة ، 1417 هـ - 1997 م)

7.أبوالحسن علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، النكت والعيون (تفسير الماوردى) ،(بیروت ،دار الكتب العلمية ، لبنان)

8.ام ابوبکر محمد بن عبدالله المعروف ابن العربی ،احکام القرآن،(مطبوعه بیروت لبنا ن ،)

9.امام ابن ابی حاتم ، تفسیر امام ابن ابی حاتم،ح18919،(مکه مکرمه ،مکتبه مصطفیٰ،1417ء) سوره الطلاق،

10. امام ابو عبدالله بن مسلم ،تفسیر غریب القرآن وغائب الفرقان ، (بیروت،دارمکتبه العلمیه ،1416ھ))

11. الامام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي ،الجامع الصغير الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير ،(بیروت، دار الفكر للطباعة ،849 - 911 هـ)

12. الأندلسی ،العلامة أبو حیان ، البحر المحیط .(بیروت، دار النشر / دار الفكر،سن نادر)

13. الأندلسي ,أبو حيان محمد بن يوسف بن علي الغرناطي ، تفسير البحر المحيط, (، بيروت، 745ھ)، ،دار الفكر ،1983ء،طبع دوم،2004)

14. آلوسی ،شہاب الدین سید محمود ، روح المعانی ،(دارالفکر، بیروت، 1417ھ)

15. القاسمی ،جمال الدین ،محاسن التاویل (القاہر ہ ، عیسی الحلبی،1970ء)

16. الشیر ازی ،ابو محمد روز بہان بن ابی النصر البقلی (المتوفی ٦٠٦ ھ)،عرائس البیان ‘مطبوعہ المطبع العالی المنشی نوالکشور)
17. الطاہر ابن عاشور ،التحریر والتنویر،الدار (التونسیہ ،للنشر 1984ء،)
18. اندلسی ،علامہ ابو حیان محمد بن یوسف، البحر المحیط ، (دارالفکر، بیروت، 1412 ھ)
19. الرومي ،فهد بن عبد الرحمن بن سليمان ،اتجاهات التفسير في القرن الرابع عشر(المملكة ،العربية السعودية ، البحوث العلمية والافتاء والدعوة والارشاد في المملكة ،1406 الطبعة: الأولى 1407هـ- 1986ء،) 557/2-558
20. النسفی ،ابو البرکات عبدللہ بن احمد ،تفسیر مدارک التنزیل وحقائق التاویل،(لاہور ،فرید بک سٹال 38،اردو بازار)،
21. بیضاوی، امام عبد اللہ بن عمر ،انوار التنزیل ، (مصر،مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع)
22. ڈاکٹر ،احمد عمر ابوحجر ،التفسیرالعلمی للقرآن ، (بیروت،دارقطبیہ، 1991ء)
23. زمخشری ،محمد بن عمر ،اساس البلاغہ ، (بیروت ، دار المعرفہ ، 1979ء)
24. زمخشری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله ،الكشاف عن حقائق ، عوامض التنزيل وعيون الاقاويل فی وجوہ التاويل ،،(بيروت دار إحياء التراث العربي سن نادر)
25. سید قطب شہید ، تفسیر فی ظلال القرآن، (لاہور،ادراہ منشورات اسلامی ،1987ء
26. شیخ طنطاوی جوہری ،القرآن والعلوم العصریہ ،(مصر،مطبع نادر، 1377ھ)
27. طبری ،امام جریر ،جامع البیان (بیروت ،مطبوعہ دارالمعرفتہ ‘١٤٠٩ ھ)
28. عبداللہ ،محمد بن احمد قرطبی ،الجامع الاحکام القران،(بیروت ،دار الاحیاء ،التراث العربی،)
29. قرطبي ،حمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين (المتوفى : 671 هـ)الجامع لأحكام القرآن،(الرياض، دار عالم الكتب، المملكة العربية السعودية،الطبعة : 1423 هـ/ 2003 م)
30. محمود بن عبد اللہ آلوسی ،روح المعانی عن تفسیر القرآن (،بیروت ،دارالکتب العلمیہ ،)
31. ملااحمد جیون ،تفسیر ات احمدیہ ،(لاہور، ضیا ء القرآن پبلی کیشنز ،2006ء)
32. نیشاپوری ،نظام الدین القمی ،غرائب القرآن ورغائب الفرقاب،(بیروت،دار الکتب العلمیہ 1416ء

اردو تفاسیر

1. آبادی، مولانا عبد الماجد دریا، تفسیر ماجدی، (لاہور، پاک کمپنی، س ن)
2. اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، (لاہور، فاران فاونڈیشن, 2000)
3. امر تسری، مولانا ثناء اللہ، تفسیر ثنائی (لاہور، مکتبہ دار السلام، 2003)

4. الغزالی،حامد محمد،جواھر القرآن، (مصر مکتبۃ الجندي،ء2002)

5. بھٹوی،حافظ عبد السلام، تفسیر القرآن الکریم،(لاہور،دار السلام،(سن نادر)

6. پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری(لاہور،ضیاء القرآن پبلیکیشنز،دسمبر2002ء)

7. تھانوی،اشرف علی،بیان القرآن،(لاہور،،تاج کمپنی،1952)

8. ڈاکٹر اسرار احمد،بیان القرآن،(لاہور،انجمن خدام القرآن،2015ء)

9. رفعت اعجاز، تفسیر مفہوم القرآن،(لاہور،بیت القرآن پوسٹ بکس نمبر150،جی پی اولاہور،اکتوبر2006ء،)

10. سر سید احمد خان، تفسیر القرآن(لاہور،دوست ایسوسی ایٹس،ناشران وتاجران کتب الکریم مارکیٹ اردو بازار)

11. سواتی، صوفی عبد الحمید معالم العرفان فی دروس القرآن(گوجرانوالہ،مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج،،2008ء)

12. شیرازی،ناصر مکارم، تفسیر نمونہ،ترجمہ مولانا سید صفدر حسین نجفی،(لاہور،مصباح القرآن،س ن)

13. قادری،مولانا محمد جلال الدین،احکام القرآن،(لاہور،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،2007ء)

14. کیلانی،عبد الرحمن، تفسیر تیسر االقرآن(لاہور،مکتبہ السلام وسن پورہ،1432ھ) ،

15. محمد اکرم اعوان،اسرار التنزیل(چکوال،ادارہ نقشبندیہ اویسیہ دارالعرفان منارہ،،2005ء)

16. مفتی محمد شفیع،معارف القرآن(کراچی،ادارہ معارف دارالعلوم،کراچی نمبر14،1986ء)

17. مودی,مولانا ابو اعلی، تفہیم القرآن،(لاہور،ادارہ ترجمان القرآن،دسمبر2002ء

18. مولانا غلام رسول سعیدی،تبیان القرآن (لاہور،فرید بک سٹال اردو بازار)

19. مولانا محمد تقی عثمانی،علوم القرآن(کراچی،مکتبہ دارالعلوم،1415)

لغات

1. أَبي الحسين أحمد بن فارِس بن زكَرِيّا, مقاييس اللغة(,اتحاد الكتاب العرب,الطبعة: 1423 ه- = 2002)

2. اصفهانی، ابو القاسم الحسین بن محمد بن المفضل الراغب،، مفردات الفاظ القرآن، المحقیق: صفوان عدنان داودی الناشر، دار القلم.

3. الباقی، محمد فواد، المعجم المفهرس لایفاظ القرآن الکریم، (تہران, طبع انتشارات اسلامی، 2007ء)

4. دبن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني،، تاج العروس من جواھر القاموس،)

5. العسکری، الحسن بن عبد اللہ بن سہیل، الفروق اللغویة، (موسسہ النشر الاسلامی 1412ء)،

6. علامہ محمد بن مکرم ابن منظور افریقی، لسان العرب، (بیروت دار صادر، 1374ء،)

7. الفراهيدي، أبي عبد الرحمن الخليل بن أحمد، كتاب العين، (دار ومكتبة الهلال)

8. لویس معلوف، المنجد في اللغة والأعلام، (بیروت: دار المشرق، ط33، 1992م).

9. مجد الدین فیروز آبادی، القاموس المحیط، (بیروت، دار الفکر)

10. محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي، تاج العروس من جواهر القاموس۔

11. مفتی، محمد نعیم، **لغات القران**، (کراچی، مکتبہ النور، 2007ء)

کتب احادیث

1. ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی البستی(270-354ھ / 884-965ء)۔الصحیح۔بیروت، لبنان: مؤسستہ الرسالہ،1414ھ / 1993ء۔

2. ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی(773-852ھ / 1372- 1449ء)۔الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ۔بیروت، لبنان: دار المعرفۃ۔

3. ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید قزوینی(207-275ھ / 824-887ء)۔السنن۔بیروت، لبنان: دار الفکر۔

4. ابن مندہ، ابو عبداللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ(310-395ھ / 922-1005ء)۔الایمان۔بیروت، لب نان: مؤسستہ الرسالہ،1406ھ۔

5. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی(202- 275ھ /817-889ء)۔السنن۔بیروت، لبنان: دار الفکر،1414ھ /1994ء

6. البخاري، أبي عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراھیم ابن المغیرۃ بن بردزبۃ الجعفي، الجامع المسند الصحیح المختصر من أمور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ وأیامہ،(دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع 1401 ھ - 1981 ء)

7. بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی بن عبد اللہ بن موسیٰ(384-458ھ /994- 1066ء)۔السنن الکبری۔مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز،1414ھ /1994ء۔

8. ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک(209-279ھ / 825-892ء)۔السنن۔بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

9. حاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد(321-405ھ /933-1014ء)۔المستدرک علی الصحیحین۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،1411ھ /1990ء۔

10. دیلمی، ابو شجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الدیلمی الھمذانی(445-509ھ / 1053-1115ء)۔الفردوس بماثور الخطاب۔بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ،1406ھ /1986ء۔

11. ربیع، ابنِ حبیب بن عمر ازدی بصری۔ الجامع الصحیح مسند الامام الربیع بن حبیب۔ بیروت، لبنان، دار الحکمۃ، 1415ھ۔

12. طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی (260-360ھ / 873-971ء)۔ مسند الشامیین۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1405ھ / 1985ء۔

13. عبد بن حمید، ابو محمد عبد بن حمید بن نصر 249ھ / 863ء)۔ المسند۔ قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنۃ، 1408ھ / 1988ء۔

14. محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي ، الجامع الصحيح المختصر ،(بيروت، دار ابن كثير ، اليمامة –الطبعة الثالثة، 1407 – 1987) ج5، ص2160۔

15. محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري، المستدرک علی الصحیحین،(بیروت، دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولی، 1411 - 1990

16. مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم بن قشیری نیشاپوری (206- 261ھ / 821-875ء)۔ الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔

17. منذری، ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ بن سلامہ بن سعد (581- 656ھ / 1185- 1258ء)۔ الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1417ھ۔)

18. نسائی، ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب بن علی، السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1416ھ / 1995ء + حلب، شام: مکتب المطبوعات الاسلامیہ، 1406ھ / 1986ء۔

عربی کتب

1. أبو بكر أحمد بن مروان بن محمد الدينوري القاضي المالكي، المجالسة وجواهر العلم (بيروت ،دار النشر / دار ابن حزم - لبنان/ - 1423هـ - 2002م)

2. أحمد بن علي بن المثنى أبو يعلى الموصلي التميمي ،مسند أبي يعلى الموصلي،ح455،(بيروت، دار المأمون للتراث دمشق ،س ن)

3. الحراني،تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم بن تيمية ا (المتوفى : 728هـ) مجموع الفتاوى ، الناشر : دار الوفاءالطبعة : الثالثة ، 1426 هـ / 2005 م،

4. الشیخ محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، داراحیاء الکتب العربیۃ، عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاؤہ، طبع سوم، سنۂ طبع غیر مذکور۔

5. العجلوني،إسماعيل بن محمد الجراحي , كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على ألسنة الناس(دار إحياء التراث العربي ، 1988 م)

6. اما م ابن تيميه ، اصول التفسير (لاہور ، مطبوعه مكتبه علميه1998,)

7. امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی،الفوزالکبیر ،(کراچی ،قدیمی کتب خانہ آرام باغ)

8. جلال الدین السیوطی ،الاتقان فی علوم القرآن ،تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم،منشورات رضی،بیدار عزیزی, طبع دوم،،1323)

9. جمال الدين أبو الحجاج يوسف بن عبد الرحمن المزي (المتوفى : 742هـ،)تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف(المكتب الإسلامي ، والدار القيّمة ، 1403هـ ، 1983م)

10. خطاب ،ڈاکٹر ،صلاح الدین ،الجانب العلمی فی القرآن الکریم ،(العلمیہ ،المطبوعہ ، القاہرہ) 1434ھ)

11. ذہبی,حسین ،التفسیر والمفسرن،(کراچی ،ادراہ القرآن والعلوم الاسلامیۃ ، پاکستان)

12. زرکشی، بدر الدین محمد بن عبداللہ ،البرہان فی علوم القرآن،(بیروت ،دارالفکر،س ن)

13. شاطبی، امام اسحاق, الموافقات فی اصول الاحکام ،(، بیروت،تعلیق:محمد حسنین مخلوف،دارالفکر للطباعۃ والنشر،س ن)

14. شمس الدین ابوعبداللہ محمد المعروف بابن قیم لاجوزیہ،کتاب الفواہد المشوّق الی علوم القرآن وعلم البیان ،(مصر،تحقیق :السید محمد بدرالدین النعسانی ،مطبعۃ السعادۃ ،1328ھ،طبع اول) ۔

15. صواف ،محمد محمود ،الدعوۃ والدعاء ، (المملكة ،وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد ،العربية السعودية، 1423ھ)

16. طبری، محمد بن جریر ، تاریخ الامم والملوک، اسلام بنی الحارث بن کعب ، واقعات 10ھ (بیروت ، لبنان س ن)

17. عبدالرحمن الکواکبی ، طبائع الاستبداد ومصارع استعباد،(بیروت لبنا ن ،ادار لنفائس ، 2006ء)

18. علامه ،احمد بن محمد بن خفاجی ،عنایة القاضی علی البیضاوی(دارالکتب العلیمه، بیروت، ١٤١٧ ھ)

19. علي بن حسام الدين المتقي الهندي, كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال(بيروت ،مؤسسة الرسالة - 1989 م) ـ(ابن السني أبو نعيم في الطب) عن عبدالله بن أبي أوفى،ضعيف،صحيح وضعيف الجامع للشيخ الألباني.

20. علي بن نايف الشحود ،المفصل فی الفقه الدعوة الی الله تعالی ،قاہره ،مصر،دار الکتاب العلميه،1428ھ)

21. لاہوری علامه امام الدین ،التصریح شرح التشریح (دیوبند،یاسر ندیم کمپنی،)

22. محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (، الطب النبوي(لبنان، دار الكتاب العربي، بيروت، الطبعة : الأولى، 1410هـ/1990م)

23. محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين ابن قيم الجوزية (المتوفى : 751هـ،زاد المعاد في هدي خير العباد,: مؤسسة الرسالة، بيروت، لبنان,الطبعة : الثالثة, 1406هـ/1986م)

24. نور الدين علي بن أبي بكر الهيثمي , مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، (بيروت، دار الفكر، - 1412 ھ)

علمی عربی کتب

25. **الإعجاز العلمي في السنة النبوية**، د. صالح أحمد رضا- نشر مكتبة العبيكان- الرياض-1423هـ.

26. **الإعجاز العلمي في القرآن والسنة**(تاريخه وضوابطه)، د. عبدالله بن عبدالعزيز المصلح-هيئة الإعجاز العلمي في القرآن والسنة- رابطة العالم الإسلامي- مكة المكرمة.

27. **الإعجاز القرآني** (وجوهه.. وأسراره)، د. عبدالغني محمد سعد بركة- مكتبة وهبة-القاهرة(1409هـ/1989م.

28. **الإيجاز في آيات الإعجاز**، الشيخ محمد أبو اليسر عابدين-ت محمد كريم راجح-دار البشائر-دمشق 1419هـ/1999م.

29. **البيان في إعجاز القرآن**، د. صلاح عبدالفتاح الخالدي-دار عمار. ط3،1413هـ/2000م.

30. **من آيات الإعجاز العلمي في القرآن الكريم**، د. زغلول النجار-مكتبة الشروق/1422هـ/2001م.

31. **من الإعجاز العلمي في القرآن الكريم**، ا.د. حسن أبو العينين- مكتبة العبيكان-الرياض- 1416هـ/1996م.

32. **من علم الطب القرآني (الثوابت العلمية في القرآن الكريم)**، د. عدنان الشريف - دار العلم للملايين - بيروت1997م.

33. **المنظار الهندسي للقرآن الكريم**، د. مهندس خالد فائق العبيدي-دار المسيرة عمان-1422هـ/2001م.

34. **مفهوم الإعجاز القرآني حتى القرن السادس الهجري**-د. أحمد جمال العمري - دار المعارف مصر 1984م.

35. **الإعجاز الإلهي في خلق الإنسان وتفنيد نظرية داروين**، د. محمد نبيل النشواني- دار القلم-دمشق1422هـ/2001م.

36. **إعجاز القرآن والبلاغة النبوية** -مصطفى صادق الرافعي- دار الفكر العربي.

37. **التبيان في علوم القرآن -** الشيخ محمد علي الصابوني - عالم الكتب - الطبعة الأولى- 1405هـ.

38. **الطبيعيات والإعجاز العلمي في القرآن الكريم -** د/ عبد العليم عبد الرحمن خضر - الدار السعودية للنشر والتوزيع - الطبعة الأولى- 1409هـ.

39. **الظواهر الجغرافية من العلم والقرآن -** د/ عبد العليم عبد الرحمن خضر - الدار السعودية للنشر والتوزيع - الطبعة الثالثة- 1407هـ.

40. **لمحات في علوم القرآن -** د/ محمد بن لطفي الصباغ - المكتب الإسلامي - الطبعة الثالثة- 1410هـ.

41. **مباحث في علوم القرآن -** الشيخ مناع القطان - مكتبة المعارف - الطبعة

42. **المعجزةالعلمية فى القرآن** ، عبد المجيد بن عزيز الزنداني (اسلام آباد ،بحوث مؤتمر الاعجاز العلمى،بين الاقوامى اسلامى يونيو ورسٹى ،2014ء)

43. **وفي أنفسكم أفلا تبصرون -** أنس عبد الحميد القوز - الطبعة الأولى 1409هـ.

اردو کتابیں

1. اردو دائرہ معارف اسلامیہ،(لاہور، دانش گاہ پنجاب، طبع دوم1986ء)

2. آسان ترجمہ قرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، ادارہ معارف القرآن(کراچی، دارالعلوم،201444ء۔)

3. اصلاحی، سلطان احمد، قرآن اور سائنس، ترجمہ پروفیسر محمد نجات اللہ صدیقی۔،(لاہور، اسلامک پبلیکشنز)

4. انوار بن اختر، قرآن کے سائنسی انکشافات،(کراچی، ادارہ اشاعت اسلام، اکتوبر2003ء،)

5. پروفیسر ڈاکٹر شہراز ایم اے بٹ، شہد سے اپنا علاج خود کیجئے،(لاہور، زاہد بشیر پریس،2012ء)

6. پروفیسر ڈاکٹر نجیب الحق، تشریح علم ابدان (پشاور، پرائم فاؤنڈیشن پاکستان،2018ء

7. پروفیسر محمود انور، جدید طبیعات کا تعارف،(لاہور، مجلس ترقی ادب 2 کلب روڈ،1965ء)

8. ترمذی، میجر السید بشیر حسین شاہ، قرآن اور تخلیقِ کائنات،(لاہور: آزاد انٹرپرائز ٹیمپل روڈ، سن نادر)

9. حفظ الرحمان سیوہاروی، قصص القرآن(لاہور، پوگریسو بکس،، س ن)

10. ڈاکٹر ،پروفیسر فضل کریم، قرآن اور جدید سائنس حیرت آفریں سائنسی اکتشافات ،(لاہور، فیروز سنز،1999ء طبع اولیٰ)

11. ڈاکٹر، حافظ حقانی میاں، قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن،(کراچی، دار الاشاعت،1999ء)

12. ڈاکٹر، محمد رفیع الدین "اسلام اور سائنس "ص 121، کراچی، قبال اکیڈمی،1968)

13. ڈاکٹر اسرار احمد، مطالعہ فطرت اور ایمان۔(کراچی، فضلی سنز،1985ء)

14. ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری ،انسانی جنین کا ارتقاء قرآن مجید ،احادیث نبوی اور جدید سائنسی کی روشنی میں ، 1421ھ)

15. ڈاکٹر خالد غزنوی، سانس کی بیماریاں اور علاج نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم،(لاہور، الفیصل ناشران،،2006)

16. ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس(لاہور، دارالسلام،2008ء)

17. ڈاکٹر عبد القادر، تاریخ سائنس،(لاہور، ادارہ تالیف وترجمہ پنجاب یونیورسٹی،1983ء)

18. ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی، مسلمانوں کے کارنامے، اسامہ پبلیکیشنز جی 3/2، اسلام آباد،1988ء)

19. ڈاکٹر ہلوک نور باقی، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق ،:ترجمہ سید محمد فیروز شاہ اسلامک بک فاؤنڈیشن ،دہلی 2000ء۔)

20. ڈاکٹر، حافظ حقانی میاں، قرآن سائنس اور تہذیب وتمدن،(کراچی، دار الاشاعت،1999ء)

21. ڈاکٹر غلام جیلانی برق، دو قرآن (امرت سر، مکتبہ اُمت مسلمہ، توحید باغ، س ن)

22. سعید اللہ قاضی، سائنس کی تعلیم قرآن و حدیث کی روشنی میں، (لاہور، مکتبہ تطہیر افکار، 1988ء)

23. سید قطب شہید، التصویر الفنی فی القرآن، اردو ترجمہ، غلام احمد حریری بعنوان قرآن کے فنی محاسن، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی،)

24. شاہد محمود ملک، انکشافات حق، (لاہور، انتخاب جدید پریس، رائل پارک، سن نادر)

25. شبیر احمد منصوری، امام فخر الدین الرازیؒ کے مابعد الطبیعی افکار کا تحقیقی مطالعہ، ادارہ علوم اسلامیہ جامعہ پنجاب لاہور، 2000ء۔

26. عدنان عرعور، دعوت دین کا طریقہ کار عصر حاضر کے تناظر میں، مترجم: ڈاکٹر عبد الرحمن یوسف مدنی، (لاہور، مکتبہ ابن تیمیہ، 2015ء)

27. فارانی، آئی اے ابراہیم، محسن، اسلام کی سچائی اور سائنس کے اعترافات، مکتبہ دارالسلام، (لاہور، لوئر مال، سکرٹریٹ، 2007ء)

28. کیرول اسٹوٹ، کلنٹ توِسٹ، کائنات ایک سو ایک حقائق پر مبنی سائنسی معلومات، مترجم، یاسر جواد، (نیو دہلی، فرید بک ڈپو (پرائیویٹ) لمیٹیڈ، 2005ء)

29. ملک بشیر احمد، پاکیزہ شہد، پاکیزہ زندگی، لاہور ہدی اکیڈمی سٹریٹ 43 گلزیب کالونی سمن آباد، 2007ء

30. مولانا شہاب الدین ندوی، اسلام اور عصر حاضر (لاہور، المکتبہ الاشرفیہ، جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ، 1988ء)

31. مولانا شہاب الدین ندوی، جدید علم کلام (کراچی، مجلس نشریات اسلام، ا-کے 3 ناظم آباد مینشن، ناظم آباد نمبر، 1994ء،)

32. مولنا سید سلیمان ندویؒ تاریخ ارض القرآن، (کراچی، دار الاشاعت، شاعت اول 1975ء)

33. ندوی، مولانا محمد شہاب الدین، قرآن سائنس اور مسلمان، (کراچی، مجلس نشریات اسلام، 1988ء)،

34. ندوی،سید سلیمان، مقالات، مرتب شاہ معین الدین ندوی،(اعظم گڑھ، مطبع معارف، 1971ء)

35. ندوی، مولانا محمد شہاب الدین، اسلام اور جدید سائنس،(لاہور، مکتبہ، تعمیر انسانیت، طبع 1993ء)

36. ہارون یحییٰ، قرآن رھنمائے سائنس، مترجم محمد یحییٰ،(لاہور، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، س ن)

37. ہاشمی، محمد طفیل، مسلمانوں کے سائنسی کارنامے(لاہور: مکتبہ الحسن، 1985ء)

38. وحید الدین خان، علم جدید کا چیلنج،(لکھنو، مجلس تحقیقات و نشریات، 1979ء،)

مقالاجات:

1. ڈاکٹر لطیف خان، "بر صغیر کے تفسیری ادب پر سائنسی علوم کے اثرات (منتخب تفسیری ادب کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)"(مقالہ برائے پی ایچ ڈی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، 2020ء)

2. قادری، مولانا اُسید الحق محمد عاصم، قرآنِ کریم کی سائنسی تفسیر ایک تنقیدی مُطالعہ،(بدایوں انڈیا، تاج الفحول اکیڈمی، مئی 2009ء.

3. محمد انصر جاوید، بر صغیر میں تفسیر بالماثور کی روایت (بیسویں صدی کا تجزیاتی مطالعہ) تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ ڈی علوم اسلامیہ، نگران مقالہ پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمود اختر، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ، 2020ء)

4. نور بانو، "منتخب معجزات قرآنی اور سائنسی حقائق کا تحقیقی جائزہ"(مقالہ برائے پی ایچ ڈی، جامعہ کراچی، 2011)

اردو ارٹیکل

1. صداقت حسین، ڈاکٹر امجد حیات، دعوت دین میں سائنسی تفسیر کی افادیت اور عصر حاضر میں اثرات (تجزیاتی مطالعہ)، مجلہ علوم اسلامیہ، جنوری-جون 2021ء ج28، شمارہ 1

2. پروفیسر عبد الرحیم قدوائی. تحقیقات اسلامی علی گڑھ،، ISBN:2321-8339، جلد 40:، شمارہ:2، جدید مستشرقین کے مطالعات تفسیر، جون 2021ء،)

3. صداقت حسین،، قرآن کریم کی سائنسی تفسیر اور عصر حاضر میں مفسرین کی ذمہ داریاں (، معارف اسلامی، جولائی-دسمبر 2022ء، ج 21، شمارہ 2

4. صداقت حسین،، قرآن کا سائنسی اسلوب دعوت اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت وضرورت، پاکستان جرنل آف اسلامک فلاسفی، جولائی-دسمبر 2021ء، ج3، شمارہ 2

5. صداقت حسین،، قرآن کریم کا منطقی و تکوینی اسلوب دعوت اور معاصر نظریات، پاکستان جرنل آف اسلامک فلاسفی، 2021ء جنوری-جون، جلد 3، شمارہ 1

6. تورات، استثناء 23۔2، انجیل یوحنا 15:12، ڈاکٹر محمد اکرام رانا، قاری محمد عمر، فکرو نظر (اسلام آباد، ج 37، شمارہ 3

7. ڈاکٹر خالد علوی، قرآن کا تصور انسان، فکرو نظر اسلام آباد جلد:22، شمارہ:3، ص 20۔

8. ڈاکٹر محمد خان ملک، کائنات کے Origion وقت اور جگہ کا قرآنی تصور، ائی ایس بی این، 2707-689X جلد 29، شمارہ 29، 2013،

9. ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں، فکرو نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این، 4055-0430، ج50 شمارہ 2 ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں، فکرو نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این، 4055-0430، ج50 شمارہ 2،

10. ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی، فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں، فکرو نظر اسلام آباد، آئی ایس بی این، 4055-0430، ج50 شمارہ 2،

11. ڈاکٹر، محمد شہباز منج،مذہب اور سائنس–باہمی تعلق کی صحیح نوعیت،القلم ،آئی ایس ایس نمبر2707-0077جلد 16،شمارہ نمبر2،(دسمبر2011ء)ص

12. سید جلال الدین عمری،،اسلامی احیاءاسلام کے لئے علمی تیاری کی اہمیت ،سہ ماہی تحقیقات اسلامی ،علی گڑھ انڈیا،ج5شمارہ1 جنوری–مارچ 1986

13. صالحہ فاطمہ ،ڈاکٹر عاصم نعیم، قرآن حکیم، انبیاء کرام کا طرز استدلال اور سائنسی طریق کار،القلم،-ISSN:2071 8683،ج20،شمارہ1جون2015ء

14. فاروقی ,ڈاکٹر محمد یوسف، فنی، سائنسی اور انسانی علوم کی حقیقت فقہ وشریعت کے تناظر میں،فکر ونظر اسلام آباد، آئی ایس بی این،4055-0430،ج50شمارہ2،

15. محمد شہباز منج،مذہب اور سائنس–باہمی تعلق کی صحیح نوعیت،القلم، جلد16،شمارہ نمبر2،(دسمبر2011ء)

16. سید قطب شہید، قرآن کے فنی محاسن,،ڈاکٹر محمد اکرام رانا، قاری محمد عمر، فکر ونظر(اسلام آباد،ج37،شمارہ3

English Reference

1. *Saddaqat Hussain*,Dr Amjid Hayat ,**Scientific Preaching Method of the Qur'an** ,*Hazara Islamicus, Vol. 10, Issue. 2 July-Dec 2021,PP: 01-12*

2. *Saddaqat Hussain*, Dr Amjid Hayat **A Concordal Review of Scientific Way of Preaching of Quran and its Contemporary Significance,**Al-Wifaq,Decmber 2021,Vol:4issue:1

3. Amold,Thomas,the legacy of islam (oxford university press,1983)An English Arabic lexicon, Suhail Academy 1963,)

4. Dr keith l,Moore,The developing Human , clinically oriented embryology ,(, Jeddah , dar al Qiblah,1983.)Dr. Ibrahim B. Syed, Attitude of a Muslim Scholar at Human Embryology,- [Presented at the Islamic Attitude and Practice in Science Seminar, Organized by the International Institute for Islamic Thought, Washington, D.C. February 28-March 1, 1987.

5. Dr.Haluk Nurbaqi, Verses from the Quran and facts of science, translated by Metin Beynam (Karachi 74200 ,Indus publishing corporation ,3-D,257 R.A. lines ,High court Road P.O.Box 552

6. English,Arbic Dictionary: the Hons were Dictionary of modern written Arbic ,IndiaModern language serneces,p23,JM Cown,ed s,1960

7. Gould ,j.kolb,ADictionary of social sciences (tavistock publications London,1964).

8. Keith L. Moore, A Scientist's Interpretation of References to Embryology in the Qur'an, The Journal of the Islamic Medical Association, Vol.18, Jan-June 1986,

9. Keith l.More,Human development as described in the quran and sunnah E.Marshal Johnson and others, Makkah , commission on scientific sighns of the Quran and sunnah .

10. Maurice Bucaille**,** The Bible, The Quran and Science, Translated from the French by ALastair D. Pannel and the Author, N.D..The new book of popular science, Grolier incorporated , Bangaloare, (June 1, 1998),1987

11. The new encyclopedia Britannica,(londan : printed in U.S.A,1985 ,Volume 27Dr Muhammad Iqbal,The reconstruction of Religious Thought in Islam , Lahore,DoDo press,1930

Englsh Articles

1. Scientific Exegesis of the Qur'an , Zafar Ishaq Ansari and Journal of Qur'anic Studies‹Vo l. 3, No. 1 (2001)

2. Islamic Approach to Human Embryology in Modern Scientific Perspectives , Munawar Hussein Chohan Muhammad Tahir,Abath,v1,No3,2016.

3. Quranic Evidence upon Ants Communication: Scientific Analysis and Educational Implications, Uloom e islamiya ,Khilad Mahmoud Dr Muhammad Ramzan,V20,2015.

4. A Concordal Review of Scientific Way of Preaching of Quran and its Contemporary Significance,sadaqat Hussain ,Dr Amjad Hayat ,Al-wifaq,December 2021,Vol ,04,Issue,01.

5. Scientific Preaching Method of the Qur’an ,Sadaqat Hussain , ,*Hazara Islamicus, Vol. 10, Issue. 2 July-Dec 2021,PP: 01-12.*

ویب سائیٹ

http://marfat.com/BrowsePage.aspx?AuID=6623c9a3-6051-4208-a2cd-7d541aa94a23

https://www.islam-guide.com/

https://iri.aiou.edu.pk/?p=73060

https://iri.aiou.edu.pk/?p=76592

https://iri.aiou.edu.pk/?p=72594

https://pakjip.com/index.php/pjip/article/view/112

https://iri.aiou.edu.pk/?p=98362

https://pakjip.com/index.php/pjip/article/view/101.

تَمَّت بِالْخَير